

مستری میگزین



اس ماہ کی خاص کہانی

شکار

ایک مہترین اور مندرجہ کردہ کہانی

16

اس ماہ بڑھاپے دہلیا کہانی

130

غلط راستہ

ایک طرف کی
کھلیاٹے
اگر سہارا

136

سراب کے بعد

خوش ہے سوہا:
یہ دنیا سیری
ایم ایس اس

157

سرننگ

ان دنوں میں ملے لوہے کی ہمارا ہی شکست
کے ساتھ ساتھ اگر کسی نہ ہی
ڈیپا میٹر سرجی

168

جلن

عشق و مزاج سے مسہرہ
ایک ہلی کبھی
قانون انجم

185

پلاسٹک سرجری

سازن مسادوں کا جن کی
ایک دل و دماغ کی کبھی
راشدہ سرجی

193

بنار

ایک ایسا کس، دو مسند و مسند
پسلی ہر مسئلہ کے حکم، انما
اسے اس سرجی

199

نئی کہانی کا جنم

اگر وہی قصہ کی کہانی جو دھڑکتی تھا
مسندہ اور

205

دیدہ ور

ماتنی ہر مشورہ پر اس جنوں ملت
دور انگریز سے ہر مسئلہ و کہانی
ان مسدیح

8

روشنی

قلب و دماغ کو نور کا ہوا اس کی سلسلہ
سرور میں تان

12

مدیر نامہ

جو تیرہ ہی کو تو قریب
قاری کی آواز میں مشکل ملو
فیہ

15

محبوب الہی

فرد و مزاج سے ہر پے کہانی
اسی اختیار اور

31

شکار

ایک سنہ فیسی کی مارٹ
نیم تا قون

70

دل کا رشتہ

ایک سے آواز کی داستان
جس نے اچھائی کی راہ سے ملی
اختیار کی دگر

85

خون گشتہ

سہار واری اور پکائی
انہرے کتبہ
انہرے سرجی

108

قلند ان کی جوری

ہریت اور جس سے ہر پے کہانی
انہرے کتبہ

122

رات کا کنواں

ہر سہارے کا شاد و کب نہ
اس کی کہانی کے کتبہ
سہارے ہر سرجی

- (5) الہامی قوانین کا نظام
(6) مضبوط عوامی نظام
(7) موثر انتظامیہ
(8) امن نامہ کا نظام
(9) دفاعی تحفظ حکومت عملی انتظام
(10) چارٹن مال اور آبرو کی حفاظت
(11) صحت و صفائی و طبی سہولتیں
(12) پولیس کا کردار

دفاعی تحفظ! حکومت عہلی

جہان مال آبرو کی حفاظت

صحت و صفا ئی و طبئی سهولتیں

پولیس کا کردار

..مَعًا

134

1

عدالتی نظام کے ساتھ ساتھ ہزاروں اختیار اختیار نظام کے کردار کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کیونکہ ہر ذاتی فیصلہ صادر کر سکتی ہے جس پر عمل کرانے کا اختیار اختیار و معاملہ ہے اور اختیار نہیں ہے تو عدالتی فیصلوں سے اثرات سے اثر استفادہ ہوتے ہیں کہ بصورت دیگر عدالتی فیصلوں میں جو کام طور پر ملکوں میں دیکھنے میں آتا ہے۔

امن عامہ کا نظام

MYSTERY MAGAZINE

ہدیر نامہ

محترم قارئین . السلام علیکم!

مسز میگزین: دہریہ 2018ء کا شمار آپ کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں اس امید کے ساتھ کہ یقیناً آپ کو ہماری کاوشیں پسند آئیں گی۔ ہماری ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ آپ کو زیادہ معلوماتی اور دلچسپ میگزین دیا جائے۔ لیکن کبھی بھارت میں کوئی خامی رونما نہ جاتی ہے جس کی نشان دہی آپ لوگ کر دیتے ہیں اور وہ ہماری نظر میں آ جاتی ہے۔ بہر حال آپ کی میگزین اور چاؤں کے ساتھ ہم نے اب تک جو مل سکرے کر لیا ہے اور ہمیں امید ہے کہ یہ ستر ای طرح جاری رہے گا جو محلوں کے ہوں گے کچھ کہتے ہیں اور کچھ سمجھتی ہیں اور انہیں ہوں گی آپ ہوں گے ہم ہوں گے اور یہ راہیں ہوں گی۔

مکی حالات پر نظر ڈالیں تو عجیب منظر سامنے دکھائی دیتا ہے۔ مذکورہ کے مغرب نے لوگوں کو اپنی گرفت میں لے رکھا ہے اور یہ مغربیت روز بروز زیادہ سے زیادہ طاقتور ہوتا جا رہا ہے۔ مختلف قسم کے کڑاؤں نے مکی ملک کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے مثلاً مکی 'گندم مکی' چینی آتا ہے سب بھراں مکی عوام کے لیے مذہب جانے ہوئے ہیں اس کے علاوہ ٹریفک سڑکوں سمیت سڑاؤ ہے روزگاری جیسے مسائل مکی موجود ہیں۔ ہمیں بڑے انصاف کے ساتھ یہ بات بھی ہوتی ہے کہ ساری حکومت کے دور میں مہنگائی بڑی سے بڑھ رہی تھی عوام کو کیا امید تھی کہ ان کی حکومت اپنی ترقی میں مہنگائی اور بے روزگاری جیسے مسائل کو رکھے گی لیکن موجودہ حکومت مکی اس سلسلے میں اب تک کوئی نتیجہ کارگر نہ دکھائے جس کا ہماری سنے حالات اس قدر گرگن ہو چکے ہیں کہ بے روزگاری اور مہنگائی کی وجہ سے لوگ آتے دن خود کشی کر رہے ہیں ہم اب اہل اہلہ اور اسے درخاست کر رہے کہ وہ ان مسائل کی طرف توجہ دے توجہ دینا تاکہ جن دھول اور دھول کی بنا پر عوام نے انہیں منتخب کیا ہے وہ پورے ہو سکیں۔

آئیے اب دیکھتے ہیں کہ آپ اسے محلوں میں اس طرح اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہیں۔
زبانہ علی حسد یقیناً : کراچی سے رقم طراز ہیں۔ مسز میگزین کا سردار حق مرتبہ جاندار باد روشنی ایک روح پرورد سلسلہ ہے جسے میں سب سے پہلے پڑھا ہوں۔ کیا ہوں خوشی چیک تحفہ ختم ثبوت جرم شے فاض اور دو کونجی بہت پسند آئیں۔ قطعہ دار کیا ہوں میں میری پسندیدہ یاد دہی دو رہے جسے انھن صدیقی نے نہایت اچھے انداز میں تحریر کیا ہے اور کہاں نہ بھی اچھی جا رہی ہے۔

آج زہد صاحب ہم آپ سے گفتگو ہیں کہ آپ نے میگزین کے بارے میں اپنا اظہار کیا کیا ہم امید کرتے ہیں کہ آپ آئندہ بھی اسی طرح اپنی عزت کا اظہار کرتے رہیں گے۔

عقیل احمد : ذمہ دار فرائض میں سے نکلتے ہیں۔ عرصہ دراز سے اہلہ مسز میگزین کا قاری ہوں۔ ہمیشہ عین دیکھ

11-12 تاریخ کو کینال پر موجودگی کا مطالب ہوتا ہوں۔ گذشتہ ماہ 18 تاریخ کو ملا کر خبر دیہ سویتو ہماری زندگی کا حصہ ہے۔ کوئی خاص بات تحریر کرنے سے پہلے عرض کرتا ہوں۔ وہی کی سلسلہ نہایت ہی سبق آموز اور اصلاح معاشرتی ایک شاہکار ہے تصویر دیا جاسکے تو تحریر ہدف سلسلہ اور تحریریں۔ دیکھو رفتار دھبی مگر کوشش خاص تحریریں 7 خوف پانے اور کچھ بیتیاں اچھی کاوشیں تھیں۔ جس سے انسان کچھ تاریخ سے لیبنا ہوتا ہے۔ راشد سعید صاحب کی اصطلاح پسند ایک ایک سبق دیتی ہے کہ علم تحریر سے محلوں کو۔ ہاشمی کو بھی حق کے ساتھ اپنے الفاظ میں ڈھال کر عوام کی خدمت کرنا نہایت ہے۔ راشد سعید صاحب کو سلام و داب خاص۔ میرا یہ خط شاید میرا چھوٹا ہے مگر ہر بار مسز میگزین کے صفحات میں جگہ بنانے سے قاصر رہتا ہے۔ کوئی بات نہیں کہ لکھنے کے بعد اور دوست کرنے کے بعد میں یہ یقین کر لیتا ہوں کہ میری صاحب اسے پڑھ لیتے ہوں گے اور میرا خیال اور تجویزیں ان تک پہنچ جاتی ہیں۔ میں ایک تحقیقی ادارے میں ملازمت کرتا ہوں اور ایک پروجیکٹ Pre Post Partition Memo لکھنے کیے ہیں۔ میری دلی خواہش ہے کہ ایک سلسلہ قصہ 60 سال پہلے کا قصہ 6 مہرے پہلے کے عنوان سے شروع کیا جائے اور ہمارے جن افسانوں کو ۔۔۔ کے پہلے کے واقعات اور تقسیم ہند کے وقت کے واقعات اس میں نہیں۔ آپ کے جواب کا منتظر۔

☆ محفل صاحب! آپ کی تجویز نوٹ کر لی گئی ہیں کوشش کریں گے کہ جلد از جلد ان پر عمل کریں اس سے عمل آپ کے محلوں موصول نہیں ہوئے روز درود شال اشاعت کیے جاتے۔

عقبیل احمد : راولپنڈی سے ہوں اظہار خیال کرتے ہیں اس مرتبہ آپ نے شکایت کا موقع نہیں دیا اور ہمیں صحیح وقت پر میگزین مل گیا۔ میں سب سے پہلے سلسلہ دار کیا ہوں تمام کہانیاں میں مجھے سب سے زیادہ وہ کون تھا؟ پسند ہے اہم ایسا ایک بیک مشق رائٹر ہیں میں ان کہانیاں میں آگے بڑھ رہی ہے دیکھ کر کہانیاں میں تجویز ختم ختم چیک 'ثبوت جرم' مشق لا حاصل 'لوڈاؤ' گئے کیا دیتے نامہ اور مرحلہ کا تمام اچھی تھیں راشد سعید کا سلسلہ طم اہلہ ادبی بہت زبردست ہے۔

☆ سکیلا احمد صاحب! میگزین پر تبصرے کا بہت بہت ضرر ہے کوشش کریں گے کہ آپ کی شکایت جلد از جلد دور کر دی جائے۔

شاہدہ عقیل : لاہور سے لکھتی ہیں۔ میں عرصہ دراز سے مسز میگزین پڑھ رہی ہوں۔ یہ میرا پسندیدہ میگزین ہے۔ روشنی بہت اچھا سلسلہ ہے۔ اس سے دینی معلومات میں اضافہ ہوتا ہے۔ میں اشتیاقی قاری کی کہانی بڑے شوق سے پڑھتی ہوں۔ اس کے علاوہ عظیم قانونی شاہد شیخ اور عبدالرحمن بھی میرے پسندیدہ ورائٹر ہیں۔ ابھی تک ان ہی راکشوی کی کہانیاں پڑھتی ہوں۔ بانی میگزین زہر طاہرہ ہے۔

☆ شاہدہ صاحب! ہمیں خط لکھنے کا بہت بہت ضرر ہے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ آپ ہمیں آئندہ بھی اس طرح خط لکھیں دیں گی۔

جانب الہدایہ خان، پڑاؤ سے لکھتے ہیں۔ میں سسزی سیکرین کا رانا قادری ہوں۔ میں سب سے پہلے روشنی پر مہتابوں جس سے دل کو بہت سن ملتا ہے۔ دینے تو آپ کا سسزی سیکرین بہت اچھا ہے اور آپ نے اس میں "تاج بیتوں" ایک اچھا سلسلہ شروع کیا تھا لیکن میں جانتا ہوں کہ میں سن کوئی تاریکی کانی بھی شروع کی جائے۔ کہانیوں میں اساتذہ پندرہ تینتہ ختم درون زندگی چھ کوئی چھ اور دس تہ نامہ بہت پسند آئیں۔

☆ جادیہ صاحب "ہم نے آپ کی تجویز نوٹ" کی ہے اور کوشش کریں گے کہ جلد از جلد کوئی تاریکی کانی شروع کریں۔

☆ شازیہ عذیری "کراچی کے کھیتی چیں سسزی سیکرین اس پانچ وقت پر ملا اس لیے وقت کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ فرائض مہی" کو رد کر دیتے تھے۔ نبوت جرم اور فرائض چیک بہت اچھی کتابیں تھیں۔

☆ شازیہ صاحب "ہم آپ سے گزارش کریں گے کہ اگر آپ سسزی سیکرین پر تفصیلی روشنی ڈالیں تو بہتر ہے امید ہے کہ جلد از جلد خیر کا خیال کریں گی۔

☆ منیر صاحب "سوائس" سوات سے لکھتے ہیں۔ جنوری 2018 کو شاد رو دیکھا۔ سب سے پہلے "روشنی پڑھا" روح منور ہو گئی۔ اس کے بعد عائشہ اور کئی تحریریں "اچھی تھی۔ غرضی چیک احتیاط پسند لوڈ ب مجھے بھی اچھی رہیں۔

"علم الاملا" ایک اچھا سلسلہ ہے۔ روزانہ پچھترہ زندگی پر نو فیصلہ نام مرحلہ نام درون زندگی تحت قسم مشق حاصل نیا وصیت نامہ وہ کوئی تھی۔ نبوت جرم اور فرائض رد ہے کی کتابیں تھیں۔ تمام سلسلہ اور کتابیں اچھی جارہی ہیں۔

☆ منیر صاحب "سیکریٹس" بہت شکر ہے کہ امید ہے کہ آئندہ بھی اس طرح آپ ہمیں خط لکھتے رہیں گے۔

☆ سلیم چاندیو "سکر سے طرز ان ہیں۔ سسزی سیکرین کا پڑاؤ غیر ہوں۔ اس بار سے دوست انور جانی کی کہانی پڑھی بعد میں وہ مجھے ملا تو اس نے بتایا کہ اس کی کہانی شائع ہوئی ہے۔ یہ واقعہ مجھے پہلے سنا چکا تھا۔ لیکن آپ لوگوں نے اس کے دانتے کو بڑے خوب صورت انداز میں کہانی کا رنگ دیا پڑاؤ حرجہ آ گیا۔ ایک ایسا انداز میں بھی بھیجا جاتا ہوں "کلی شائع ہوا ہے؟

☆ سلیم صاحب! یہ آپ ہی لوگوں کا سیکریٹس ہے اس لیے آپ کی تحریر ضرور شائع ہوگی آپ ہمیں جلد از جلد روانہ کریں۔

☆ ☆ ☆

یہ تھے قارئین کے خطوط اب اگلے ماہ تک کے لیے اجازت

منیر

محبوب الہی

جانب الہدایہ خان

الہدایہ صاحبزادہ خالق کائنات مالک دو جہاں فرماتے ہیں جو میرے دوست ہیں جانتے ہیں میں ان کا دورت بن جاتا ہوں جو میری جانب ایک قدم بڑھاتا ہے وہ تمام اس کے کرب و جانا جو میرے بن جاتے ہیں میں ان کا وہاں جاتا ہوں حتیٰ کہ میں ان کی آنکھوں زبان اور ہاتھ بن جاتا ہوں سسزی میں لوکا فاسطہ کو جوتا ہے۔ جو میرے عشق میں سوختہ ہوجاتے ہیں میں ان کا بدن ان کی روح بن جاتا ہوں پھر ان کی زبان سے لکھنے والا یہ لفظ میرا کیا بن جاتا ہے ان کا اشارہ میرا نظم بن جاتا ہے ان پر قدم میری مشابہت بن جاتا ہے وہ جردہ کیسے ہیں میری آنکھ سے دیکھتے ہیں وہ جو جتنے ہیں میری حالت سے سنتے ہیں بے شک میں اپنے جانے والوں کو کتنا کھنچا چھوڑا۔

کسی سائل نے کسی عالم سے سوال کیا مطلق اور مبادات میں فرق کیا ہے تو انہوں نے فرمایا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ایک خاتون نے کہا۔۔۔ موسیٰ علیہ السلام آپ دو خداوند اللہ سے ہم کام ہوتے ہیں آج اللہ تعالیٰ سے ہم چھنے کو کھنچا دلاؤ کیوں نہیں ہوتی۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہہ طور پر آپ کریم کے حضور بنی اسرائیل کی اس خاتون کا سوال رکھا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس صورت کے نصیب میں ادا لکھیں۔ اللہ کے نبی نے اللہ تعالیٰ جبراس اس خاتون کے گوش گزار کر دیا خاتون دل پر راضی آسمو جاتی رخصت ہو گئی تاہم ایک سال بعد وہ دوبارہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی تو اس کی گود میں ایک بچہ تھا۔ اس نے شکر و حمد سے انداز میں کہا۔ اللہ کے نبی علیہ السلام آپ نے کہا تھا کہ میرے نصیب میں ادا لکھیں مگر ایک مذہب کی دعا نے مجھے صاحب اولاد بنا دیا حضرت کا ہاتھ نے اللہ تعالیٰ کے سامنے یہ صورت حال پیش کی تو حکم خداوندی ہوا۔ موسیٰ علیہ السلام ایک پیلت اور تین چھری اور سسزی سسزی جاکر کو کہ اللہ تعالیٰ کو انسانی گوشت ضرورت ہے۔ اللہ کے نبی نے ایسا کیا مگر کہیں سے گوشت نہ ملا ایک دروازے میں ان کی ملاقات ایک دروازے سے ہوئی جس نے آواز دے کر کہا اے موسیٰ پریشان کیوں ہو۔ حضرت موسیٰ نے اے اللہ تعالیٰ کی فرائض سے آگاہ کیا۔ دے جانے سے چھری اور پیلت کی اور پھر چھ کرب نے کہاں کا گوشت طلب کیا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ اللہ تعالیٰ نے سن کر فرمایا۔ یہ سن کر دروازے نے دروازہ دار اپنے جسم پر چھری چلا کر شروع کر دی کہ پانچویں سرے محبوب کو کسم کے جس حصے کا گوشت پسند آئے اسے سارا گوشت لے جائیں۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو طور پر پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ! تائیں ایسے عاشق کی دعا کیجیے کہ اگر تو بھی اس دورت کے عاشق ہیں تو دعا تو یقیناً سنیں گے بھی خانی دلاؤ تا مگر اس عاشق نے مجھ سے فرائض کی قسم چاہی جس نے اس عورت کا مقدر بدل دیا تو یہ ہے عشق کی اجتناب۔

ایسے ہی اللہ کے عشق میں نسا ہو جانے والی آہنی کا تذکرہ جسے اللہ نے اپنے محبوب کا درجہ دے دیا اور دنیا اسے کرب الہی کے نام سے نکالنے لگی۔

میرے معطر قدم جادوں شرف کی طرف بڑھ
لوٹی کا شہر شہر ہے اس قدم شہر نے ہر روز میں نامور
رہے تھے۔ جادوں پر بنی ہے جانے والی چھوٹی لائن پر
فطنتیں ہیں ایکس گھر جادوں جس وجہ سے ہندوستان کا

مدینہ لکھتا ہے وہ بزرگان دین اور شہداء کرام کی کثرت ہے۔ آپ کو انہیں معلوم کر آپ جہاں کھڑے ہیں وہاں کسی دلی یا شہیدانہ قبر ہے۔ کافروں سے ایک خوفناک شہید میں یہاں اللہ کے بے شمار نیک بندے شہید ہوئے۔ چند مخصوص بزرگوں کو چھوڑ کر باقی اولیاء کی قبروں کے نشانات تک معدوم ہیں۔ اس لئے جن لوگوں کو خدا نے نظر کشی ہے وہ بھی جب یہاں کی حدود میں داخل ہوتے ہیں تو بہت احترام اور خوف کے ساتھ ایک ایک قدم اٹھاتے ہیں۔ میں اہل نظر کے دلوں کی خاک بھی نہیں مگر بزرگان دین اور اللہ کے راستے میں شہید ہونے والے انسانوں کے جلال سے لرزتا ہوا حضرت سلطان العارفين اور حضرت سید بدرالدین کے حرارت مقدسہ پر حاضری دینے ہدایاں شریف آیا تھا۔ چہنچہ اور سہروردیہ کے سلسلے کے یہ دونوں بزرگ آپس میں شیش بھائی تھے۔ چھوٹے بھائی حضرت سید بدرالدین کے بارے میں مشہور ہے کہ آپ انتہائی جلالی بزرگ تھے۔ یہ بات مجھ جیسا گناہ کا شخص محسوس کر سکتا تھا تو وہ لوگ جو اہل کردار کے مالک ہیں جیتا ایک مرد خدا کی جیت سے لرزہ برنامہ ہوتا تھا۔ ان دونوں بزرگوں کے بارے میں مشہور ہے کہ جن باریوں کو ہندوستان کے تمام ڈاکٹر لاطعا جی فرادیتے ہیں انہیں خداوند خود اول الجلال ہدایاں میں شفا بخشنی دیتا ہے میرے علم میں بھی کئی ایسے واقعات ہیں۔ آئندہ جب کسی ان بزرگوں پر تفصیل سے لکھا جائے گا تو آپ حضرت سید سلطان العارفين اور حضرت سید بدرالدین کی کتابیں پڑھ کر حیرت زدہ رہ جائیں گے۔ لی اہل اہل تو یہ بتانا مقصود ہے کہ ان دونوں محترم شخصیتوں کی وجہ سے ہدایاں میں ہر ذرت میلہ سا لگ رہا ہے۔ ہندوستان کے گوشے گوشے سے یکے دوسرے مسلمان اور ہندو یہاں آتے ہیں۔ جنہیں خدا ان پاک آستانوں کے سبب ناکام و نامرادوں سے لواتا ہے۔

جب میں حرارت مقدسہ پر حاضری دے کر حضرت ہوئے لگا تو کچھ مقامی لوگوں نے مجھے بتایا کہ یہاں ساگر تال میں بھی بہت سے بزرگوں کے حرارت ہیں۔ اس حقیقت کا علم ہو جانے کے بعد یہ ممکن نہ تھا کہ میں زیارت کے عجب سے بغیر واپس چلا آتا۔ غرض دل میں ساگر تال کے عجب سے جذبات لئے میں ساگر تال پہنچا۔ ممکن ہے ساگر تال کسی زمانے میں بہت بڑا تالاب ہو کر اب وہ بڑی حد تک خشک ہو چلا ہے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ محفوظ میاں صاحب ان حرارات کے عہدہ نشین ہیں۔ محفوظ میاں سے ملاقات ہوئی تو طبیعت کو عجیب سی خوشی کا احساس ہوا محفوظ میاں ایک خصوصیت اور پاکیزہ اخلاق کے کوجوان ہیں۔ میں نے ان کے بارے میں مزید جاننا ان کے بارے میں اس حقیقت کا انکشاف ہوا کہ محفوظ میاں کا تعلق حضرت نظام الدین اولیاء کے خاندان سے ہے۔ مجھے یہ سن کر تعجب ہوا۔ کیونکہ حضرت نظام الدین اولیاء نے شادی نہیں کی تھی۔ ایسی صورت میں آپ سے نسل چلنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ حضرت نظام الدین اولیاء کی بہن کی اولاد کی نکاحی لکھائی ہے۔ بہر حال سلطان الشانخ سے کسی بھی عنوان رشتہ ہو میرے لئے اس قسم کے تمام افراد محترم ہیں۔ جب میں نے محفوظ میاں سے ان کی عہدہ نشینی کے بارے میں پوچھا تو مجھ پر انکشاف ہوا کہ ساگر تال میں ہی حضرت نظام الدین اولیاء کے والد اور دادا آرام فرما رہے ہیں۔ مجھے انہی قسمت پر دھک ہوا۔ میں جو صرف حضرت سلطان العارفين اور حضرت سید بدرالدین کی زیارت کے لئے ہدایاں آیا تھا مگر خدا کا عجب کرم ہوا کہ مجھے دو اور نامور بزرگوں کی زیارت بھی نصیب ہوئی۔ میں کچھ ہی بعد محفوظ میاں کے پاس سے اٹھ کر سید احمد شاہ بخاری اور سید احمد علی بخاری کے حرارت پر حاضر ہوا۔ دونوں بزرگوں کے حرارت

انتہائی سادگی سے تعمیر کئے گئے ہیں۔ یہاں تک کہ قبروں پر کوئی سامان تک نہیں ہے۔ میں نے فاتحہ کے دوران کئی بار سوچا کہ جو شخص زندگی میں ہندوستان کا بے تاج و شہادہ بلکہ اتنا فقار اور جس کی قدم پوی کی تنہا میں کئی شاہان وقت دنیا سے ناکام چلے گئے اس کے بزرگ ساگر تال میں دفن ہیں۔ بے شمار حقیقت مندوں میں سے چند ہی راز جانتے ہوں گے۔ ورنہ بہت سے لوگوں کو یہ پتہ نہیں کہ محبوب الہی کا بچپن ہدایاں کی لگیوں میں گزارا ہے۔ یہیں سلطان الشانخ خیم ہوئے یہیں ان کے دل میں حضرت کی آگ بگلی اور بھرپوری آگ میں سارا ہندوستان جلی گیا۔ حضرت سید احمد علی بخاری اور حضرت سید احمد شاہ بخاری کے حرارت پر حاضری دینے کے بعد میں کچھ بے فکر اور ہو گیا اور محبوب الہی کے یدار کی آرزو شدید سے شدید تر ہوتی چلی گئی۔ بھر ایک روز مجھ گناہ کار کو خواہش دید نے مجبور کر ہی دیا کہ میں دہلی کی طرف رنج سفر خانموں۔ اور جب میں دہلی میں حضرت قطب الدین بختیار کے حرار پر حاضری دے کر خواہ نظام الدین اولیاء کے دربار کی حدود میں داخل ہوا تو اچانک میری نظر ایک قبر کی کونہ پر پڑی اور مجھے محسوس ہوا کہ دنیا کی قدر ہے اعتبار ہے۔ یہ قبر روشن ماہ و سال کے سبب اپنی آب و تاب اس حد تک خوبصورت تھی کہ اس پر کسی دارالارکان انسان کی قبر کا گمان ہوتا تھا میں بہت دیر تک کھڑا چہم حیرت سے یہ مبرکت محلہ دیکھا۔ میں نے بار بار اس شخص کو گھومنے کی کوشش کی جو اس قبر پر فاتحہ پڑھا کر کوئی نہیں آیا۔ جیسے کسی کو یہاں آنے کی فرصت نہیں دعا کے لئے کسی کا ہاتھ نہیں اٹھے۔ جیسے تمام دنیا اس لئے والے سے ناراض ہوں عجب ہے کسی کا عالم تھا۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ وہ کسی کی قبر تھی؟؟ وہ شخص جزیہ زمین سوار تھا جس کی قبر پر نہ کوئی چراغ روشن تھا اور نہ

کوئی فاتحہ پڑھنے والا۔ اس مجبور دے کہ شخص کو لوگ اس کی زندگی میں غل اہلی (اللہ کا سایہ) کہتے تھے اور اس کا نام محمد شاہ گنگا تھا۔ مغل حکومت کے آخری چار اداروں میں سے ایک۔ میں نے کسی بھکاری کی قبر پر بھی اتنا سنا نہیں دیکھا۔ کہنے کو یہ مقام عبرت قاتنے دیکھ کر ہر مسلمان کی آنکھ سے آنسو ٹپکتا پاتے۔ مگر مجھے اس بات کی خوشی تھی کہ وہ فقیر جو اپنی زندگی میں جری سو گئی درویش کھاتا تھا مرنے کے بعد دہلی کا بادشاہ فقیر اور دو قاتل دہلی کا بادشاہ تھا جسے فقیر کے برابر تو کالیک ایسے کہ میں جگہ نہیں جہاں زندگی بخوار دے پا چکے جاتا ہے کہ کس حال میں ہے اور نہ کوئی ہمدرد دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتا ہے کہ اس کی مغفرت ہو جائے۔ میں یہی فرق ہے دنیا دار آخرت کی بادشاہت میں۔ اس واقعہ سے آپ کو شاید حضرت نظام الدین اولیاء کے دربار کی عظمتوں کا کچھ اندازہ ہو گیا ہوگا۔ مجھ گناہ کار کی جہاں کس رسائی تھی اس کا ذکر کر چکا۔ اب میرے مقصد بدمذہب قدم حضرت امیر خسرو کے مزار مبارک کی طرف پڑھ رہا تھا۔ یہ تھے ناکش محبوب الہی کے اس حکم پر عمل کر سکیں جس میں آپ نے واضح طور پر فرمایا تھا۔ "اگر کوئی شخص نظام الدین کے حرار پر آنا چاہتا ہے تو اس کے لئے لازم ہے کہ وہ خسرو کی قبر پر حاضری دے۔" اس حکم کے بعد وزارتین کے لئے خسرو ہو گیا ہے کہ پہلے حضرت امیر خسرو کے حرار پر حاضری دیں۔ اس کے بعد محبوب الہی کے دربار میں شرف برابری حاصل کریں۔ اگر کوئی شخص اس حکم کے خلاف عمل کرتا ہے تو میں یہ نہیں کہتا کہ وہ کسی جرم کا مرتکب ہو جائے لیکن یہ حقیقت ہے کہ اسے محبوب الہی کے حرار پر جانے سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوگا۔ لیکن ہے کچھ لوگوں کی سمجھ میں بات نہ آئے لیکن ہر ذاتی تجربہ یہی ہے۔ جب میں نے پہلی مرتبہ حضرت نظام الدین اولیاء

کے حواری اقدس پر حاضری دینے کا پروگرام بنایا تو محبوب الہی کے اس حکم کو بکھرا انداز کر دیا اور اس کے ساتھ ہی اپنے دل میں یہ فیصلہ کر لیا کہ میں پہلے ”محبوب الہی“ کے حواری پر حاضری دوں گا اس کے بعد حضرت امیر خسروؒ کی قبر پر فاتحہ پڑھوں گا۔ اس حکم کو بکھرا انداز کرنے کی وجہ صرف یہ تھی کہ میں نے اپنی حد تک سبکی مناسب سمجھا۔ مصلح اس لئے کہ حضرت نظام الدین اولیاءؒ حضرت امیر خسروؒ کے پیرو مشدہ تھے اور مشعل کے اقتدار سے پہلے پیرو مشدہ کے حواری ہی حاضری دینا چاہئے۔ اپنی اپنی عقل و دلیل پر عمل کرتے ہوئے میں نے اپنا سامان حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے حواری مارک سے ملوثہ تبلیغی جماعت کے دفتر میں رکھا اور محبوب الہی کی بارگاہ میں بھی کیا۔ جیسے ہی حواری مارک کے اعلیٰ سے داخل ہوا میں نے دیکھا کہ قیبر مارک خوبصورت چاروں سے بیکار ہی ہے اور چاروں طرف عقیدت مندوں کا جھوم ہے۔ جو دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے ہوئے ہیں۔ میں نے بھی وہی عاجزی اور ادب سے حاضری دی۔ اس کے بعد تبلیغی جماعت کے دفتر چلا گیا تاکہ کچھ آرام کر سکوں مجھے دوسرے دن صبح الجیر شریف جانا تھا۔ دات جمر کا جا کا ہوا تھا اس لئے کوشش کرتا رہا مگر تین تین آئی۔ کئی گھنٹے اسی طرح کمرے میں بیٹھے ہوئے زور گئے آخر مغرب سے کچھ دیر پہلے مجھ پر ایسی وحشت طاری ہوئی کہ چال نہیں کر سکتا۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ جیسے دماغ کی رگیں پھٹ جائیں گی۔ مختصر یہ کہ اس وحشت سے نجات پانے کے لئے میں کمرے سے نکلا اور دوبارہ حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے حواری مارک کے قریب آ کر کھڑا ہوا۔ ابھی کھڑے ہوئے ہوئے کچھ دیر ہی گزری تھی کہ اچانک میرے کانوں میں قواوں کی آوازیں آنے لگیں۔ میں حیرت سے ادھر ادھر دیکھنے لگا کہ یہ قوائی کہاں ہو رہی ہے اور حواری مارک سے دور کیوں ہو رہی ہے۔ بالآخر دھڑ سے آوازیں آ رہی تھیں

اس صحت کا اندازہ کر کے میں ایک ٹھک سے راستے میں داخل ہو گیا اور جب وہ راستہ ختم ہوا تو میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ ایک بہت کشادہ من میں دوسرا حواری مل رہا ہے۔ جیسے ہی حواری مقدس کی لوح پر میری نظر پڑی میں سناٹے میں آ گیا۔ لوح پر تحریر تھا۔
”دو گاہ محبوب الہی سلطان الشاہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ“
”میر میں نے کچھ دیر پہلے کے حواری پر حاضری دی ہے؟ یا الہی یہ کیا ماجرا ہے؟“ میں شہید حیرت کے عالم میں بار بار پوچھتا رہا۔ بعد میں یہ راز کھلا کہ پہلے میں نے جس قبر پر فاتحہ پڑھی ہے وہ حضرت امیر خسروؒ کی آرام گاہ ہے۔ اب مجھے اندازہ ہوا کہ حضرت محبوب الہی کے اس فرمان کا کیا مفہوم ہے؟
”جو نظام الدینؒ کے حواری پر آنا چاہتا ہے اسے لازم ہے کہ وہ پہلے حضرت کے حواری پر حاضری دے“

چونکہ میں نے ایک تبلیغی کمیٹی میں لئے میری آنکھوں پر دسے ڈال دیئے تھے اور میں امیر خسروؒ کے حواری کو محبوب الہی کا حواری سمجھتا رہا۔ حاضری کی کمی تو شرطیں تھیں..... اگر آنے والا پہلے امیر خسروؒ کے حواری پر آئے۔ میں بھی پہلے امیر خسروؒ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ یہ طبعیہ بات ہے کہ لا شعوری طور پر کسی۔ بہر حال محبوب الہی کا حکم فیض بالا جاسکا۔ تمام منتقلیں بیکار ثابت ہوئیں۔ اس کے علاوہ آپ نے محبوب الہی کی اس نوازش پر غور نہیں کیا کہ بغیر حاضری دینے اور ادائیگی جانا بھی گوارا نہیں تھا کہ اگر اس وقت مجھ پر وحشت طاری نہ ہوتی تو میں امیر خسروؒ کے حواری کو حضرت نظام الدین اولیاءؒ کی دوا دیتا اور اپنی پیشانی پر اس آستانے کی خاک کی بھر چلا جاتا۔

اس عجیب سے مرحلے کے بعد جب میں حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے حواری مارک پر فاتحہ پڑھ رہا تھا اس وقت مجھے سیلونٹ کا ایک نو جوان یاد آ رہا تھا جس کا نام

محمد اقبال تھا۔ اس نو جوان نے دہلی کالج کو محبوب الہی کے ایک عزیز جو اس وقت دہگاہ کے سجادہ نشین تھے یہ درخواست کی تھی کہ اسے حواری میں تھا جانا دیا جائے انجمن کی کمی اور نو جوان نے شہر مقصد میں لئے ہوئے قدمبوسی کے رتبے اعلیٰ چلا گیا۔ محبوب الہی کے پائے مارک کے قریب کھڑے ہو کر نو جوان نے بڑے تاثر انگیز لہجے میں اپنی نظم پڑھی

بھلا ہوں دوں جہاں میں حسن نظامی کا
ملا ہے سخن کی بدولت بیا ستیاں مجھ کو
اس علم میں نہ جوں نے محبوب الہی کو عجیب سستی کے
عالم میں نہ رہا نے عقیدت بخش کیا ہے۔ جب نو جوان کے
اعصاب ایک مرتد کے جلال سے متاثر ہو جاتے ہیں تو
وہ بے اختیار کھڑکھڑاتا ہے۔

کرم کرم کر فریب الدیاری ہے اقبال
اور کھڑکھڑا جان کا حرف تناسل طرح لہوں پر چل جاتا ہے۔

گھٹت ہو کے دل کے پھول ہو جائے
بیانچائے سافر قبول ہو جائے
اب آپ اس نو جوان کو یقیناً بیان گے ہوں گے کہ محبوب الہی کے آستانے پر یہ راز کیوں کر نہ والا کوں تھا؟ ہاں وہی حکیم الامت شاعر شرق علامہ اقبالؒ۔ علامہ نے لکھنا چاہا تھا کہ میں نے محبوب الہی کے حواری پر حاضری دی تھی اور محبوب الہی کے عزیز خواجہ حسن نظامی نے اقبالؒ کے لئے خصوصی طور پر حاضری کا اہتمام کیا تھا۔ اس کے بعد علامہ انگلیٹھ شریف ملے گئے اور جب واپس آئے تو ان کی طبیعت میں کتابتِ انقلاب آچکا تھا۔ اب آپ بتائیں کہ شاعر شرق نے محبوب الہی کے دربار میں حاضر ہو کر جو دعائیں مانگی تھیں وہ وہی تھیں؟

ایک علامہ اقبالؒ پر یہ کیا مختصر ہے عقیدت سے سر جھکاتے ہوئے اس دربار میں کون نہیں آیا۔ نواب

آئے مہاراجہ آئے اعتبار ہے کہ کوا اور ہندوستان کا سب سے بڑا لیڈر جذبات خود کشی کے طریقوں کی طرح گردن کو ٹھکے ہوئے تھا۔

جسے کروڑوں لوگ ہندوستان کا بے تاج بادشاہ کہتے تھے وہ درباروں کے ایک مخلص گمراہ میں پیدا ہوا۔ یہ نہیں کہ اس کے بزرگوں کو دولت ملی نہیں تھی مگر وہاں کے خزان طلب کرتے تو ان کے دامن میں ڈال دیا جاتا لیکن جب دل ہی غمزدگت کی طرف نکل ہوا تو پھر دولت کی کیا حیثیت باقی رہ جاتی تھی۔ محبوب الہی کے والد ماجد حضرت سید احمد بخاریؒ جوا بڑے وقت کے نقاب تھے ان کی عمر و قوت کا قدیم سرس ہوئی۔ ابھی محبوب الہی کا بچپن ہی تھا کہ حضرت سید احمد بخاریؒ کا انتقال ہو گیا۔ غربت والہاں اور شیخ کا عالم بڑا آدھار بن گیا تھا۔ پھر بھی آپ کی والدہ محترمہ نے ہمت نہیں ہاری اور مزید فائقہ کے کہ محبوب الہی کی تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا جب آپ ذرا بڑھ کر شہر ہوئے تو آپ کو کام الہی کی تعلیم کے لئے درباروں کے ایک مشہور عالم مولانا شادان کے کتب میں بھیجا گیا۔ جب آپ دوسری دینی تعلیمات حاصل کرنے کے ساتھ قرآن پاک حفظ کر چکے تو درستی کی طرف سے آپ کو حجاز اتر گئی تھی۔ اس کے بعد مزید تعلیم کے لئے آپ کو مولانا شمس الملکؒ کے پاس بھیجا گیا۔ مولانا شمس الملکؒ اس دور کے ایک عالم و فاضل بزرگ تھے۔ با شادہات غیبات الدینؒ لیکن ان کی بہت عزت نہ تھا۔ مولانا کی یہ عادت تھی کہ وہ جس طالب علم پر خصوصی توجہ دیتے تھے اسے اپنے کمرے میں بلا کر تعلیم دیتے۔ محبوب الہی سے پہلے صرف دو طالب علم نقاب الدین ناظر اور برہان الدین عبدالقادی اس خاص درجے تک پہنچے تھے۔ مگر جب حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ نے اپنی صلاحیت اور کوشش سے ثابت کر دیا کہ وہ بھی اسی توجہ کے مستحق ہیں تو یہ تینوں آدمی مولانا کے کمرے میں جا کر سبق پڑھا کر تے اور تینوں آدمی میں

کے بعد موت تک گئے۔

تمام علوم سے فراغت حاصل کرنے کے بعد محبوب اپنی وطنی شریف لائے۔ آپ کی بچپن سے یہ خواہش تھی کہ بادشاہ وقت قاضی شہر کے جہدے کے لئے آپ کا انتخاب کر کے قلم عمل کرنے کے بعد حضرت نظام الدین اولیاءؒ سے آپ کو اس اپنی ترین مہدے کا جائز حقہ رکھ کر دے تھے۔ پھر آپ کی وطنی کے مشہور بزرگ حضرت شیخ نجیب الدین متوکلؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا۔

”بابا فک شہر آپ کا شمار اللہ کے پسندیدہ بندوں میں ہوتا ہے آپ دعا فرمائیں کہ میں جس مقصد سے وطنی آیا ہوں خدا اس میں مجھے کامیاب عطا فرمائے اور میں قاضی شہر کی دوسواریوں کو پورا کر سکوں۔“

حضرت نجیب الدین متوکلؒ نے پُر حلال اخروں سے محبوب اپنی کی طرف دیکھا اور بے اختیار ہو کر مذہب کے عالم فرمایا۔

”اے اللہ! نظام الدینؒ جو مجھ جیسا چاہتا ہے تو اُسے وہ نہتا میری آنکھیں اور جو مجھ کی طرح ہیں تو اُسے صرف وہ بنا دے۔“

محبوب اپنی نجیب الدین متوکلؒ کی یہ دعائیں کہ اور اس ہو گئے۔ جس مہدے کو حاصل کرنے کے لئے حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے لئے دعا کر رہے تھے۔ چونکہ حضرت نجیب الدین متوکلؒ، حضرت خلیفہ شریف نواز کے خلیفہ تھے اس لئے اسرارِ ارباب سے تو مجھ نہ کہہ سکے مگر دل میں۔۔۔ جو دلوں کے لئے ہونے والی چلے آئے۔

دوسرے دن حضرت نظام الدین اولیاءؒ جیسے کی نماز پڑھ رہے تھے۔ جب امام نے قرآن حکیم کی یہ آیت تلاوت کی۔

”کیا اہل ایمان کے لئے بھی وہ وقت نہیں آیا ہے کہ ان کے دل خدا کے حضور جھک جائیں۔“

تو حضرت محبوب اپنی کے جسم پر لرزہ طاری ہو گیا اور

آپ نے آخر دم کرتے ہی وطنی سے اجڑ کر طرف روانہ ہو گئے۔ آپ کے ذہن سے قاضی شہر بننے کا خیال اس طرح کل کل کیا۔ جیسے یہ جذبہ بھی آپ کے ذہن میں پیدا ہی نہ ہوا تھا۔ آپ کے دل میں کسی ایک شخص کی خواہش تھی کہ یہ کسی ایک طرح ان اجڑ کر حضرت نظام الدین شہر کجؒ کی قدیموی کا شرف حاصل کریں۔ روایت ہے کہ جیسے ہی نظام الدین اولیاءؒ کا خاوند میں داخل ہوئے۔ حضرت باخاریہؒ نے اپنی جگہ سے اُٹھ کر دروازے پر آپ کا استقبال کیا اور بے ساختہ قاضی کا یہ شعر پڑھا۔

اے قاضی! فرات دل با کباب کردی

سیلاب شقیات جاں با خراب کردی

(حیرت سے فریق کی آگ اور جھ سے لئے کے اشتیاق میں بے ہند جاں خراب ہو گئی ہیں۔) محبوب اپنی نے بہت جا بجا کہ اپنے دل کی کیفیت بیان کریں۔ لیکن حضرت باخاریہؒ کی ہیبت اس قدر تھی کہ زبان سے ایک سطر بھی ادا نہ کر سکے اور بے اختیار روئے ہوئے چپے۔ غلطی کے اس مامور بزرگ کے قدموں سے نہ لپٹ گئے۔ حضرت باخاریہؒ نے محبوب اپنی کو کہنے سے لگا یا اور اپنے مریدان خاص کے حلقے میں داخل کرتے ہوئے کہا۔

”میں چاہتا تھا کہ ولایت ہندوستان کی اور درود۔ نا کا جذب سے ایک آواز آئی کہ ابھی مشہور۔ نظام الدین بدایونیؒ آتے ہیں۔“

مرید ہونے کے بعد آپ نے دیکھا کہ بابا صاحبؒ کی عقل میں تمام مرید مرید سزا جاتے ہوئے بیٹھے ہیں۔ آپ کو چونکہ بنیادی طور پر عالم دین تھے اس لئے بال صاف کرا کے قلمدہ بننے کے لئے تیار نہیں تھے اور عقل میں شریک ہونے کی پہلی شرط یہ تھی کہ انسانی ذہنیت و آرائش کی خاص علامت کو ختم کر دیا جائے۔ آپ کی کارروزی تک تک عقل کا مظاہر ہے پھر ایک دن آپ نے دیکھا کہ مولانا اسحاق بدایونیؒ جیسے عالم بزرگ مرید خاص

چلے آ رہے ہیں۔ فوراً آپ نے سر منڈوایا اور شریک عقل ہو گئے۔

حضرت بابا صاحبؒ کی تربیت نے محبوب اپنی کے دل میں پیدا ہونے والی خواہش و دنیا کو طرح فرما کر دیا کہ نشان تک باقی نہ رہا۔ اپنے ہی درمرد کے شب و روز دیکھ کر محبوب اپنی کی جگہ میں ایک فقیر کے لئے نام ہے اور قلندر کے کہتے ہیں؟ حضرت نظام الدین اولیاءؒ کا صاحبؒ کی معمولی غذا دیکھ کر حیران رہ جاتے۔ شہشاہ سلطان شمس الدین ایشک کا داماد اور سوسو روپیاں.....؟ بغیر تنگ کی آلتی ہوئی ترکاریاں اپنے ہی درمرد کی زندگی کا یہ عجیب و غریب پہلو دیکھ کر محبوب اپنی کی دنیا کے ہر عیش و آرام سے بے نیاز ہو گئے۔ جو درمرد اور دوسرے فقیروں کے لئے سائیں پکانے کا انتظام آپ کے سپرد تھا۔ محبوب اپنی کو یہ دیکھتے ہوئے بہت دن ہو گئے تھے کہ بابا صاحبؒ بادشاہ وقت کے داماد ہونے کے باوجود معمولی قسم کی اُٹلی ہوئی ترکاریاں کھاتے تھے۔ یہاں تک کہ بابا کی زبان تک کی لذت سے بھی آشنا نہیں تھی۔ یہ خیال کر کے آپ کو عجیب احساس ہوا اور پھر درمرد کی محبت نے اس حد تک بے قرار کر دیا کہ آپ نے پڑی ہوئی سے تنگ قرض لے کر کاروبار میں ڈال دیا۔ جب بابا صاحبؒ کھانا کھانے کے لئے بیٹھے اور پہلا نوالہ دہن میں لینے کا ارادہ کیا تو چاک بابا کا ہاتھ کھینچا اور آپ نے بڑے مضطرب کے عالم میں فرمایا۔

”آج بھانپنا تھا بہت بھاری معلوم ہو رہا ہے۔ سائیں کس نے پکا یا تھا۔“

”جو درمرد! میں نے۔“ محبوب اپنی کہا تھی اورب سے بولے۔ ”کیا آج تم نے سائیں میں کچھ تبدیلی کر دی ہے؟“ بابا نے حضرت نظام الدین اولیاءؒ سے پوچھا۔ ”جو درمرد میں نے حسب معمول کھانا پکا یا ہے۔ بس آج کے سائیں میں صرف اتنا فرق ہے کہ اس میں تنگ شامل کر دیا گیا ہے۔“ محبوب اپنی نے ڈرتے ڈرتے

کہا۔

”تنگ کہاں سے آیا؟ خاناہ کے کسی کو نے میں تو تنگ ملک کا جو دھن۔“ بابا کی جہر نے پڑنے سے لئے کے آثار پیدا ہو گئے۔ بابا کی کیفیت دیکھ کر محبوب اپنی سمجھ چکے تھے کہ ان سے ناراضی میں بہت بڑی غلطی ہو گئی ہے۔ پھر کسی آپ جھوٹ نہیں بول سکتے تھے اس لئے شرمسار ہوئے ہوئے آپ نے کہا۔

”میں نے بڑی ہیٹے سے خود زار تنگ قرض لیا تھا۔ مجھ سے یہ حالت دیکھی نہیں جاتی تھی کہ آپ روزانہ بے تنگ اوپر سے حوڑ کار یاں کھائیں۔“

”نظام الدینؒ! درویش خاٹے سے مرنا کوار کر لیتا ہے مگر کسی سے قرض لینا کوار نہیں کرتا۔ اور کوار کو کل اور قرض ایک ساتھ نہیں دے سکتے۔ یہ کہہ کر بابا اپنی نے علم دیا کہ آج کا کھانا فقیروں میں تقسیم کر دیا جائے۔

محبوب اپنی کے دل پر اس واسطے کا اتنا اثر ہوا کہ جو کچھ خواہش لذت و عیش باقی رہ گئی تھی وہ بھی اور آپ دنیا داری کی باتوں سے طرے کرنے لگے۔

آخر جب اجڑوں سے رخصت ہو کر وطنی جانے کا وقت آیا تو بابا صاحبؒ نے محبوب اپنی کو اپنے پیٹنے کا ایک جوڑا دیتے ہوئے فرمایا۔

”نظام الدینؒ! اگر بندہ مغربی سے اُٹھ لے۔“ محبوب اپنی فوراً سمجھ گئے کہ جو درمرد کا اشارہ اس طرف ہے اسے پیٹنے کے اسی حکم کی تعمیل کرنے کے لئے آپ کے پاس نہیں کی۔

اس کے بعد بابا صاحبؒ نے فرمایا۔ ”اے ہنسون کو ہر گنن چڑھنے سے خوش کرنے کی کوشش کرنا پھر تجھے نص کی تکلف سے نجات دل جائے گی۔“ غرض جو درمرد کی بے شمار دعاؤں کے سامنے میں محبوب اپنی اجڑوں سے وطنی کی طرف روانہ ہوئے۔ آپ کے ہمراہ تقریباً چالیس روپے تھے۔ جن کے پاس تن کے کپڑوں کے سوا کچھ نہ تھا۔

جب یہ قافلہ دہلی پہنچا تو مردان خدا کا عجیب عالم تھا۔ اجڑوں (پاک جن شریف) سے دہلی کے طویل سفر میں ان فقروں سے مشکل سے ایک دو وقت کا کھانا کھایا ہوگا۔ دہلی پہنچ کر محبوب الہی نے غیثات پر میں قیام کیا۔ فقروں کے عالم تھا کہ کئی کئی وقت بغیر کچھ کھائے بچے گزار جاتے تھے۔ آخر ایک روز حضرت کے پردوں میں بندہ دلی بیڑھا آدھ ہیر چاول لے کر محبوب الہی کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپ نے ایک مجلس عورت کی عقیدت و محبت کا خیال کرتے ہوئے وہ چاول تول کر لئے اور اپنے ایک ساتھی درویش سے چاول پکانے کے لئے کہا اور آپ خود عبادت میں مشغول ہو گئے۔ ابھی چاول ابھی طرح کھتے ہی یوں ہاتے تھے کہ ایک کبیل فقیر اٹھ کھڑا آیا اور کچھ کھانے کے لئے مانگنے لگا۔ مولانا کمال الدین نے کچھ دیر انتظار کرنے کو کہا کہ فقیر بے انتہا ہجو کا اس لئے ہے مگر بری کا مظاہرہ کر کے لگا اور جب فقیر کا اسرار حد سے زیادہ بڑھ گیا تو محبوب الہی اٹھ بیٹھے اٹھے اور چاول کی باڈی فقیر کے سامنے رکھ دی۔ فقیر نے چاولوں کے ٹھٹھا ہونے کا بھی انتظار نہ کیا اور کئی وقت کے بعد جب کے انسان کی طرح گرم چاول کھانے لگا۔ محبوب الہی کے قہار ساتھی درویش اس فقیر کو جبر سے روک بیٹھے رہے۔ ابھی چند من بھی نہ گزرے تھے کہ فقیر نے چاولوں کی باڈی خالی کر کے زمین پر دے دی۔ محبوب الہی اور دوسرے درویش بھی باڈی کے ٹکڑوں کو دیکھتے تھے اور کئی فقیر کے سر کو پڑا یہ طرز عمل کسی کی بھی سمجھ میں نہ آتا۔ ابھی تمام لوگ حیرت میں مگ تھے کہ فقیر نے محبوب الہی کے چہرے پر ایک ہجر پر نظر ڈالی اور قلندرانہ لہجے میں بولا۔

”درویش نظام الدین! حضرت ہا صاحب نے تجھے نعمت ہائی عطا کی ہے لیکن میں نے تیرے فقر و خدائے میں کتنی کوتاہی کر دی ہے۔“

یہ کہہ کر فقیر نے محبوب سے قلندرانہ اعجاز میں اپنے کبیل کو سنبھال کر چلا گیا۔ اس کے بعد محبوب الہی کی خانقاہ میں دہلی کے امیروں اور درویشوں نے آتی نذر میں بھیجیں کہ لوگ حیران رہ گئے۔ مگر باغیہ فقیر کے قہر سے مرید نے کوئی نذر قبول نہیں کی اور اپنے ساتھی درویشوں کو قسم دیا کہ ایک لشکر خاک و نکل دیا جائے جس میں دہلی کے تمام بھوکے بچے بھر کر کھائے جا سکیں۔ چند ماہ بعد خدا نے محبوب الہی کے لشکر خانے کو آگنی وصفت دی کہ کچھ و شام چڑا دیں بھوکے اپنے پیہ کی آگ بجھاتے تھے اور رنجوب الہی.....؟ آپ نے تمام عمر روزے رکھے۔ انتظار و صبر میں ملک کے پانی کے ساتھ جہ کی ایک دوٹی۔ جس میں آپ کی خدائی۔

محبوب الہی حضرت نظام الدین اولیاء شہ و روز فرض نمازوں کے علاوہ پانچ سو پڑھتے۔ اپنے بے شمار مریدوں کو قرآن مجید اور حدیث پاک کا درس دیتے اور ہر جمعہ ساری دنیا سونائی تو آپ اپنے رب کے حضور خم ہو جاتے اور اتنا روتے کہ داڑھی آنسوؤں سے تر ہو جاتی۔

صبح سے شام تک آپ کے روزانے پر ضرورت مندوں کی ہیمز کی دقتی۔ آپ ایک ایک شخص پر فوج فرماتے۔ شاید یہ کوئی بدلیصہ شخص ایسا ہو جو آپ کے آستانے سے خالی ہاتھ واپس گیا ہو۔ محبوب الہی ان کو نوازشات سے آپ کے ہندوستان کا یہ تمام بادشاہ بادشاہ دہلی کے تمام امیروں اور درویشوں کی ہمیشہ سے خواہش راتی کہ آپ کی محبت میں رہیں لیکن محبوب الہی اس طبقے کے لوگوں کو سخت ناپسند کرتے۔ شاذ و نادر ہی کوئی وزیر یا رئیس زادہ یا مہاراجہ سے حضرت نے اپنی خانقاہ میں آنے کی اجازت دی ہوگی۔ انتہا یہ ہے کہ سلطان علاء الدین کی بھی جیسا صبار و دہلا کر رکھنے والا شہنشاہ تمام عمر آپ کی قدیم بوسی کے لئے ترستا رہا۔ جب آپ کسی طرح ملاقات پر راضی نہ ہوتے تو علاء الدین الہی نے

حضرت امیر خسرو سے اپنی دلی خواہش کا اظہار کیا۔ امیر خسرو علاء الدین الہی کے درباری شاعر تھے اور بادشاہ سے بہت اہم طرح معلوم تھے کہ محبوب الہی خسرو کی بات کسی طرح نہیں مانگے۔ بادشاہ کی یہ عقیدت دیکھ کر امیر خسرو نے اپنے پیر و مرشد سے اس بات کا ذکر کیا کہ قہار ایک دن حضرت نظام الدین اولیاء نے درس کے دوران فرمایا کہ۔

”جس طرح زمین و آسمان آپس میں نہیں مل سکتے اسی طرح ایک فقیر اور بادشاہ میں بھی کوئی رشتہ قائم نہیں ہو سکتا۔“

محبوب الہی کی زبان مہارک ہے یہ جملے سن کر حضرت امیر خسرو سمجھے کہ یہ مرشد کا اشارہ اس طرف ہے۔ دوسرے روز حضرت امیر خسرو نے علاء الدین الہی سے صاف صاف کہہ دیا کہ ”یہ ملاقات ممکن نہیں۔“ یہ سن کر سلطان کے جذبہ کو گھس پچھنی اور اس نے ڈرا بکڑے ہوئے لیجے میں کہا۔

”خسرو! تم نے ہم سے وعدہ کیا تھا۔“

”مجھے کیا ہے۔ اب زیادہ سے زیادہ یہ ہو سکتا ہے کہ آپ میری ہمہ تن کی وجہ سے ناسمجھ ہو جائیں اور آپ کی راجسٹری میری دنیا خراب کر دے گی۔ مگر میری مرضہ مجھ سے خفا ہو گئے تو میری حالت خراب ہو جائے گی۔ بہر حال میں دنیا کے لالچ میں اپنی حالت خراب نہیں کر سکتا۔“ حضرت امیر خسرو کا جواب اس قدر بے ساختہ تھا کہ سلطان علاء الدین الہی دم بخور ہو گیا۔ اس کے ہونٹوں کو جوش تک نہ ہوئی۔

مگر قدیم بوسی کی تمنا سلطان کو کسی طرح سے بھی بین سے چھینے نہیں دیتی تھی۔ مجبور ہو کر اس نے محبوب الہی کو بڑے عاجزانہ انداز میں خفا کھلا اور قدیم بوسی کی خواہش ظاہر کی۔ حضرت نظام الدین اولیاء نے کوئی جواب نہیں دیا۔ علاء الدین الہی نے دوسرا خط لکھا۔ اس مکتوب میں قدیم بوسی کی آرزو پہلے سے زیادہ شدت اختیار کر گئی تھی۔

محبوب الہی نے جواب میں لکھوایا۔

”فقیر کے کمرے کے دروازے ہیں۔ تو اگر کسی سے داخل ہوگا تو کس دوسرے سے باہر نہیں جائوں گا۔ اگر زیادہ کمرے کے کا تو تیرا ملک چھوڑ دوں گا۔ کیونکہ خدا کی زمین تنگ نہیں ہے۔“

محبوب الہی کی راجسٹری دیکھ کر سلطان علاء الدین الہی لڑزیا اور اس نے فوراً تیری تیرا خط لکھا۔

”میں اپنی خواہش کا کھانا کھونٹ دوں گا مگر آپ دہلی نہ چھوڑیں میں تو صرف اس لئے قدیم بوسی کی اجازت چاہتا تھا کہ حضرت سے اپنی سلامتی کے لئے دعا کر سکوں۔“

محبوب الہی نے جواب میں دوسرا خط لکھا۔

”تجھے یہاں آنے کی ضرورت نہیں۔ تو عدل و انصاف کے ساتھ حکومت کر۔ میں تیرے لئے دعا کرتا رہوں گا۔“

سلطان محبوب الہی کے اس خط کو پا کر بہت خوش ہوا اور اس نے اپنے درباریوں سے کہا کہ ”اب میری حکومت کرشاد، دو سال سے کھٹو ہو گئی ہے۔“ تاریخ گواہ ہے کہ علاء الدین الہی نے طویل و عریض ہندوستان پر انتہائی شان و دبدبہ سے حکومت کی۔ فرزانہ دہلی کے دور میں بڑے بڑے ہنگاموں سے سر اٹھایا لیکن محبوب الہی کی دعاؤں سے تمام بے وقوفے اور علاء الدین الہی وقت کی سازشوں سے محفوظ رہا۔ ہوشمند بادشاہوں کے علاوہ ہندوستان کے کچھ حکمران ایسے بھی تھے جنہیں اقتدار کے لئے بے حد جاس حد کا کرنا تھا اور وہ دہلی کے اس قلندر کو طرطوط سے نکلیں پہنچاتے تھے تاکہ ہندوستان کا یہ بیجا بادشاہ اپنے عقیدت مندوں کی نظروں میں وسیل و رسوا ہو جائے۔ سلطان غیث الدین بہمن بھی اسی کم ظرفی اور حد کا کرنا تھا۔ سلطان کے خورشیدی دیو بادشاہ اور بدکردار شہزادوں نے اس کے دماغ میں یہ بات اور طرح بٹھا دی تھی کہ ”ہندوستانی عوام کے دلوں میں

آہٹیں نہیں لگھوائی تھیں۔ محبوب الہی قلب الدین کے اس علم و قدر سے خوش نہیں تھے کیونکہ خضر خان کا پریہ تھا اور ایک سرید کی تکلیف سے کوئی خیر خوش نہیں ہو سکتا۔ قلب الدین ان تمام چیزوں سے بے نیاز ہو کر خضر خان پر ظلم ڈھاتا رہا۔ خدا کو یہی منظور تھا محبوب الہی کرتے بھی تو کیا کرتے۔ صرف آسمان کی طرف دیکھ کر خاموش ہو جاتے۔ آپ کو فرشتہ اعلیٰ کے فیصلے کا انتظار تھا۔ وہ فیصلہ جوت سالوں پر ہو چکا تھا کمر جس کے ذہن پر ظاہر ہونے کا اسی وقت تک نہیں آیا تھا۔

قلب الدین اپنے انعام سے بے غرض محبوب الہی کے سرید خضر خان پر ظلم ڈھاتا رہا اور خضر شاہ کی دربار میں کے بھرم میں گھرا ہوا اپنے ہاتھ سے اپنی کھربو تار رہا۔ جب دلیل کردار رکھنے والے درباری حضرت نظام الدین اولیاء کو خلاف کوئی سازش نہ کر سکتے تو انہوں نے ایک اور جاہلانہ منصوبہ بنایا جس سے بادشاہ کا سنا ہو گیا تھی اور تھا۔ قلب الدین اور دوسرے بادشاہوں کے دربار میں یہ رسم تھی کہ جب بھی پہلی تاریخ کا فیاض آتا تھا تو وہی کے تمام دولوی اور درباری بادشاہین حاضر ہو کر بادشاہ کو مبارکباد دیتے تھے اور حکومت کی سلاطی کے لئے دعا مانگتے۔ بادشاہ کرتے تھے۔ یہ بھی خضر شاہ کا ایک درباری اہماد تھا جسے دربارت مولویوں نے تلفظ نام دے رکھے تھے۔ محبوب الہی کے لئے اس رسم کی اہم اہم کو خیر یا ممکن ہی تھی۔ آپ یہ بھی کیا کرنا نہیں کرتے تھے نہ بادشاہ وقت آپ کی خانقاہ میں داخل ہو۔ محبوب الہی کے اس طرز عمل کو دیکھ کر خائفین کے ہاتھ اکھبائی ہانڈا گیا اور خضر شاہ یوں نے یہ کہہ کر بادشاہ کو گرا کر خضر شاہ کو گریا۔

”نظام الدین اولیاء آپ کی بادشاہت کو تسلیم نہیں کرتے اگر وہ آپ کو گرفتار روائے وقت مانتے تو دربار میں حاضری دے آپ کی حکومت کی سلاطی کے لئے دعا کرتے۔ وہ یقیناً بدوہ آپ کے اقتدار کے خلاف سازشیں کر رہے ہیں۔“

قلب الدین چونکہ دنیا پرست اور فحشی مزاج بادشاہ تھا۔ اس لئے ایک فقیر کے کردار کو نہیں سمجھ سکا اور خضر شاہ یوں کی گراہی کا بوقلمون سے متاثر ہو کر محبوب الہی کی مخالفت پر اتر آیا۔ اس نے فوراً ہی ایک خاص وزیر کے ذریعے حضرت نظام الدین اولیاء کو گمراہ کر دیا۔ یہی دوسرے علماء کی طرح یہ سبب کی جائیداد کو دربار میں حاضر ہوا کر۔ محبوب الہی نے قلب الدین کا وہ حکم کو لیا اور خاموش رہے۔

جب پہلی جائیداد آئی تو حضرت نظام الدین اولیاء بادشاہ کے حکم کو اس طرح بھول گئے جیسے نہ وہ دلی میں قلب الدین کا وجود ہے اور نہ اس کے حکم کی کوئی اہمیت۔ وقت گزرا کیا خائفین موقع کی تلاش میں تھے۔ انہوں نے بادشاہ کو محبوب الہی کی نافرمانی کی طرف توجہ دلائی۔ قلب الدین نے حضرت نظام الدین اولیاء کے حاضر نہ ہونے کو اپنی توہین سمجھا اور دوبارہ سختی سے حکم دیا۔

اگلے ماہ جب جائیداد آئی تو محبوب الہی نے اپنے خادم اقبال کو کوچ و تابانہ۔ خائفین نے اس صورت حال کو عجیب انداز میں دیکھ کر توجہ کیا۔ قلب الدین کی طرف تھا اس لئے محبوب الہی کے قلندرانہ کردار کو برداشت نہ کر سکتا اور عام دہشت میں اس نے چند سپاہیوں کو حکم دیا کہ نظام الدین اولیاء کو گرفتار کر لیں۔ انہوں نے فوراً ہی انہیں زبردستی دربار میں حاضر کیا جائے جس نے بھی بادشاہ کا یہ حکم خاندان حکم نامہ بخورہ گیا۔ شخص محبوب الہی کے سر سے بے واقف تھا۔ کمر موت کے خوف سے کسی میں بھی کچھ نہیں بکری جرات نہ تھی۔

جب سپاہی حضرت الہی اپنی خانقاہ کی صحت پر حملہ کر رہے تھے۔ حضرت کے خادم اقبال نے سپاہیوں سے صاف صاف کہہ دیا کہ جب تک محبوب الہی آپ سے تشریف نہیں لے لے اس وقت تک میں کوئی پیغام خدمت ان کی

میں نہیں پہنچا سکتا۔ سپاہیوں کو اپنی ملازمت اور جان خطر سے نظر آ رہی تھی اس لئے وہ جلد بازی کا مظاہرہ کرنے لگے۔ اقبال نے معذرت کی اور کہا کہ اگر انہیں ایسی ہی جلدی ہے تو وہ خود لوہے پر جائیں سپاہی بادشاہ کے حکم سے مجبور تھے۔ اس لئے فوراً ہی خانقاہ کی صحت پر حملے گئے وہاں انہوں نے دیکھا کہ محبوب الہی انتہائی احترام کے عالم میں بیٹھے ہوئے حضرت شیخ سعدی کا یہ شعر بار بار پڑھ رہے تھے۔

”وہدک و ہدک چہ انتہائی چہا ہے غلغلیں،
باشیر پنچہ کردی ویدی نہ مزانے غلغلیں
(اگر ہوس کے بچے اتر لیں جگہ پر غلغلیں کیوں نہیں بیٹھتا۔ تو نے شیر کے بچے میں پنچہ اہل دیا اور اس کی مراد نہیں)۔“

سپاہیوں پر محبوب الہی کی عظیمی غلامی تھی۔ ہر کسی انہوں نے آپ کو بادشاہ کا حکم مانا۔ حضرت نظام الدین اولیاء چند لمحات کے لئے ٹھہرے پھر آپ نے سپاہیوں سے کہا۔

”تم سب بادشاہ کو کچھ بھیجنا چاہتے ہو؟“

”قلب الدین الہی کا سپاہیوں نے ادب سے کہا۔
”ہاؤا ہے بادشاہ کی خبر لو اب وہ حکم دینے سے متعلیٰ نہیں رہا۔“

محبوب الہی نے خضر شاہ کی بجائے میں کہا۔
سپاہیوں پر آپ کے مختصر سے جملوں کی اس قدر دہشت غلامی ہوئی کہ وہ آگے پاؤں دابھیں چلے گئے اور جب دربار میں پہنچے تو انہوں نے جواہر جہانک منظر دیکھا۔ قلب الدین کے بیٹے نے باپ کے خلاف بے گناہی کر دی تھی۔ تمام نظام دربار میں ہو گیا تھا اور قلب الدین کی لاش خون میں نہائی ہوئی فرش پر پڑی تھی۔ سپاہیوں کے کانوں میں اچانک محبوب الہی کا وہ شعر گونجنے لگا اور وہ رز کر رہ گئے۔

”باشیر پنچہ کردی ویدی نہ مزانے غلغلیں
ایک دوسرے بادشاہ کا عبرت کا حکم انجام پر کرنے سے

پہلے میں آپ کو حضرت امیر خسرو کے بارے میں چند تحریر انگیز نامیں بتانا چاہتا ہوں۔ وہ اس لئے کہ آئندہ صفحات میں جبرو کا خیر کر کے جانے والے ہیں ان کا تعلق کافی حد تک امیر خسرو کی ذات گرامی سے بھی ہے۔

امیر خسرو محبوب الہی کے انتہائی چہیتے مرید تھے۔ آپ اپنے ہی دربار میں جبرو کا خیر کر کے تھے کہ جب ایک مرتبہ حضرت محبوب الہی نے ایک ضرورت مند کو اپنے جوتے دے دیئے تھے۔ تو امیر خسرو نے وہی جوتے ایک لاکھ روپے میں خرید لئے۔ حضرت نظام الدین اولیاء کو جب اس واقعے کی خبر ہوئی تھی تو آپ نے فرمایا تھا کہ

”خسرو سیاراد از اس خریدی“
(خسرو اتم نے یہ جوتے بہت سستہ داموں خریدے)

یہ درباری زبان سے کلمات سن کر امیر خسرو نے عرض کیا تھا۔

”اگر خسرو کے پاس اس وقت تمام دنیا کی دولت ہو تو وہ بھی دربار میں جبرو کے خیر کر دیتا۔“

یہ صرف زبان کی باتیں نہیں تھیں۔ امیر خسرو نے اپنی عقیدت کا اس حد تک علمی مظاہرہ کیا تھا کہ بنگال سے دہلی تک کے طولی سڑکیں محبوب الہی کے جوتوں کو اپنے سر پہ کر لائے تھے۔

امیر خسرو چونکہ قادری زبان کے زبردست شاعر ہونے کے علاوہ جید عالم بھی تھے۔ اس لئے آپ نے حضرت شیخ سعدی کی مشہور کتاب ”گھستان“ کے جواب میں ”گھستان“ تحریر کی۔ تاریخی روایت ہے کہ حضرت سعدی کی ”گھستان“ ہمیشہ محبوب الہی کے سر پہانے دگی رہی تھی۔ امیر خسرو نے یہ سوجھ کر اپنی کتاب ”گھستان“ کے اوپر رکھ دی کہ جب جبرو مرشد شیخ سعدی کی کتاب اٹھائیں گے تو آپ کی نظریں ”گھستان“ پر بھی پڑ

مرشد نظام الدین کو اس مغل میں تلاش کر۔“

خسروؑ نے جب بہت تلاش کیا تو سب سے پھول
مغلوں میں انہیں اپنے ہیور مرشد نظر آئے۔ اس کے بعد
محبوبؒ الہی نے امیر خسروؑ سے اپنا ہاتھ پیچھا لیا اور فرمایا
”خسروؑ تو نے اس مغل میں اپنے ہیور مرشد کی
حیثیت اور سہولت کا مقام دیکھا جو محض رسالت کا
کے اتنے قریب ہو تو اس کی کتاب کے جواب میں
”ہشتان“ لکھتا ہے۔“

امیر خسروؑ بن کر شرمندہ ہو گئے اور ہر کسی سے
کہی کہ اس کتاب کا جواب لکھنے کی کوشش نہیں کی۔
اب آپ کا اعزاز ہو گیا کہ محبوبؒ الہی امیر خسروؑ
سے بہت سے کتابیں دوسرے بزرگوں کا ذکر اور مشاعرہ
کرتے تھے۔ یہ آپ کے کاردار نمایاں پہلو تھا کہ آپ
نے اپنی تحریف پسند نہیں کی۔ جو محض اپنی ذات کو دنیا کی
ہر لالچ اور فرائض سے دور رکھے اسے کیا ضرورت ہے کہ
وہ بادشاہ وقت کے دربار میں حاضری دے۔ جس نے
ذمہ کی ہر جہت کو دنیا کی اور دنیا کے پانی کو اپنی غذا کے طور
پر استعمال کیا ہوا ہے دنیا کی دولت کسی طرح خرید سکتی
ہے اسے یہ نظر بند دستان کے بادشاہوں کی سمجھ نہیں آتا
اس لئے وہ محبوبؒ الہی کو خریدنے کی کوشش کرتے
رہے۔ جسے جب آپ نے اپنے مقصد میں ناکامی ہوئی تو وہ
اس وقت قدر کی دل آزاری پر آمز آئے۔

غلب الدینؒ علی کے بعد غیاث الدینؒ بن تغلق کو اس
کے مشیروں نے بھیجا کہ نظام الدینؒ اور دہلی کے تخت
پر قبضہ کر لیں گے۔ غیاث الدینؒ بن تغلق ایک مہترف اور
عاقبت دانہ پیش بادشاہ تھا۔ اس لئے جلدی گوارہ ہو گیا۔
بہال جاتے وقت اس نے محبوبؒ الہی کو ایک اچھائی
ذلت آمیز خط لکھا۔

”نظام الدینؒ! امیر سے بہال کے لوٹنے سے پہلے
تیری بھاری اسی جہت سے کہ دہلی چھوڑ دے۔ ورنہ تجھے
اسی عمر تک ہزاروں کا بندہ دستان کے لوگ قیامت

کا نہیں گی۔ اس طرح میری تحریریں حضرت کے مطالعے
میں آ جاوے گی۔ دوسرے روز جب امیر خسروؑ نے دیکھا
خسروؑ کی کتاب ”ہشتان“ کیجے کہی تھی۔ امیر خسروؑ نے
دوبارہ تہنیت بدل کر اپنی کتاب ”گھٹان“ کے اوپر رکھ
دی۔ تیسرے روز دیکھا تو ”ہشتان“ پھر ”گھٹان“
کے پیچھے تھی۔ جب یہ مل کی دن تک مسلسل دہرایا جا تا رہا
تو امیر خسروؑ ایک روز محبوبؒ الہی کے سامنے ہاتھ باندھ کر
کہنے لگے اور بڑے آواز سے کہنے لگے۔
”ہیور مرشد! آپ نے میری تحریریں کو ملاحظہ نہیں
فرمایا۔ میں نے سہولت سے اچھی کتاب لکھی ہے۔“

امیر خسروؑ کا زبان سے یہ بات سننے سے محبوبؒ الہی کی
چٹائی پر ہل کر پڑ گئے اور آپ نے فرمایا
”کیا تو سہولت کو صرف شاعر کہتا ہے۔ میرے قریب
آ۔“ محبوبؒ الہی کا بڑا ہوا لہجہ دیکھ کر امیر خسروؑ ہم گئے
اور راز دے ہوئے دوزخ کو آپ کے قریب آکر بیٹھے۔
یہ ایک محبوبؒ الہی نے امیر خسروؑ کی آنکھوں پر اپنا ہاتھ
رکھا اور فرمایا۔
”خسروؑ سے دیکھ۔“

امیر خسروؑ نے دیکھا کہ..... ایک عجیب و غریب مغل
آرامتہ ہے۔ مسند اور پر راسخ حضور اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم جلوہ افروز ہیں۔ صحابہ کرامؓ کا مغل مغلوں میں اور
اس کے بعد دوسرے بادشاہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
ہیں۔ ایک شخص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سوجھ
(ایک قسم کا پگھلا) میٹل رہا ہے۔ رسالت کا سب اس شخص
سے فرماتے ہیں۔ ”یہاں سہولت“
سہولت نورانی اپنی شہر و نعت
بلغ اللہ علیہ بکار کشف اللہ علیہ بجمال

پڑھنا شروع کر دیتے ہیں..... اسی دوران میں محبوبؒ الہی
امیر خسروؑ سے فرماتے ہیں۔
”یہ ہے صلح الدین سہولت اب ذرا اپنے ہیور

نیک یاد رکھیں گے۔“

جب یہ خط محبوبؒ الہی کے سامنے پڑھا تو قیامت
میر جہاں وقت حاضر تھے بادشاہ کا خون کن کر راز تھے۔
امیر خسروؑ کے چہرے کا رنگ بدل گیا مگر کسی میں اتنی
جرات نہیں تھی کہ حضرت کے سامنے سب کچھ لکھا کر سکے۔
محبوبؒ الہی چند لمبے نیک خاموش رہے اور پھر اپنے
دست مبارک سے بادشاہ کے خط کی پشت پر لکھا۔

”ہنوز دہلی اور سات۔“
(انہی دہلی اور سات)۔
اب وقت بادشاہ کے خط کی پشت پر جواب لکھا نہایت
بڑا جرم سمجھا جا تا تھا اور ہر جگہ خط میں آداب شای کا
بھی لحاظ نہ رکھا گیا تھا۔ یہ دور بڑا جرم تھا۔
الدین تغلق کا قاصد جو خط لے کر آیا تھا ایک قند رکاب
اعمال دیکھ کر سامنے میں آ گیا مگر اس نے زبان سے
کچھ نہیں کہا۔ خاموشی سے اٹھا اور محبوبؒ الہی کا جواب
لے کر چلا گیا۔

قاصد کے ہاتھ ہی حضرت نظام الدینؒ اور اولیاء کے
میردوں کا اضطراب بڑھ گیا۔ امیر خسروؑ نے غیاث
الدینؒ بن تغلق کی کینکلی اور تندہ پسند طبیعت کے سامنے میں
تفصیل سے بتایا کہ آپ صرف سرگرد ہو گئے۔
بہال کی بھانڈت کو کہنے کے بعد جب غیاث الدینؒ
تغلق واپس لوٹ کر دہلی میں پہنچا جتن ماننے کے لئے
اس کے بیٹے نے جتنا کہے کیا سہ ایک لکیر تیر کر دیا
میں کی دل نیک دھن دوسری کے ہنگامے پر پڑا کرنے کا
پر دو کام بتایا گیا تھا۔ جیسے جیسے غیاث الدینؒ بن تغلق دہلی کی
طرف بڑھ رہا تھا حضرت امیر خسروؑ نے جتنی میں
اضافہ ہوتا جا رہا تھا آپ بار بار محبوبؒ الہی سے فرماتے
تھے۔

”خسروؑ! غیاث الدینؒ بن تغلق بہت کینہ ہے اس کا
ملاں نہ کیجئے۔“
امیر خسروؑ کے اضطراب کے جواب میں محبوبؒ الہی

سرگردا فرماتے تھے۔

”خسروؑ! اتنے سے کچھ نہیں کیوں ہوتے ہو؟ ابھی دہلی
دور ہے۔“ امیر خسروؑ نے ہیور مرشد کا جواب سن کر احزانہ
خاموش ہو جاتا تھے۔ مگر ان کے چہرے سے صاف
ظاہر ہوتا تھا کہ وہ دہلی طور پر مطمئن نہیں ہیں۔ امیر خسروؑ
کی یہ ہے قراری اپنے ہیور مرشد کی ہے انتظار محبت کے
سبب کی۔ ورنہ وہ یہ انہی طرح جانتے تھے کہ غیاث
الدینؒ بن تغلق محبوبؒ الہی کا کینکلیں کاڑھ سکتا تھا۔

آخر جب غیاث الدینؒ بن تغلق دہلی کی حدود میں داخل
ہو گیا تو امیر خسروؑ نے کہتے ہوئے محبوبؒ الہی کے سامنے
رودیت۔
”حضرت وہ ذلیل انسان سر پر آچھکا اس کا کوئی
بندہ دوست کیجئے۔“
محبوبؒ الہی نے پھر فرمایا۔ خسروؑ! ابھی دہلی بہت دور
ہے۔ جب خسروؑ نے محبوبؒ الہی کی یہ نیازی دیکھی تو
بے اختیار قدموں سے لپٹ گئے اور روتے ہوئے
فرمایا۔

”ہیور مرشد! آپ اپنی خاموشی تو خسروؑ کے لئے
غیاث الدینؒ بن تغلق کا انتقام کیجئے۔“
حضرت غیاث الدینؒ اور اولیاء خسروؑ کی اس بے قراری
سے بہت متاثر ہوئے اور ہر جگہ عالم میں فرمایا۔
”خسروؑ! تم بہت خدنی ہو مانو گے نہیں۔ اچھا اٹھو اور
ایک تہ بڑے لے کر۔“
”خسروؑ! نورانی تہ بڑے لے کر حاضر خدمت ہوئے۔
محبوبؒ الہی نے تہ بڑے لے کر ایک خون میں رکھ کر اس پر سرخ
کپڑا ڈالے ہوئے فرمایا۔

”یہ خون حضرت سیدہ امیر ہاتھ کے پاس لے جاؤ اور
اٹھیں بہت بات کہیں گے ساتھ میرا سلام پیش کرو۔“
خسروؑ بہت تیزی سے اٹھے اور سیدہ امیر ہاتھ کے مکان
کی طرف روانہ ہو گئے۔ حضرت سیدہ امیر ہاتھ دہلی میں
ایک عجیب و غریب بزرگ گزرے ہیں۔ ان کے



لیم نائون

شکار

ایک شیطان صفت شخص کا قتیضہ اس کے قتیضہ میں شیطان طاقیت نہیں

بارے میں زیادہ نصیحتات تو معلوم نہیں ہوئیں پھر بھی اُن کے بارے میں یہ حیرت انگیز روایت مشہور ہے کہ سید احمد بہار میچ سے شام تک ایک جگہ دیوار بناتے تھے اور پھر شام کو اسے ڈھانچے تھے۔ اس دیوار کے بنانے اور گرانے میں کیا راز تھا خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ حضرت امیر خسرو جب سید احمد بہار کے پاس پہنچے تو حضرت حسب معمول دیوار بناتے رہے تھے۔ آپ کے دونوں ہاتھ گیلی مٹی میں آلودہ تھے۔ امیر خسرو نے محبوب الہی کا سلام پیش کرتے ہوئے سرخ کپڑے میں لپیٹا ہوا خوان آگے بڑھا دیا۔ اس سرخ پوش خوان کو دیکھ کر سید احمد بہار کے چہرے کا رنگ بدل گیا اور آپ نے بڑے عجیب سے اعداد میں فرمایا۔

”تہہ را بھیر ہر شرمی خوب ہے۔ لوگوں کے سروں پر تاج خود رکھتا ہے اور کفن پہنانے کے لئے مجھ سے کہتا ہے۔ خیر اب تو اس کی بات رکھنی ہی پڑے گی۔“ یہ کہہ کر سید احمد بہار نے بڑی جیڑی سے تہہ بڑا اٹھایا۔ اچانک سے فرار کی گئی۔ اس کی طرف دیکھا اور ریزہ ریزہ دیوار پر بارے ہوئے بلند آواز میں فرمایا۔

”بہر تعلق“ (تعلق کے سر پر)

اُس وقت غیاث الدین تعلق بگاہہ جشن میں شریک ہونے کے لئے جہان کے کنارے بنائے ہوئے محل میں داخل ہو رہا تھا۔ اچانک لوگوں نے دیکھا کہ پورا محل تعلق اور ساتھیوں کے سروں پر آگیا اور جب لیٹے کو مٹایا گیا تو بادشاہ اور اس کے ساتھیوں میں سے کوئی بھی زندہ نہ بچا تھا۔ جو تک صورت حال سے باخبر تھے وہ غیاث الدین تعلق کے عبرتناک انجام پر ہنس خاہر کرتے ہوئے محبوب الہی کا یہ جملہ ہراتے رہے۔

”بہزودی دو راست۔“

آج اس جیلے کی قبولیت کا یہ عالم ہے کہ مسیحا تعلیم یافتہ بھی اپنی لنگھوں میں محبوب الہی کے اس قول کو کہیں نہ کہیں استعمال کر جاتا ہے۔

☆☆☆

...

شکار

ایک نوجوان کو پیش آنے والے عجیب و غریب واقعات کی روداد وہ مستقبل میں پیش آنے والے واقعات کو پہلی ہی خواب میں دیکھ لیتا تھا۔ ہر اسرار کھانیوں کے شائق قارئین کے لیے بطور خاص اُن لمحوں کا احوال جب موت سامنے آکر کھڑی ہو جاتی ہے۔

نیم خاتون

ایک شیطان صفت شخص کا قصہ اس کے قبضہ میں شیطان طاقتیں نہیں

میں ایسے آئیں میں بیٹھا تھا میرے سوا کون کی تلی بج گئی۔ میں نے میز پر سے فون اٹھا کر اس کی اسکرین پر نمبر دیکھا جبری کرل انریڈ سونیا کا تھا۔ وہ کچھ دنوں سے مجھ سے روٹھی ہوئی تھی۔ میں نے بھی شے میں آکر فیمل کر لیا تھا کہ میں نے اسے کس مٹاؤں گا۔ میں نے شن دیا کہ فون کان سے نکال دو "ہیلو؟" ہولا۔ "کیسے ہو تم؟" سونیا کی آواز میری سماعت سے کھڑائی۔ "میں بالکل ٹھیک ہوں تم کیسی ہو؟" میں نے جواب دینے کے بعد سوال کیا۔ "میں تو سوچ رہی تھی کہ تم فون کرو گے؟" قدرے شکایتی لہجے میں بولی۔

"وقت نہیں ملا۔" میں نے بے نیازی سے کہا۔ "اچھا..... آئی انم سوری!..... میں معافی مانگتی ہوں۔ اب موز ٹھیک کرو۔" وہ بولی۔ "میرا موز ٹھیک ہے۔" میں نے اب بھی اپنے لہجے میں ڈرا بے نیازی رکھی۔ "اچھا..... یہ بتاؤ کہ تم اس وقت کہاں ہو؟" اس نے

پوچھا۔ "میں فون میں۔" میں نے جواب دیا۔ "اچھا ٹھیک ہے۔ میں وہیں آ رہی ہوں۔ اوکے؟" وہ بولی۔ "ٹھیک ہے۔ آ جاؤ۔" میں نے کہا اور رابطہ منقطع کر دیا۔ تقریباً دس منٹ بعد وہ میرے سامنے تھی۔ میں نے اپنے رویے میں بے نیازی قرار دی۔ وہ میرے سامنے ہاتھ جوڑتے ہوئے بولی۔ "اچھا بھئی!..... لو..... اب تو میں نے ہاتھ جوڑ دیے۔ اب تو قدرے محکوم دو۔" میں سوچنے لگا تو وہ اپنی جگہ سے اٹھی اور میرے قریب آ گئی۔ اس نے میری گردن کے گرد بازو جامل کر دے اس کے ساتھ ہی ہاتھ جھکنے لگے۔ میں تو ویسے ہی بڑی مشکل سے اس کی دوری برداشت کیے ہوئے تھا۔ چنانچہ میں نے اسے جھکنے سے روک لیا۔ چند لمحوں میں اس کے سامنے آکر نہنے لگے اور آٹھوں میں نشر سائیر نے لگا۔ یہ میرے تجربے کی بات تھی کہ وہ خاص ہی مذہبی تھی اور



میرے قریب آتے ہے ہی خواہ وہ جوش و ہوا میں تھی۔
 اچانک ایک انکار کا مکی تلخ کی توم دونوں ہی اچھل سے
 اگے اور پھر ہم نے ایک دوسرے کی طرف خرمندہ کانوں
 سے دیکھا کیوں کہ ہم جانتے تھے کہ یہ آفس ہے اور ہمیں
 یہاں کسی حرکتوں سے اجتناب کرنا چاہیے۔
 سونا چھ سے علیحدہ ہوئے اور اپنے سانس بحال کرتے
 ہوئے بولی۔ ”کئی ایام سوری! شاید میں کچھ زیادہ
 جذباتی ہو گئی تھی۔“
 ”بھئی! قصور میرا ہے مجھے اعتقاد کرنا چاہیے تھا۔“
 میں نے خرمندہ چہرے میں کہا اور پھر سیدھا کمران سے لگایا
 میری لپڑی کی پکڑ کی آواز میرے کان میں آئی۔
 ”سر! کوئی مسٹر فرما آئے ہیں! کہتے ہیں کہ آپ

ہر ایک رستورنٹ میں آ کر بیٹھ گئے۔
 کچھ اجڑا دھڑک رہا تھا کہ بعد سوچنا نہ مجھ سے کہا۔
 ”آج میں اور ڈیڑی گنی پی پی پی کے کھر جا رہا ہے۔ میں رات
 ویدیا میں سے۔“
 میں اس کی بات کا مطلب سمجھ گیا۔ وہ جانتی تھی کہ میں
 آج رات اس کے کھر رہوں۔ میں اپنی کیا رائے اس
 طرح اس کے کھر رہنے کی بتا چکا تھا۔ ”تو اس کا مطلب
 ہے کہ میں آج رات تمہارے کھر رہا ہوں؟“
 ”ہاں بالکل۔“ کچھ بے یاسی تاؤ کر لیں گے۔ ”وہ بے
 مافی سے ہوئی۔“

”صبرِ حق چاہ رہا ہے کہ ابھی رات ہو جائے۔“ میں نے بے صبری سے بولا۔

”صبر کرو مجھے۔ تمہارے چاہیے سے رات جلدی نہیں آ سکتی۔“ وہ میرے سے نفس کربلی۔

میں نے ایک گھبراہٹ سے لڑکھا: ”تم کچھ بھی ہو۔ سوائے ہرگز کے کوئی چاہ نہیں ہے۔“

ہم دونوں نے ہر قسم کی اور یاد کرنے کے بعد سوچا کہ کمر آگئے۔ دروازہ بند کرتے ہی وہ مجھ سے لپٹ گئی۔ میں اور ہم کچھ سی دیں اور دنیا دہانیا سے بے خبر ہو گئے۔ کمرہ ہماری نظر سانس اور سسکاہٹوں سے گونجنے لگا۔ کئی دیر بعد جب نفسِ شیطانی چاہتا ہے کہ شریار کو ہر گھروں نے ہموار توڑا میں نے ہم کو ہرگز متروک نہ کیا۔ سونا آپ کی میرے پہلو میں کھڑی آئیں سوسے لیے لیے سانس لے رہی تھی۔

”وجہ!..... ایک بات کہیں تم سے؟“ وہ اپنی بے حال سالوں پر قابو پاتے ہوئے خدا کو دلچسپی میں بولی۔
 ”ہاں کہو؟“ میں نے کہا۔
 ”مجھے لگا ہے کہ تم شاید مجھ سے عجمی بہت نہیں کرتے؟“
 اُس نے خدا پر ظاہر کیا۔
 ”ہر تہ سے کیسے سوچا لایا؟“ میں نے فوراً کہا۔

عی نہیں کیا۔ ” وہ بولی۔

”کیسکی کوئی بات نہیں ہے۔ میں تو خود زپ رہا تھا لیکن
میں میں نے بھی فیصلہ کر لیا تھا اس مرتبہ تم مجھے سناؤ گی۔
وہیے اگر تم اور زیادہ وفادار رہتی تو یقیناً میں خود تمہارے
پاس آ جاتا۔“ میں نے کہا تو اس کے چہرے پر خوشی نظر
آنے لگی۔ وہ بولی۔

”بک کہہ رہے ہو؟“
 ”بالکل بک۔“ میں نے کہا۔
 ”ادھر ڈالو گ۔“ کہہ کر وہ مجھ سے پلٹ گئی۔ ہم کچھ دیر
 چلا بھری باتیں کرنے کے بعد نیند کی آغوش میں چلے
 گئے۔

•

میں میں اپنی کار میں آفس کی طرف جا رہا تھا۔ اچانک ایک دوسرے بارہ سالہ لڑکا دائیں طرف سے بھاگتا ہوا میری کار کے سامنے سے لڑکا چلا گیا جس کے بعد میں نے فوراً ایک بیک گاڑی پر بھرتی ہو گیا۔ کار کے سامنے سے لڑکا بھاگتا ہوا میری کار کے سامنے سے لڑکا چلا گیا جس کے بعد میں نے فوراً ایک بیک گاڑی پر بھرتی ہو گیا۔ کار کے سامنے سے لڑکا بھاگتا ہوا میری کار کے سامنے سے لڑکا چلا گیا جس کے بعد میں نے فوراً ایک بیک گاڑی پر بھرتی ہو گیا۔

میں عجیب و غریب کیفیت کا شکار تھا۔ میں تو ہات پر تین نہیں رکھتا تھا۔ میں نے دور کا آدمی ہوں جہاں تو سات کی گنجائش بہت ہی کم ہے۔ اب تو سانس اور ٹھیکانہ لکھی نے آہنی ترقی کر لی ہے کہ انسان کے ہات پر

امات وغیرہ پر سونے کے لیے وقت ہی نہیں ہے لیکن اس وقت ایک حیرت انگیز اور ناقابل فہم بات میرے سامنے موجودگی جو جعفر میں ابھی ذرا دیر پہلے دیکھا تھا وہی منظر میں پہنے میں دیکھا تھا اور آنے والا وقت مجھے پریشان کئے رہا تھا۔

[illegible]

میں نے اپنے آپ کو پھر تسلیم کیا وہیں اور اس واقعہ کو
 وہیں سے نکالنے کی کوشش کرتے ہوئے کھڑا پڑا۔
 میں نے جہنپنا دیکھا تھا کہ اس کی تمام تر جزئیات میری
 یادداشت میں محفوظ تھیں جس میں مجھے یہ یاد تھا کہ اس
 طرح ایک لاکھ یا کمیر کی کار کے سامنے آ گیا تھا۔ میں نے کار
 کی روک ٹوک لی تھی اور پھر جب میں اپنے آفس پہنچا تھا تو اندر
 کے پانچ کافوں آ گیا تھا اس لیے اب جو بھی مناظر میری
 آنکھوں کے سامنے آ رہے تھے انہیں شاید میں نے سنے
 تھے نہیں دیکھا تھا اور اگر دیکھا تھا تو میں انہیں بھول چکا
 تھا۔

ملا اور خرمی نے اس بلڈنگ کے پارکنگ لٹ میں اپنی کار روک لی جس میں میرا آلٹو تھا۔

فراہم ہوا اور اس کے لئے ضروری ہو گا۔

آگیا اور پھر میں کورڈ میں تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا اپنے آفس کے دروازے پر پہنچ گیا۔ میں تیزی سے آفس میں داخل ہوتا چلا گیا۔ میں نے دیکھا کہ میرا چرائی شام جب معمول مناسی تھری بی میں مصروف ہے۔ مجھے دیکھ کر وہ تیزی سے میرے قریب آگیا اور ہاتھ جوڑے ہوئے بولا۔ ”نستے سرکار!“

”مجھے!“ کہا ہوا میں اپنے روم کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ میرے آفس کے دروازے کی تمام چیزیں خالی پڑی تھیں ابھی تک کوئی نہیں آیا تھا۔ اس کی وجہ یہی تھی کہ میں نے اسٹاف کے آنے کا وقت دس بجے رکھا تھا اور میں خود بوجے آجاتا تھا۔

”اپنے اپنے روم میں داخل ہونے کے بعد بریف کیس بند کر رکھا اور خود اپنی ریلوے گجٹز پر بیٹھا۔ میں رات کے پڑھان کن بیٹے کو کوشش کے باوجود اب تک پوری طرح اپنے ذہن سے گھس نکال سکا تھا اس لیے میری نگاہیں میرے موجود ٹیلی فون بیٹ کی طرف چلی گئیں جسے دیکھتے ہی میرے دل کی دھڑکنیں بہت زیادہ تیز ہو گئیں تھیں ہاں محسوس ہوا تھا جیسے بس اب کی بھی لے آئی ہے بل جیسے کی اور مجھے پتا آئے کہ آندے کے چائی کی طرف سے یہ اطلاع ملے گی کہ آندہ کا ایکسپریٹ ہو گیا ہے۔

میں نے اپنی کیفیت کو قابو کرنے کی خاطر اپنے سر کو ہچکا اور ٹیلی فون بیٹ کی طرف سے نظریں ہٹائیں پھر میں نے سوچا کہ ایسے حالات میں اٹھنے کے بجائے اپنا کام شروع کرنا چاہیے۔ چنانچہ میں نے بریف کیس اپنی طرف کھسکا لایا۔ اسے کھول کر میں نے وہ کاغذات نکال لیے جن کا میں نے۔ ”دیکھو آندہ۔“

میرا انداز ہر طور پر ایک بار پھر میری نظر میں ٹیلی فون بیٹ کی طرف چلی گئیں اور میں نے سر کو ہچکا دیتے ہوئے نظر اس جانب سے ہٹا کر اپنے ہاتھوں میں موجود کاغذات کی طرف دیکھنا شروع کر دیا۔ میں ان کاغذات پر کبھی قریب پڑنے لگا لیکن میں نے محسوس کیا کہ اپنی پوری توجہ

جانب نہیں دے سکے کیوں کہ میرا ذہن اب بھی ٹیلی فون بیٹ میں ہی الجھا ہوا تھا۔

میں خود کو محالہ پر پڑنے پر آمادہ کرتے ہوئے قریب پڑنے لگا۔ ساتھ ہی میں کوشش کر رہا تھا کہ میری پوری توجہ اس جانب مبذول ہو جائے۔

ابھی میں نے چند سطر ہی پڑھی تھی کہ میں اچھل پڑا کیوں کہ ٹیلی فون کی گھنٹی بج گئی۔ میں نے خوف زدہ ہو کر ٹیلی فون کی طرف دیکھا۔ دوسری اور پھر تیسری گھنٹی بجی تو چکی چکی گئیں لیکن میری ہمت نہیں ہو رہی تھی کہ میں ریسپورڈ اٹھاؤں۔

مزید کی گھنٹیں بج گئیں۔ میں نے خود کو تھل دیتے ہوئے سوچا کہ خود بخود پڑھان ہو رہا ہے۔ ضروری نہیں ہے کہ ذہن آندے کے چائی کی طرف۔ یہی آواز ہو میرے کہ دوست کلائٹ پھر خود آندہ کا بھی ہو سکتا ہے۔ میں نے اپنے دل کو مشہور کر کے ریسپورڈ اٹھا کر کان سے نکالا۔ میرے دل کی دھڑکنیں بہت زیادہ تیز ہو گئیں تھیں۔ میں نے آندہ کو دیکھ کر کہا۔ ”ہیلو؟“

”ہیلو!... دے چیا؟“ میرے کانوں میں آواز آئی جو آندے کے چائی کی آواز تھی اور اسے سن کر میں جیسے ہوا کر رہا تھا۔ ”ہیلو!...“ میری ہمت سے کوئی جواب نہ پا کر آندے کے چائی نے خطرناکی کیفیت سے کہا۔

”بج... جی... اہل... مم... میں بول رہا ہوں۔“ میں نے ہشکھٹا ہوا لہجہ اٹھا دیا۔

”وہ... تم جی اپنی پہلی چٹا آندہ کا ایکسپریٹ ہو گیا ہے۔“ آندے کے چائی کی آواز میری سماعت سے بکرائی تو مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرے حواس کام کرنا چھوڑ رہے ہیں۔ میرے ہاتھوں میں دوسرے جانگل میں رہا ہے۔ میں نے سنبھلنے سے ریسپورڈ کر لیا کیوں کہ مجھے خدا شاکہ وہ میرے ہاتھ سے چھوٹ جائے گا۔

”تم... تم سن رہے ہو یا نہ؟“ آندے کے چائی نے

میری طرف سے کوئی جواب نہ پا کر کہا۔

”جی جی ہاں۔۔۔ جی ہاں میں سن رہا ہوں اور۔۔۔ بس میں پہنچ رہا ہوں۔“ میں نے جیسے ہوش میں آتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے بیٹا اور جلدی آجاؤ۔“ دراصل وہ کر رہے ہوئے تھیں ہی پکار رہا تھا اس لیے میں نے فوراً جھپٹیں فون کر لیا۔ وہ پڑھان اور دھک سے بھر پور آواز میں بولے۔

”آپ کلر نہ کریں اہل نہیں میں پہنچ رہا ہوں۔“ میں نے کہا۔

”ٹھیک ہے چیا!“ انہوں نے رابطہ منقطع کر دیا۔

میں نے ریسپورڈ کان سے نکالا۔ میرے حواس اس قدر شل ہو چکے تھے کہ میں ریسپورڈ کر لیا لیکن نہ لے جا پاتا۔

میرے ذہن پر دوسروں اور خیالات کی بوچھاڑ ہو رہی تھی۔ یہ سوالات میرے دماغ میں ابھر رہے تھے کہ آخر یہ سب کیا ہو رہا ہے؟ آخر وہ سب کچھ کیوں پیش آ رہا ہے جو میں نے سنبھل نہ سکا تھا؟

میں نے خود کو سنبھالا۔ ریسپورڈ کر لیا پھر رکھا۔ مجھے اپنا گائڈنگ محسوس ہوا تھا جیسے میں بہت دور سے پیدل چل کر آ رہا ہوں۔

میں نے کل کا فن کاٹن ٹیڈ کر دیا اور دبی بعد شام کمرے میں آگیا۔ ”شیام ہوا!۔۔۔ ذرا جلدی سے پانی لے آؤ۔“ میں نے کہا۔

”ہاں جی! یا سرکار!“ کہتے ہوئے شام تیزی سے کمرے سے باہر چلا گیا۔

میں نے دلوں کی گلیاں میز پر لادیں اور اپنا سر ہاتھوں پر رکھا دیا۔

ذرا دم بعد شام پانی لے آیا۔ ”کیا بات ہے سرکار!۔۔۔ آپ کچھ پڑھان رکھا ہے؟“ میں نے کہا۔

اس نے گلاس مجھے چھانے ہوئے کہا۔

”ہاں۔۔۔ دراصل۔۔۔ آندے کے چائی کا فون آیا تھا۔ آندہ کا ایکسپریٹ ہو گیا ہے۔“ میں نے کہا۔

”اوہ۔۔۔ یہی قوت برلا ہوا سرکار!“ اس نے محسوس کا اعتبار کیا۔

میں نے پانی پینے کے بعد گلاس اسے واپس کر کے ہوئے کہا۔ ”بس میں اس کی طرف جا رہا ہوں۔“

اب میں خود کو کوری طرح مستعد محسوس کر رہا تھا۔ پینے والی بات کا اثر اب میرے ذہن پر کم ہو چکا تھا اور آندے کے ایکسپریٹ اور تکلف کے بارے میں سوچ رہا تھا اور انہی خیالات نے مجھے متحرک کر دیا تھا۔ میں جلد اور جلدی اپنا پہلی پہنچ جاتا تھا۔

میں نے کاغذات بریف کیس میں داخل نہیں رکھے اور ذرا بریف کیس بند کیا صرف گاڑی کی چابیاں میز پر سے اٹھا لیں اور آندہ کو تیزی کے ساتھ کمرے سے نکل چلا گیا۔

کچھ دیر بعد میں اپنی کار میں روانہ ہو گیا۔

تقریباً چارہ منٹ بعد میں اپنی پہلی پہنچ گیا اور پھر مجھے آندے کے چائی کی کچھ چیزیں زیادہ وقت نہیں ہوئی۔ ان کے ساتھ ہی ان کے گھر کے دیگر افراد بھی موجود تھے۔

”اھل!۔۔۔ آندہ کیا ہے اب؟“ میں نے آندے کے چائی سے پوچھا۔

”آہ آکر میں نے لے لیے تھے ہیں۔“ انہوں نے گھٹاتے لہجے میں جواب دیا اور ان کی آنکھوں میں نمی آ گئی۔

”کلر نہ کریں اہل!۔۔۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔“ میں نے ان کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے آخری پہلی جیسے میں کہا۔ پھر میں نے آندے کی باتیں اور بہنوں کی طرف دیکھا جو مجھ سے ذرا ہی ٹھلے پر کھڑی رو رہی تھیں۔ میں نے آہستہ آواز میں آندے کے چائی سے کہا۔ ”دیکھیں اہل!۔۔۔ آئی اور چچاں رو رہی ہیں۔ آپ خود سنبھالیں آپ ہی حوصلہ دلائیں گے تو ہمیں کن کبلی دے گا؟“

انہوں نے اثبات میں سر ملایا اور انھوں میں آئے والے آنسو صاف کر لیے۔
 "آنند کو زیادہ چوچیں تو نہیں آئی ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"زیادہ نہیں آئی ہیں۔" وہ بولے۔
 "سبحر!..... آپ بے فکر رہیں وہ بالکل ٹھیک ہو جائے گا۔" میں نے تسلی دی۔ "میں ذرا آئی سے بات کرتا ہوں۔"

میں آنند کی ہاتھی کے پاس آ گیا۔ پھر اپنی اور آنند کی بہنوں کو تسلیاں دینے لگا۔

تقریباً آدھے گھنٹے بعد ڈاکڑوں کی طرف سے ہمیں اطلاع دی گئی کہ اب آنند کی حالت خفہ سے باہر ہے۔
 "کیا ہم اس سے مل سکتے ہیں ڈاکٹر صاحب؟" آنند کے ہاتھی نے ایک ڈاکٹر سے پوچھا۔

"فی الحال وہ ہوش میں نہیں ہے" اسے ایک گھنٹے بعد ہوش آ جانے کا آپ میں سے کوئی ایک جا کر اسے دیکھ سکتا ہے۔ ڈاکٹر نے جواب دیا۔

آنند کے ہاتھی نے اپنی اپنی اور بچوں کی طرف دیکھ کر کہا: "ابن اب بے فکر ہو کر جاؤ۔ اب کوئی نہیں روئے گا۔" میں ابھی دیکھ کر آتا ہوں۔

"آپ میرے ساتھ آ جائیں۔" ایک نرس نے آنند کے ہاتھی سے کہا۔ وہ ڈاکڑوں کے ساتھ ہی آئی تھی۔ ڈاکٹر جواب چاہتے تھے لیکن وہ دیر ہو رہی تھی۔ آنند کے ہاتھی اس کے ساتھ چلے گئے۔

میں نے آنند کی ہاتھی اور بہنوں کو مزید تسلیاں دینا شروع کر دیں۔
 کچھ دیر بعد آنند کے ہاتھی واپس آ گئے۔ ان کے چہرے پر اطمینان تھا اور انہوں نے ہم سب کو اطمینان دلایا۔
 ایک گھنٹے بعد آنند ہوش آ گیا۔ ڈاکٹر کی اجازت سے

ہم سب اس سے ملے وہ وقت بات چیت کرنے کے قابل نہیں تھا۔ ڈاکٹر کا کہنا تھا کہ وہ شام تک بولنے کے قابل ہو سکے گا۔

ڈاکٹر کی طرف سے اجازت نہیں تھی کیونکہ یہی زیادہ دیر آنند کے پاس رکے اس لیے ہم اس کے روم سے باہر آ گئے۔ اب آنند کے ماتا چار اور بہنوں کا چہرہ پر پرکاشی اطمینان نظر آ رہا تھا۔ میں بھی آنند کی طرف سے مطمئن تھا لیکن اب ایک بار پھر میری رات والے سنیے کی طرف چلا گیا تھا اور اس حالے سے پریشان کن خیالات مسلسل میرے ذہن میں سر اُبھار رہے تھے۔ میں نے آنند کو قہقہے کہنا دیا میں تو یہ ابھی تک نہیں کر سکی کہ آنند والے واقعات کے بارے میں پہلے سے علم ہو جاتا تھا لیکن میں ابھی تب سالہ زندگی میں تھی ایسے کسی انسان سے نہیں ملتا تھا جو اس طرح کے حالات سے دو چار ہوا ہو۔

میں چونکہ حقیقت پسند انسان تھا اس لیے اس لحاظ سے کہ میں حقیقت کے سچر میں نہیں پڑتا تھا تاہم میں سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ آخر میں کس سے اس مسئلے میں رابطہ کروں؟ میرے ذہن میں سائیکالوسٹ کا خیال بھی آیا تھا لیکن میں سوچ رہا تھا کہ خراسانی فرسٹ اسپتال میں کیا کر سکتی ہے؟ کوئی نفسیاتی مسئلہ تو نہیں ہے تو مستقبل بنی ہے یہ یاد ہو رہی تھی دیکھی سوچ بچار کے بعد میں نے فیصلہ کیا کہ میں اس واقعے کو قبول جاؤں گا تاکہ کسی قسم کی پریشانی اور تنبیہ کا سامانہ نہ کرنا پڑے۔ میں نے ذہن ڈھاننے کے لیے سونا پتے فون پر راپلک کیا لیکن پتہ چلا کہ وہ اپنے کسی ڈیڑی کے ساتھ کسی ایمریکی کی وجہ سے چھ ماہ کے لیے اپنے رشتہ داروں کے گھر فیض آباد جا رہی ہے۔

☆

دور درگزر گئے اور آنند ٹھیک ہو گیا۔ اسے اسپتال سے ڈیپارچ کر دیا گیا اور ہم لوگ اسے گھر لے آئے۔
 میں ایک بار پھر اپنے معمولات زندگی کی طرف توجہ دے رہا تھا۔

شام کے پانچ بج رہے تھے۔ میں نے اپنا سناٹا سمیٹ کر ایک طرف دیکھا کہ راپلک اور بھڑواہی رپلک میں دفتر سے نکل کر اپنی کار میں جہی کی طرف روانہ ہو گیا جہاں میں اسکر سائز کیا کرتا تھا۔ اسکر سائز کے بعد میرا ارادہ تھا کہ میں آنند کے گھر جاؤں گا اور اس کے ساتھ کچھ وقت گزاروں گا۔ آج اسے اسپتال سے آئے ہوئے پانچ دن ہو گئے تھے اور اب اس کی حالت کافی بہتر تھی۔ میں روزانہ اس سے پہلے چلے جاتا تھا اور اس کے بعد آنند کے پاس جاتا تھا اور اس کے ساتھ کچھ وقت گزارتا تھا۔

میں نے جرم پہنچنے کے بعد ایک سکر سائز شروع کر دی۔ آج میں نے اپنا پائزر ابھیک کر بنایا تھا۔ اس سے میری ملاقات آج سے چھ ماہ پہلے ہوئی تھی۔ اس وقت یہی دن تھا اور میں نے ایک ساتھ راپلک کیا تھا۔ جب میں نہیں آتا تھا تو آکر ابھیک میں بھی آنند کا پائزر بناتا تھا۔ جب آنند نہیں آتا تھا تو جب میں بھی اسے پائزر بناتا تھا۔ وہ کافی سستہ تھا اس لیے اسے پائزر کی ضرورت کم ہی پڑتی تھی اس لیے جب کسی کو بھی پائزر کی ضرورت ہوتی تو وہ ابھیک سے میپ لے لیتا تھا۔

میں نے جب معمول تقریباً آدھا گھنٹہ ایک سکر سائز کی اور بھڑواہی راپلک کے لیے ایک پیکیج پر تیار کیا۔ اسی وقت میری نظر سامنے ایک سکر سائز کرتے ہوئے جینس پر پڑی۔ وہ میری ہمارے کم کا سینٹر تھا اور پھر ایک جگہ مجھے یوں محسوس ہوا تھا جیسے میں جینس کو ہاتھ لایا تھا۔

پہلے بھی ایک سکر سائز کرتے ہوئے دیکھ چکا ہوں اور اس کا ہاتھوں سے دھت چھوٹ کر گر رہا تھا۔
 ابھی میں اس بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ اس کے ہاتھوں سے دھت چھوٹ کر گر پڑا۔ ایک معمولی واقعہ تھا اور ابھی ہوتا ہی رہتا تھا اس لیے کسی کے لیے بھی اس حالے سے پریشان ہونے والی کوئی بات نہیں تھی جب کہ میں ہی طرح پریشان ہو چکا تھا۔ میری پریشانی کی وجہ یہ واقعہ نہیں بلکہ وہ پتا تھا جو مجھے یاد آ گیا تھا اور میں نے

اُسے گزشتہ رات ہی دیکھا تھا۔ یہ دور سناٹا تھا جو عجیب ثابت ہو گیا تھا۔ اس سے نکل میں نے آنند کے ایک کیڑنٹ والا پتہ بتا دیا تھا جو درست ثابت ہوا تھا۔

میں نے اپنا سکر سائز کیا۔ میں اُلجھ کر رہ گیا تھا۔ میں سوچ رہا تھا کہ آخر میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ مجھ میں ایسی کون سی تبدیلی آ گئی ہے کہ میں جو کچھ بہنوں میں دیکھ رہا تھا وہ حقیقت میں مجھ سے میرے سامنے آ جا رہا تھا؟

پہلے دن والے پڑوس میں فیملیا کی گھر میں اسے بھول کر جاؤں گا اور اس حالے سے نہ تو کسی عامل سے ملوں گا اور نہ ہی کسی سائیکالوسٹ سے۔ لیکن اب میں سمجھ کر سے سوچ رہا تھا کہ مجھے اس حالے سے کسی نہ کسی سے ضرور رابطہ کرنا چاہیے۔ حقیقت پسند انسان ہونے کی وجہ سے میں نے پہلے ہی سائیکالوسٹ سے ملنے کا فیصلہ کیا۔

آنند کے پاس کچھ وقت گزارنے کے بعد میں ایک سائیکالوسٹ ڈاکٹر اس کے شہر کے پاس اس کے کلینک میں پہنچ گیا۔ میں نے اسے اپنے سہنوں اور ان کے حقیقت کا روپ وصال لینے کے بارے میں بتانے کے بعد کہا۔
 "ڈاکٹر صاحب! کیا آپ کے خیال میں یہ کوئی ذہنی مسئلہ ہے؟"

"ہاں بالکل!" اس نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔ "اور یہ کہ اس مسئلے میں آپ کو ذرا مستقل مزاجی کے ساتھ ہفتہ دن علاج کروائیں آپ ٹھیک ہو جائیں گے۔"

"اور!" میں نے اطمینان کا ایک کلمہ کہہ سانس لیا۔ "میں تو سمجھ رہا تھا کہ شاید اس کا علاج آپ کے پاس نہیں ہوگا۔" وہ مسکرا کر بولا۔ "ہمارے پاس اس طرح کے تمام امراض کا علاج ہوتا ہے۔ یہ تو بڑی عام کی بیماری ہے میرے پاس تو ایسے ایسے امراض آتے ہیں بلکہ یہاں کیا چاہیے کہ لائے جاتے ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ ان کے ساتھ کوئی باورانی معاملہ ہے۔ مثلاً ایک مریض میرے پاس لایا گیا اس نے مجھ سے بڑی بے دردی سے بات کی۔ اس کا

صدیوں کا سیفر

ہدایوں سے کراچی تک

پروفیسر محمد فائق صدیقی

اے ہدایوں اے نظام الدین کے پیارے دُن
سرت جسم وفا تیری زمیں کی خاک ہے
حب سرکار دو عالم کے دھینے جھ میں میں
تو امین عاشقان صاحب لولاک ہے
فائق ہدایوں

غصنفر اکیڈمی پاکستان

70 سر سید اردو بازار انارکلی، کراچی

خیال تھا کہ اس کے مسئلہ کا حل میرے پاس ہو ہی نہیں سکتا
کیوں کہ اپنے اسے سامنے بھوت و دھیرہ نظر آتے تھے
اُس کا کہنا تھا کہ وہ ان سے بات چیت کرتا ہے اُن کے
ساتھ وقت گزرتا ہے اور جب بھوت کسی بات پر ناراض ہو
کر آیا کسی اور وجہ سے اُس کا گلا دھانے لگتے ہیں تو وہ چیخنے
چلانے لگتا ہے اور بھوت بھاگ جاتے ہیں لیکن میں نے
اُس کا علاج کیا اور جب وہ مکمل طور پر ٹھیک ہو گیا تو میں
نے اُسے بتایا کہ اُس کے دماغ میں ہلکا سا خلل واقع ہو گیا
تھا اور وہ اپنے خیالات کو حقیقت سمجھنے لگتا تھا اور اپنے میں
وہ اپنے خیالی بھوتوں کو حقیقی بھوت سمجھتا تھا۔ اسی طرح
ایک اور مریض میرے پاس آیا گیا اُس کا کہنا تھا کہ رات
میں سوئے ہوئے کوئی اُسے اٹھا دیتا ہے اور اُس کے کان
میں سرگوشیاں کرتا ہے۔ وہ بھی علاج سے ٹھیک ہو گیا اُس
کو بھی ایک دماغی بیماری تھی اور وہ بھی دینے تم ایک بھوتدار
اور نظر آدمی ہو کہ وہ دشت زدہ نہیں ہو ورنہ کلامِ لکڑی ایسی
حالت میں سوچ سوچ کر خود کو بٹکان اور خوف زدہ کر لیتے
ہیں۔ اس کے علاوہ میں نے بھی بتا دیا کہ تھاراکوئی اتنا بڑا
مسئلہ نہیں ہے تم نہیں بھندوں دن میں ٹھیک ہو جاؤ گے۔
میں شرط یہ ہے کہ مستقبل مزاحیہ کے ساتھ علاج کروائیں
اور میں جو ہدایات دوں ان پر جلدی طرح عمل کرنا۔

”میں ایسا ہی کروں گا ڈاکٹر صاحب!“ میں نے کہا۔
”ٹھیک ہے میں تمہیں دوں اور دیکھتا ہوں اور ساتھ ہی
خصوصی ہدایات بھی دے دیتا ہوں۔“ اُس نے کہا اور اپنے
سامنے موجود رنگین پیڑ پر کچھ لکھنے لگا۔ جس نے اُس نے اُس
میں اور ہلکا کاغذ بھاڑ کر مجھے دیتے ہوئے کہا۔ یہ ہدایاں
تو تم ہمارے لیے لیانا اور اب سنو کہ تمہیں کیا کچھ کرنا
ہے۔“ اُس نے مجھے کچھ ہدایات دے دیں کہ مجھے کس
طرح سونا ہے کئی دیر تیندہنی ہے۔ خوراک میں کس
چیزوں سے پرہیز کرنا ہے اور کتنا آرام کرنا ہے وغیرہ۔
”ٹھیک ہے“

اُس نے کہا اور اپنے
سامنے موجود رنگین پیڑ پر کچھ لکھنے لگا۔ جس نے اُس نے اُس
میں اور ہلکا کاغذ بھاڑ کر مجھے دیتے ہوئے کہا۔ یہ ہدایاں
تو تم ہمارے لیے لیانا اور اب سنو کہ تمہیں کیا کچھ کرنا
ہے۔“ اُس نے مجھے کچھ ہدایات دے دیں کہ مجھے کس
طرح سونا ہے کئی دیر تیندہنی ہے۔ خوراک میں کس
چیزوں سے پرہیز کرنا ہے اور کتنا آرام کرنا ہے وغیرہ۔
”ٹھیک ہے“

☆

سے کہا۔ "کیا یاد رہے ہو سبھی؟"
 "یاد۔۔۔۔۔ وہی اسپرٹس کی سرسریاں دیکھ رہا تھا۔"
 میں نے جواب دیا اور سگریٹیں بند کر دی۔
 "لاؤ دکھاؤ؟ میں بھی تو دیکھوں۔" اس نے ہاتھ
 بڑھایا۔ میں نے نیگین اس کے حوالے کر دیا۔ بھر میں
 اپنے کام میں لگ گیا اور وہ نیگین کی دوتی گردانی کرنے
 لگا۔

کچھ دیر بعد اس نے مجھ سے کہا۔ "بھئی!۔۔۔ تم نے
 حال دیا یا مکی کا مضمون پڑھا؟"
 میں نے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا اور سرسری لہجے
 میں کہا۔ "ابھی نظر تو ڈال ہی نہیں ہے۔"
 "بھئی!۔۔۔ یہ ذرا غور سے پڑھا۔ بڑا دلچسپ مضمون
 ہے۔" وہ بولا۔
 "ٹھیک ہے میں دیکھوں گا۔" میں نے کہا۔

"یاد۔۔۔۔۔ میرا قول یہ تھا ہے کہ میں اس سے ملاقات
 کروں۔" اس نے بات جاری رکھی۔
 "وہ کیوں؟" میں نے سوالیہ لٹا ہوں سے اس کی طرف
 دیکھا۔

"اس لیے کہ یہ مجھے کوئی بہت بڑا معاملہ لگتا ہے۔" وہ
 بولا۔
 "لیجیے، غصی کرتم اس سے نہیں لے سکتے کیوں کر وہ
 ٹکھنوں میں ہے اور تم یہاں بھی نہیں بیٹھے ہو۔" میں نے
 مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں یاد۔" اس نے افسردگی سے کہا۔ "تم فحکم کہتے
 ہو اور یہاں میری ضرورت اتنی ہے کہ میں انہیں چھوڑ کر جا سکی
 نہیں سکتا۔"

"چلو تو پھر انتظار کرو شاید وہ یہاں بھی آجائے۔" میں
 نے کہا۔
 "ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ وہ یہاں آجائے اور میں اس
 کی آہ کے بارے میں پتہ بھی چل جائی تو میں ضرور اس
 سے ملوں گا۔" وہ بولا۔

میری اور آنند کی بات تو یہیں ختم ہو گئی لیکن میرا ذہن
 اب بھی عاتلون کے بارے میں سوچ رہا تھا اور میں کچھ
 کچھ ان کی طرف مائل ہو رہا تھا۔ اس کی وجہ صرف ڈاکٹر
 اسپرٹس کی طرف سے تھی۔ مگر۔۔۔ اگر وہ ایک سبکدوش
 علاج کر چکا ہو تو میں یقیناً عاتلون کے بارے میں نہیں
 سوچتا۔

اس طرح چندہ دن اور گزر گئے لیکن ڈاکٹر کے علاج
 سے مجھے کوئی تاثیر نہیں ہوئی۔
 ایک دواز میں شاہک کرنے کی فرض سے باز رہا ہوا تھا۔
 میں نے گاؤں ایک جگہ پارک کر دی اور شاہک سینٹری
 طرف چل پڑا۔ اچانک فٹ پاتھ پر سامنے سے آتا ہوا
 ایک سادھو میرے سامنے آ کر رک گیا۔ اس نے اپنا ہاتھ
 میری طرف پھیلا دیا۔ میں نے جیب سے ہتھوڑ نکال لے
 اور اس کے ہاتھ پر رکھ دیئے۔

"بہت نیچے دیکھ رہے ہو آج کل؟" اس نے مثنیٰ خیر
 مسکراہٹ کے ساتھ کہا تو میں چونک گیا اور حیرت سے
 اس کی طرف دیکھنے لگا۔ بھر میں نے اس سے کہا۔

"یہ۔۔۔۔۔ یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟"
 "کیا میں نے غلط کیا؟" وہ آہستہ پھیلائے ہوئے
 ایک ہاتھ میری خیر مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔
 "لیجیے۔۔۔۔۔ یہ سب تم کیسے جانتے ہو؟" میں نے
 پوچھا۔

"اس لیے کہ یہ سب میری عادی چیز ہے اور ہاں۔"
 اس نے جواب دیا۔
 "کیا مطلب؟" میں نے بھونچے ہوئے سیکڑوں کی طرف
 دیکھا۔

"ہاں۔۔۔۔۔" اس نے ہلکا سا تھپہ لگایا اور میرے شانے پر
 ہاتھ رکھتے ہوئے بولا۔ "مطلب یہ ہے کہ میں نے جنہیں
 پہنچا ہے اور میں جانتا ہوں کہ تم میرے ساتھ رہو۔"
 "تمہارے ساتھ؟" میں نے اچھے ہوئے لہجے میں
 کہا۔ "کیا مطلب ہے تمہارا؟۔۔۔۔۔ آخر میں کیوں نہیں

تمہارے ساتھ؟"

"اس لیے کہ میں نے جنہیں پسند کیا ہے۔" وہ پھر
 آہستہ پھیلائے ہوئے مثنیٰ خیر مسکراہٹ کے ساتھ
 بولا۔

"تم۔۔۔۔۔ تم صاف صاف بات کر دو آخر تم کیا چاہتے
 کوں ہوتم؟" میں نے انہیں کے ساتھ کہا۔

"تم جوتھان کر رہا ہے وہاں سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا
 کیوں کہ۔۔۔۔۔ معاملہ تمہارے ہاں۔۔۔۔۔ وہ بولا۔
 "آخر تو ہو کوں؟" میں نے پوچھنے سے کہا۔

"میں آج رات تم سے ملوں گا اور ہم بیٹھ کر آرام سے
 بات چیت کریں گے۔ میرے بارے میں کسی کو نہ بتانا
 کیوں کہ کسی کی کوئی تہمت نہ پڑے۔ میں اسے ختم کر دوں
 گا۔" اس کا لہجہ سناٹا ہو گیا تھا۔

"یہ۔۔۔۔۔ یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟" میں نے پریشان
 ہوتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔۔۔۔۔ اس نے انہماک میں بولا۔ "میں ہانگل
 ٹھیک کہہ رہا ہوں۔ بس اس بات کا خیال رکھنا۔ تم سے
 رات میں ملوں گا۔" وہ بولا اور پھر اس نے ایک جانب
 قدم بڑھاتے ہوئے کہا۔ "اوم اوم اوم۔۔۔۔۔ اس کے بعد
 وہ نہایت تیزی سے آواز میں جھکے ہوئے اپنے اگلے قدم کے
 نیچے جھکے ہوئے نہیں آئے۔ میں اسے بہت غور سے دیکھا۔ وہ کچھ
 دور جانے کے بعد لوگوں کی کھیر میں غائب ہو گیا۔

اچانک مجھے کسی کا دھکا لگا اور مجھے ہوش آ گیا۔ دھکا
 عقب سے لگا تھا اور دھکا دینے والا شخص اب میرے
 دائیں طرف آ گیا تھا۔ وہ ایک مرد آڑی تھا۔ جو مجھے
 گواہ لگا ہوں سے دیکھ رہا تھا۔ وہ مجھ سے بولا۔
 "بھئی!۔۔۔۔۔ آپ فٹ پاتھ کے درمیان میں کھڑے
 ہو گئے ہیں انہیں ایک طرف ہو کر کھڑے ہو چائیں۔"

میں نے حیرت کے ساتھ بولا۔ "اوم۔۔۔۔۔ شری گائی ان۔۔۔۔۔
 تم کیوں کہو؟"

میرے مفادرت خواہانہ الفاظ سن کر اس کے چہرے

کے ناگوار اثرات غائب ہو گئے اور وہ آگے بڑھتا چلا
 گیا۔ میں نے بھی قدم بڑھا دیئے۔ میں سادھو کے
 بارے میں سوچ رہا تھا۔ وہ مجھے آہستہ آہستہ ڈال گیا تھا۔
 جب وہ مجھے ملتا تھا اور اس نے میرے سامنے ہاتھ پھیلا دیا
 تھا تو میں بھی سمجھا تھا کہ وہ ان عام سادھوؤں میں سے
 ہے جو انٹر سکول پر کھوٹے رچے ہیں اور لوگوں سے
 بھیک مانگتے رہتے ہیں۔ لیکن چاہتے ہوئے وہ اپنا
 خوشگام اور پریشان کن تاثر مجھ پر چھوڑ گیا تھا۔ اب میں
 سوچ رہا تھا کہ وہ کون تھا اور رات میں ملاقات کر کے مجھ
 سے کیا کہنا چاہتا ہے۔ اس نے مجھے دھکی گئی دلی جھکی
 میں اس کے بارے میں کسی کو نہ بتانا ضرور تھا۔ اس شخص کو
 مار ڈالنے لگا۔

شاہک کا مولا تو اب ختم ہو چکا تھا اس لیے میں واپس
 چلا اور دروازہ پر بعد میں اپنی کار میں واپس روانہ ہو گیا۔
 اس وقت سے پہلے کے چارنچ رہے تھے۔ میں واپس
 آ کر اپنے آفس میں بیٹھ گیا۔ میں جزل آڈیو ریکارڈنگ کے
 کام کرتا تھا اور میرا کام بہت اچھا نہیں رہا تھا۔ آٹھ بجے
 ہی آفس میں کام کرتا تھا۔ میں نے آٹھ بجے کے بعد
 دروازیاں دے کر نہیں گئیں۔ اس وقت وہ ایک فائل کے
 میرے پاس آ گیا اور بولا۔ "یارا۔۔۔۔۔ دیکھنا اس فائل
 میں مجھے کچھ حساب کتاب غلط لگا رہا ہے۔ تم اسے دیکھو
 شاید تم جان سکو کہ کیا کرنا پڑے۔" اس نے فائل میرے
 سامنے رکھ دی۔

"یارا۔۔۔۔۔ اس کو دیکھ میں دیکھ لیں گے۔" میں نے کہا۔
 اس نے ذرا غور سے مجھے دیکھا اور بولا۔ "کیا بات
 ہے تم کچھ پریشان دکھائی دے رہے ہو۔۔۔۔۔ خیریت تو
 ہے؟"

"میری طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے۔" میں نے جواب
 دیا۔

"کیا ہوا ہے؟" اس نے فوراً میرا ہاتھ چھوا۔ "اوم۔۔۔۔۔
 تمہیں کوئی ٹھہر چکا ہے۔"

میں خود بھی محسوس کر رہا تھا کہ اس سادھو کے جانے کے بعد میرے ذہن پر جو دباؤ آیا تھا اس کی وجہ سے مجھے حرارت ہو رہی تھی۔ "ہاں یار!۔۔۔ میں کچھ بیمار محسوس کر رہا ہوں۔" میں نے آندے سے کہا۔

"یار!۔۔۔ بھر پیلے ڈاکٹر کے پاس چلتے ہیں۔" وہ بولا۔

"نہیں۔۔۔ اس کی ضرورت نہیں ہے شاید میں نے ایک واقعے کو کچھ زیادہ ہی محسوس کیا ہے۔" میں نے جھوٹ بولنے کا فیصلہ کیا۔

"کیا واقعہ؟" اس نے بلا توقف کہا۔
"ابھی میں شاہک کے لیے گیا تھا۔ وہاں ایک آدمی کا ایکسیڈنٹ ہو گیا۔ اس کی حالت بہت بری تھی؛ میں اُسے دیکھ کر میں ڈر گیا ہوں ہو گیا۔"

"کیا وہ مر گیا تھا؟" آندہ نے پوچھا۔
"مرا تو نہیں تھا لیکن اب شاید مر چکا ہو کیوں کہ اُسے ہسپتال لے گئے تھے اس کی حالت چارں کہبت بری تھی اس لیے میرا خیال ہے کہ وہ اب تک مر چکا ہوگا۔" میں نے اُسے اُچھلنے سے پہلے ہی قہر ڈال دیا ہوگا۔ میں نے کہا۔

اُس نے چند لمحوں اور پھر میرے دونوں شانے پکڑ کر اٹھاتے ہوئے بولا۔ "اچھا چلو!۔۔۔ قہر تو الیال کوئی کام سر نہ کر سکتا ابھی کچھ آرام کرو۔" کچھ دیر میں تمہاری طبیعت ٹھیک ہو جائے گی۔"

میں نے مجھے وہیں موجود ہونے پر لٹا دیا۔ میرا سر نے ایک کونے میں دنگے چھونے سے فرخ میں سے پانی کی بوتل نکال لی۔ اس نے بوتل میں سے پانی ایک گلاس میں اٹھایا اور میرے پاس آگیا۔ "لو۔۔۔ پانی پی لو۔۔۔ ابھی ٹھیک جانے کی تمہاری طبیعت!"

میں نے تھوڑا سا پانی پی لیا۔

میں نے تھوڑا سا پانی پی لیا۔
کچھ دیر کے آرام کے بعد مجھے تھوڑا سا سکون توں گیا

لیکن بہر حال پریشانی اب بھی اپنی جگہ چوں کی توں موجود تھی۔ سادھو کا خیال دور درگ میرے ذہن کو کچھ کے لگا رہا تھا۔ اُس نے مجھے مجبور کر دیا تھا۔ میں اپنی حالت کسی سے بیان نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے مجھے دھمکی دی تھی کہ اگر میں نے کسی کو اس کے بارے میں بتایا تو وہ اُسے مار ڈالے گا۔ آندہ میرا سب سے اچھا دوست تھا۔ میں اُس سے ہی اپنی دل کی باتیں ڈسکس کیا کرتا تھا لیکن اس وقت میں بہت مجبور تھا۔ وہ میرے قریب ہی موجود تھا لیکن میں اُس سے اپنے دل کا حال بیان نہیں کر سکتا تھا۔

"اب کیا محسوس کر رہے ہو تم؟" آندہ نے میرے ماتھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"اب میں بہتر ہوں۔" میں نے جواب دیا اور اٹھ کر بیٹھنے لگا۔ اُس نے میرے شانے پر دباؤ ڈالتے ہوئے کہا۔

"قہر تو الیال تھیلے رہو ابھی تھوڑا آرام کرو۔"

"نہیں۔۔۔ اب میں بالکل ٹھیک ہوں۔" میں نے کہا اور اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"اب میں آج واقعے کو ذہن سے نکالنے کی کوشش کروں گا۔" اس نے منظور دیا۔ "کیا خیال ہے تم لوگ کچھ دیر کے لیے گھس باہر نہیں؟" وہ جواب طلب گاہوں سے میری طرف دیکھنے لگا۔ اس کی بات مجھے کچھ متاثر محسوس ہوئی۔ میں نے سوچا کہ اس طرح شاید میرا ذہن کچھ پرسکون ہو جائے۔ میں نے اُس سے کہا۔

"ٹھیک ہے گھس چلتے ہیں۔"

"آؤ!۔۔۔" چلا سے مل کر آتے ہیں۔ "وہ بولا۔۔۔ شلا ہماری مشین کو درست تھی۔ حسین! اور تو جان لو کہ یہ ایک لکھاوی اور دارو دہرائی تھی۔ بہت خف کچھ گت بات پر چلتے چھوڑی رہتی تھی۔ میں نے سوچا کہ شاید اُس سے مل کر میری وقتی کیفیت کچھ بہتر ہو جائے۔ میں نے آندہ سے کہا۔

"ٹھیک ہے جلد ہی کی طرف چلتے ہیں۔"

تقریباً بیس منٹ بعد ہم دونوں شلا کے سامنے موجود تھے۔

"اوہ۔۔۔ تم لوگ!۔۔۔ شکر ہے کہ تم لوگوں کی فکسنگ تو نکلتا رہی۔ کہاں ہو تم لوگ!" اس نے حسب عادت خوش گونہ بول کر کہا۔

"ہم لوگ تو یہیں ہیں۔ تم تو دوسروں کی اتنی زیادہ تلاش ہو کر کام کرنے کی ہوجو کہ تمہیں اپنے دوست یا دیکھیں رہتے۔" آندہ نے انااس سے شکایت کر دی۔

"تم لوگ اس لیے یاد نہیں رہتے کیوں کہ تم لوگوں کو

لاچار و بھوک کی ضرورت نہیں ہے۔" وہ فحش کر بولی۔

"تو کیا تم لوگ اپنی حالت اسکا بتائیں کہ تم ہمیں متفق سمجھتے ہوئے ہماری طرف قہر دے سکو؟" آندہ بھی فوراً بولا۔

"نہیں نہیں نہیں۔۔۔ بھگوان نہ کرے کہ تم لوگوں پر کوئی ایسا وقت آئے۔" شلا بولی۔ "اچھا یہ بتاؤ کہ تم کیا نتیجہ کے؟"

"چائے منگوا لو۔" آندہ بولا۔

"کیا بات ہے مسٹر!۔۔۔ تم نے کیا آج چپ کا بہت رکھا ہے؟" شلا نے شروع کلاہوں سے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"اس کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے۔" آندہ نے اُسے بتایا۔

"اوہ۔۔۔ وہ عجیبہ ہو گئی۔" کیوں کیا ہوا؟"

"یہ شاید شاک کے لیے کیا تھا۔" مرکب پر کسی آدمی کا ایکسیڈنٹ دیکھا اور اس واقعے کو کچھ زیادہ ہی غل غل کر لیا۔

اسے غریب ہو گیا تھا۔ اس نے میرے ماتھے پر ہاتھ رکھ دیا۔

"اب تو ٹھیک ہے؟" اس نے سوال کیا۔

"اب تو ٹھیک ہے؟" اس نے سوال کیا۔

خوف دیکھا۔

"ہاں اب میں بہتر محسوس کر رہا ہوں۔" میں نے کہا۔

"ایکسیڈنٹ غریب تھا؟" شلا نے میری طرف

دیکھا۔

"ہاں۔۔۔ بہت سیر نہیں تھا۔" میں نے جواب دیا۔

"اچھا چلو چھوڑو۔۔۔ اس بات کو ذہن سے نکالو۔

روڈ انڈی نہ جانے ایسے ایکسیڈنٹ ہوتے رہتے ہیں

بس بھول جاؤ اس واقعے کو۔۔۔ اچھا! میں پہلے چائے

منگوا لوں۔" اس نے کال تھل کال پٹن کر دیا۔

دو در دوڑا ہوا چھوڑا اُندر آگیا۔ شلا نے اُسے چائے لانے کا کہا۔

"یار!۔۔۔ آج میں نے ایک رسالے میں بڑا ماحول

اور دلچسپ مضمون پڑھا ہے۔" وہ اپنی میز کی راڈ کھولنے

لگی۔ پھر اس نے اس میں سے ایک میگزین نکال لیا اور

اُسے کھولنے کے بعد ایک مضمون کی مہارت پڑھنے لگی۔ وہ

واقع دلچسپ اور ماحول مضمون تھا لیکن اس وقت کچھ پراسی

کوئی بات اثر انداز نہیں ہو رہی تھی۔ میرا ذہن ابھی سب

سادھو کے اثر میں تھا لیکن اب بہر حال میری حالت کچھ

مزید بہتر ہو گئی تھی۔ اس لیے کچھ شلا اور آندہ پر یوں ظاہر

کرنے لگا جیسے میں اب ٹھیک ہوں۔

کچھ دیر میں چائے آگئی۔

چائے پینے کے بعد میں نے شلا سے کہا۔ "اچھا! ہم

لوگ چلتے ہیں۔ اب میں بالکل ٹھیک محسوس کر رہا ہوں۔

آفس میں کچھ کام ہے۔ اُسے اُٹھاتا ہے۔"

"مگر ضروری کام نہ ہو تو بھر میں کر لیتا۔" شلا نے

کچھ کھپ کھپ کر پتے کی۔ "وہ بولی۔

"نہیں۔۔۔ کام ضروری ہے۔" میں نے کہا۔

"اوکے!۔۔۔ دیکھو اب میں بالکل ٹھیک ہوں؟" اُس

نے سوال کیا۔

"ہاں! اب میں بالکل ٹھیک ہوں۔" میں نے معصومی

مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا۔ میں اس لیے مسکرا رہا تھا

تاکہ اُسے اور آندہ کو یقین آجائے کہ میں اب بالکل ٹھیک

ہوں۔

میں اور آندہ وہاں اپنے آفس آگئے۔ میں نے اُس

زیادہ سے جتن تھا۔ ہر لمحہ یہ دھڑکا رہا ہوا تھا کہ سادھو آج آئے گا اور اس کے بعد جانے کیا ہوگا۔

اجانک بھرے موہا لٹون کی تہل بجی تھی۔ میں نے اسے پڑے ہوئے اٹھایا اور سکرین پر نمبر دیکھا۔ کیا آج نہ آتا تھا۔

سادھو یہ تھا۔

”کیا۔“ میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ یہاں آئے اور میرے گھر والوں کو اس کے بارے میں کچھ معلوم ہوئے۔

سے سر کے بال جمار کھے تھے۔
میں اُس کے پاس پہنچ گیا۔ اُس کے چہرے پر معنی خیز

اندازہ تو ہو چکا تھا کہ وہ ایک طاقتور اور خطرناک آدمی

۴۔ "وہ دلا۔"

بیڑے عام سے اہواز میں کہا۔ ”تم میرے ساتھ رہو گے تو

میں دوپٹوں کو اسٹنٹ روم سے نکل آئے۔ وہ مجھے
ریڈیو روم میں وائس جانبل کے کمر چل پڑا اور پھر ہم وہاں

موجود کروں گی تقاریر میں سے سب سے آخری کمرے میں داخل ہو گئے۔ یہاں مجھے تیرا اور ہریشان کو دینے والی ایک بڑی چیز ملی جو سو سو کس کرے کے وسط میں لٹری کی ایک بڑی گول کمر جو سو سو کس جس پر ایک انسانی کھوپڑی رکھی تھی۔ وہیں ایک چراغ بھی رکھا ہوا تھا۔ میرے گرد کمرے میں ایک لڑکی تھی۔

کرے کے اس کوئے میں، انسانی انڈیا ڈھانچہ دیوار کے ساتھ اس طرح رکھا ہوا تھا جیسے کوئی انسان دونوں پتلیں پھینکا اور ایک لگا کر بیٹھا ہے۔ اس کے قریب ہی کچھ کھوپڑی بڑی ہڈیاں پڑی تھیں۔

اور کوئے میں ایک بڑی الماری استادہ تھی۔ اس پر بھی ایک انڈیا کھوپڑی کی گول کھوپڑی تھی۔

”تم بیٹھ جاؤ“ علیحدہ رنے کے تیردیں کی طرف اشارہ کرے ہوئے مجھ سے کہتا تھا۔

”تم جہاں کی طور پر میرے ساتھ کس جہاز گئے۔“
 ”اسکے مطابق“۔ ”میں نے تجارت سے کہا۔“
 ”تمہاری آتما میرے ساتھ جا گئی۔“
 ”کیا؟“ اس کے جواب پر میں مزید حیران ہو گیا۔
 ”اب میں اب تم کو اس پر ریڈ سے لے لیتا ہوں۔“ اس
 نے میری طرف اشارہ کرتے ہوئے مجھے بتاتے جاری
 کی۔
 میں پریشان ہو گیا کیوں کہ میرے لیے یہ سچا ہوا
 پریشان کن تھا کہ میری آتما کے ساتھ کوئی ملوث کرنا
 چاہتا ہے۔ مجھے سمجھانے ہوئے دیکھ کر یہ بولا۔ ”تم تمہارا
 نہیں نہیں کہیں کہیں ہو گا کوئی تلفیق ہو گی۔“
 میں جانتا تھا کہ میرے پاس اس کی تلفیق ماننے کے
 سوا کوئی راستہ نہیں ہے اس لیے میں ہر چرے کے بعد
 یہ کہتا رہا۔

ہیں۔^{۱۱۰} علیحدہ نہ مری طرف ہاتھ بڑھائے ہوئے کہا۔ میں نے اس کا ہاتھ قہام لیا۔ محسوسات ٹھم مچ گئے تھے لیکن کل پورے طور پر ہو رہا تھا۔ میں سبز سے نیلے آگیا۔

میرے دلوں کر سے اب ہر آگئے۔ علیحدہ نہ مری ہاتھ پکڑ رکھا تھا۔ میں لان میں آنے کے بعد آسان کی طرف رخ ہڑا ہوا ہو گئے۔

رفتہ رفتہ نرینہ میں دور ہوتے چلے جا رہے تھے۔ مجھے حیرت اور وحشی کی قسم کھاتے تیز رفتار کے ساتھ ہڑا کر رہے تھے۔ تب میں نے سوچا کہ گڑ گڑا روحوں کی باتیں کرتے رہے ہیں اور یہ کہتے رہے ہیں کہ ان کا کوئی وزن نہیں ہوتا۔ وہ دم گھٹیں گھا آجائیں ہیں آج خود وہی تجربے سے گزر رہا تھا۔

میرے سر پر دوپٹہ کی اور بھریم ایک گھٹے تاریک جھلک میں اتر گئے۔

تم لوگ جو پڑوسی کے دروازے پر کھڑے ہو گئے۔
 علیحدہ رہنے جو پڑوسی کے دروازے پر دستک دینے والے
 انداز میں باقاعدہ۔۔۔
 ”تم اگر کہتے ہو۔“ ایک فنی آواز آئی۔
 ”اگر اندر آ جاؤ۔“ علیحدہ رہنے دروازے کو دھکیلتے
 ہوئے مجھ سے کہا۔
 ہم دونوں جو پڑوسی کے اندر داخل ہو گئے۔ سامنے ہی
 دیوار کے ساتھ ایک شخص دیوار سے ٹک لگائے بیٹھا تھا۔
 اُس نے کھٹکے پیٹ سے گار کٹے تھے دونوں انگوٹھوں پر ہانڈ
 لپیٹے ہوئے تھے اور اس کا سر گھٹاؤں پر کھڑا ہوا تھا۔ اُس نے
 ہمیں دیکھنے کے لیے سر اٹھانے کی ذمت نہیں لی بلکہ
 صرف آنکھیں اُپر کر کے نہیں دیکھا۔
 ”خمنے!“ علیحدہ رہنے دونوں باجڑ کریم کو تھوڑا سا
 قہقہہ دے کر اُس سے کہا۔
 ”ہوں۔“ اُس نے جواب دیا۔
 ”میرا اور میں سے“

میں بولا۔ پھر اُس نے گردن موڑ کر میری طرف دیکھا۔
 "چلو کبھی..... واپس چلتا ہے۔"
 ہر دوں ادھر اٹھ کمرے کوئے۔ علیحدہ رہنے ہاتھ جوڑ کر
 بجیت کو کسے کیا اور ہم لوگ جونیوری سے باہر آئے۔
 ہم طرح طرح کی تھے اسی طرح واپس علیحدہ رہنے کمرے
 آئے اور ایک بار پھر میرا دماغ سو گیا۔ پھر میں چکا تو میرا
 جسم بھی حرکت نہ کیا۔ علیحدہ رہنے سے قریب ہی کھڑا تھا۔ اُس
 نے مجھ سے کہا۔
 "چلو اب تم میرے نیچے آ جاؤ۔"
 میں اٹھا اور فرش پر آ گیا۔
 "آؤ میں تمہیں کرے تک چھوڑ آتا ہوں تم وہاں
 آرام سے رہتا مجھے واپس بجیت کی ہے پاس جانا ہے اور
 پتہ نہیں کب واپس آتا ہو۔" وہ بولا۔
 دو بجے ایک اور کمرے میں لے آیا۔ یہاں کوئے میں
 ایک شاعر اپنے بیٹے لگا ہوا تھا۔ ایک جانب موجود تھا رکھا تھا
 جس کے ساتھ سینئر ٹیکل موجود تھا۔ زمین پر بیٹھ رہا تھا۔
 ہوا تھا۔ ایک کمرے میں ٹرائی پر ٹی وی سیٹ رکھا ہوا تھا۔
 ٹرائی میں کچھ کتابیں اور رسالے وغیرہ بھی نظر آ رہے
 تھے۔ اس کے علاوہ دیکھ آرائشی اشیاء بھی کمرے میں
 موجود تھیں۔
 "تم اس کمرے میں آرام کرو۔" علیحدہ رہنے مجھ سے
 کہا۔
 "ٹھیک ہے۔" میں نے کہا۔
 "اس کمرے ٹھیک کی کوشش مت کرنا کیوں کہ تم یہاں
 سے نکل نہیں سکتے ہو۔ اگر ایسا کوشش کرو گے تو تمہارے
 جاؤ گے اور میرا خیال ہے کہ تم ابھی زندہ رہتا پسند کرو
 گے۔" اُس نے دھمکی دی۔
 "تم نے درست اعزاء لگایا۔ واقعی میں زندہ رہتا
 چاہوں گا۔" میں نے اُس سے کہا۔
 "ٹھیک ہے۔ میں چلتا ہوں۔" وہ بولا اور کمرے سے
 باہر چلا گیا۔

میں بیٹھ رہنے لگا۔ مجھے اعزاء ہی نہیں ہو پارہا تھا کہ
 میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے اور کیا ہوئے والا ہے۔
 میں بہت دیر تک حالات پر غور کرتا رہا لیکن جب کچھ
 حالات کے بارے میں کچھ سمجھ نہ سکا تو میں بیٹھ پر لیٹ
 گیا۔ میں نے اپنے دماغ کو پرسکون کرنے کے لیے اس
 سے تمام سوچوں کو نکالنے کی کوشش شروع کر دی اور جسم کو
 ڈھیلا چھوڑ دیا۔
 تقریباً ایک گھنٹے بعد علیحدہ رہا واپس آ گیا۔ اُس نے مجھ
 سے کہا۔ "بھئی..... میں تم سے بہت بہت معذرت چاہتا
 ہوں۔" بجیت کی تھی میری آنکھیں کھول دی ہیں۔ اُن کا
 کہنا ہے کہ میں نے تمہیں پسند کر کے بہت غلط کیا ہے
 کیوں کہ تم تو چاند کی ایسی تارخ کو پیدا ہوئے ہو کہ تم پر تو
 کوئی عمل بھی نہیں پاسکتا اور اگر ایسا کیا جائے گا تو حائل
 پر اس کے ختم ہونا ایک اثرات مرتب ہوں گے۔ بھئی مجھے
 کہہ دو۔ اب تم میرے سوز مہمان ہو۔"
 "اوہ..... تو میرے لیے بڑی خوش خبری ہے۔" میں
 نے کہا۔ مجھے اس کی باتوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ میں تو
 سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ حالات اب کچھ اس طرح میرے
 حق میں آ جائیں گے۔
 "بس اب کل تم یہاں سے جاسکو گے۔" وہ بولا۔
 "دو بجے تو میں نہیں اُٹھتا جانیے کیوں میں نے تم پر ایک
 عمل کر دیا تھا اب اس کے توڑ کا سے کل ہی آئے گا۔" اس
 میں دہل کر کہیں اس کے بعد میرے پاس سے جاسکو گے۔
 "تو تو کیا میرے لیے بڑی خوشی کی بات ہے۔ مجھے تو
 یقین نہیں آ رہا ہے کہ اب ایک حالات اس طرح پلٹ
 جائیں گے۔ میں تو سوچ رہا تھا کہ شاید مجھے زندگی بھر
 تمہاری قید میں رہنا پڑے گا۔" میں نے کہا۔
 "ہاں..... ایسا ہی ہوتا اگر تم میری موافق نامنوں میں
 پیدا ہوئے ہوتے۔" وہ بولا۔
 "دو بجے آخریہ یہ پکار کیا ہے۔ تم میرے ساتھ کیا کرنا
 چاہتے ہیں اب میری جگہ جو شخص آئے گا اس کے ساتھ

کیا کرو گے؟" میں نے اس سے پوچھا۔
 وہ ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔ "بس اب ان
 باتوں کو چھوڑ دو۔ اب تم میرے مہمان ہو مجھے بتاؤ کہ میں
 تمہاری کیا تواریخ کر سکتا ہوں؟"
 "کچھ نہیں..... بس اب میں آرام کرنا چاہوں گا۔"
 میں نے جواب دیا۔
 "تم نے تو کہا تھا کہ میں نہیں کھایا تھا میرا خیال ہے کہ تم
 کچھ کھاؤ؟" وہ بولا۔
 میں واقعی کچھ ہلکے کھانے کھا رہا تھا۔ میں نے اس سے
 کہا۔ "ٹھیک ہے۔ اگر تمہیں رحمت نہ ہو تو تم مجھے کچھ
 کھانے کے لیے بے سود۔"
 "رحمت کی کوئی بات نہیں ہے میں ابھی لے کر آتا ہوں
 کھانا۔" وہ بولا اور کمرے سے باہر چلا گیا۔
 میں بہت خوش تھا۔ مجھے یوں محسوس ہوا تھا جیسے مجھے
 فنی زندگی مل گئی ہے۔
 کچھ دیر بعد علیحدہ رہا واپس آ گیا۔ اس کے ساتھ اس کا
 ملازم بھی تھا جس کے ہاتھوں میں ایک ٹرے تھے جس پر
 برتنہ رکھے ہوئے تھے۔
 "آؤ بھئی..... کھانا کھاؤ۔" علیحدہ رہنے مجھ سے کہا۔
 ملازم نے ٹرے میں بیٹرنگ کھل کر رکھی۔
 میں اٹھ کر سوئے پر آ کر بیٹھ گیا۔ علیحدہ رہی میرے
 قریب ہی بیٹھا تھا ملازم واپس جا چکا تھا۔
 "تم کبھی کھانا کھاؤ؟" میں نے علیحدہ رہی طرف دیکھ کر
 کہا۔
 "میں نے کچھ تو ہلکے کھانے کھا لیے۔ تم نے تو دیکھا تھا کہ
 میں نے ہوئی میں خوب لذت کھانا کھایا تھا۔" وہ بولا۔
 "تم کھاؤ خوب پیٹے ہو کہ تم نے کچھ نہیں کھایا تھا۔" اس
 نے کہا۔
 میں نے کھانا شروع کر دیا۔ کھانا کھا کر لڑ پڑا تھا۔ میں
 نے علیحدہ رہی طرف دیکھ کر کہا۔ "کھانا تو بہت ڈانڈ دار
 ہے۔"

"میرے خاندان میں کھانا نہ بنایا ہے۔ اُس کے
 ہاتھ میں بہت ڈانڈ ہے۔ دیکھنے میں تمہیں اس کے
 ہاتھ کا پکا ہوا ہرکان کا گوشت کھاؤں گا وہ گوشت تو وہ بہت
 ہی لذیذ بناتا ہے۔ تم انکھیاں چاٹتے رہ جاؤ گے۔" اس
 نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔
 "اچھا..... اگر ایسی بات تو میں ضرور اس کے ہاتھ کا پکا
 ہوا وہ گوشت کھاؤں گا۔"
 میں کھانے کے فارغ ہوا تو اُس نے مجھ سے
 کہا۔ "اب تو تم میرے ساتھ کافی چٹا پنڈ نہ کرو گے ناں؟"
 "ہاں بالکل ناں" میں نے خوش دلی سے کہا۔
 ذرا ہی دیر بعد ملازم آ گیا۔ علیحدہ رہنے اُسے کافی لانے
 کے لیے کمرہ دیا۔ وہ درجن لے کر چلا گیا۔
 میں نے علیحدہ رہنے کہا۔ "مجھے تمہارے بارے میں
 تجس پیدا ہو گیا ہے کہ تم کتے ہو یہ عملیات تم نے کس
 سے کیں ہیں اور تمہارے پاس کون کون سی ہتھیار ہیں۔
 اگر تم مناسب سمجھو تو کچھ بتاؤ؟"
 اس کے چہرے پر مسکراہٹ آ گئی اور وہ کچھ سوچنے لگا
 پھر میری طرف دیکھ کر بولا۔ "میں چاہتا ہوں کہ اب اس
 موضوع پر بات نہ کروں اب اس بات نے مجھے اپنا ایک ایسا
 دوست سمجھو جس کے پاس تم ایک دن کے لیے قیام پذیر
 ہو۔ میں نہیں کھیل کر اور خوش گپیاں کرتے ہوئے وقت
 گزار رہا تھا ہے۔"
 "ٹھیک ہے اگر تمہاری بھی مرضی ہے تو یہ یوں ہی سہی۔"
 میں نے بھی مسکرا کر کہا۔
 ذرا دیر بعد ملازم میں کافی دے کر چلا گیا اور کافی پینے
 کے بعد علیحدہ رکھ دیا۔ "اچھا میرے دوست.....
 اب میں آرام کرنا چاہتا ہوں اس لیے اپنے کمرے سے
 چلا رہا ہوں تم بھی اب آرام کرو سچ تم سے ملاقات
 ہوگی۔" وہ اٹھ کھڑا ہوا اور پھر وہ کمرے سے باہر چلا گیا۔
 میں نے اُٹھ کر دروازے کا لاک لگایا اور آ کر بیٹھ کر
 لیٹ گیا۔

”جس سرکار“ اس نے غبی سر ملایا۔ ہم آپ کی کوئی مدد نہیں کر سکتے۔“

”بھگوان کے لیے میری مدد کرو۔ کسی پریشان انسان کی مدد کرنے سے بھگوان خوش ہوتا ہے۔“ میں نے کہا۔

”الکنا ہمیں نہ کریں سرکار۔۔۔ ہم تو ہلیئر دہی کے واس ہیں، ہم ان کی سریشی کے خلاف چوکشیں کر سکتے اور پھر وہاں سے پاس تو کوئی غبی بھی نہیں ہے کہ ہم کسی کی مدد کر سکیں۔“ وہ بولا۔

”کیا تم مجھے کوئی ایسا راستہ بتا سکتے ہو کہ میں یہاں سے آزادی حاصل کر سکوں؟“ میں نے اس کی طرف متوجہ نظر دیا۔ سدا کیسا اس نے پھر گلی میں سر ملایا کہا۔

”جس سرکار۔۔۔ ہمیں تو ایسا کوئی راستہ نہیں معلوم ہو تو بس عام سے انسان ہیں اور ایک داس سے زیادہ ہماری کوئی حیثیت اور طاقت نہیں ہے۔ ہم آپ کی کیا سدا کر سکتے ہیں کہ آپ کو ایسے کھانے پینے کی اشیاء دے سکیں اگر ایسی کی چیز کی ضرورت سے قہم کریں؟“ وہ بولا۔

”فہم! الکن کوئی ضرورت نہیں ہے۔ تم جا سکتے ہو۔“

میں نے کہا۔

”بہتر سرکار!“ اس نے ذرا سر جھکا کر ہوئے کہا اور پلٹ کر تیز ترین قدموں سے دایئیں جا لگا۔

شاہ ہو گئی۔ ہلیئر درائیں آ گیا۔ میں لان ہی میں بیٹھا تھا۔ وہ میرے پاس آ گیا۔ میں نے اس سے کوئی بات نہ کی۔ وہ میرے سامنے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولا۔

”دوسرا۔۔۔ میں نے تمہارے بارے میں بہت اچھا فیصلہ کیا ہے۔“

”اچھا فیصلہ؟“ میں نے اس کی طرف دیکھ کر طعنے انداز میں کہا۔ ”تم کب سے میرے اتنے بڑے فرخ خواہ ہو گئے کہ میرے بارے میں اچھا سوچنے لگے؟“

”دیکھو! ہمیں یقیناً یہ محسوس ہو رہا ہوگا کہ میں نے تم پر دباؤ رکھا ہوا ہے اور یہ درست نہیں ہے لیکن۔۔۔ حقیقت

میں تمہاری اچھائی ہی جا رہا ہوں۔ جس میں صاف طور پر بتا دیا جا رہا ہوں کہ میں نے تمہارے بارے میں یہ فیصلہ کیا ہے کہ تمہیں ایک خوش و خرم اور بھرپور زندگی دوں۔ ایک ایسا زندگی جس میں تم ہر طرف خوشیاں حاصل کر سکو گے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ تم میرے ساتھ تعاون کرو۔“

اور یہ جو میں تم پر بخود ہی بہت کئی کر رہا ہوں اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ میں تمہیں اپنے پاس رکھ سکوں۔ دیکھو۔۔۔ تم اگر میرے دوست بن جاؤ تو مجھے یہ تعاون کی ہائی بھر دو تو میں تمہارے ساتھ ایک دوستانہ رویہ اختیار کر سکتا ہوں۔“ وہ خرم ہے میں بولا۔

”مجھے تو تمہاری کواں خوشی ہے اور نہ ہی مجھے تمہارے کسی بات پر اعتبار ہے۔“ میں نے بچے لکھے میں کہا۔

اس کے چہرے پر ہر گز کوئی اور فیصلے کے اثرات آنے لگیں اس نے خود کو ہنسنا لیا اور غلام لکھے میں بولا۔ ”دیکھو! دراصل میرے نزدیک اس وقت تمہاری حیثیت ایک ایسے بچے کے جس کا کوئی بڑا اسے ایسے مستقبل کے بارے میں بتاتا ہے لیکن اس بچے کو اس وقت اپنے مستقبل سے زیادہ اپنا مکمل گد یا دوری مصروفیات پر ہی زور دیتی ہیں جب کہ اس کا بڑا اس کی اچھائی چارو ہوتا ہے اسے اس طرح میں تمہاری بہتری میں جاتا ہوں لیکن اس وقت میں میری باتوں کا اندازہ نہیں لگا سکتے۔“

”مجھے کوئی اندازہ نہیں لگا تا۔“ میں نے غبی سے کہا۔

”میں اس وقت تمہارے ہاتھوں میں بیٹھا ہوں اس لیے تمہارے خلاف چوکشیں کر سکتا۔“ سارے اقتدارت تمہارے پاس ہیں اس لیے تم نے جو کچھ ہے کر ڈھٹے بھلائے کی ضرورت نہیں ہے۔“

اس نے ایک کھمکاس لیا اور بولا۔ ”تھک ہے۔ اگر تم میرے ساتھ تعاون نہیں کرنا چاہتے تو کوئی بات نہیں دے مجھے جو کچھ ہے وہ تو میں کر ہی لوں گا۔“

میں نے مزید کہہ نہ سکا اور وہ اٹھ کر برآمدے کی طرف چلا گیا۔

میں ڈیڑھ گھنٹہ تک دباؤ کا شکار تھا۔ میں جو غبی کہہ جاتے ہوئے تھے کہ میں ہلیئر کے ہاتھوں میں پھری طرح بیٹھا ہوا ہوں میں نے اس سے نہایت خشک اعزاز میں بات کی تھی۔

اندر اندر ٹھیل گیا تو لان میں بھجروں نے بیٹھنا اور مجھے کاٹنا شروع کر دیا۔ میں اٹھ کر اپنے کمرے میں آ گیا۔ مکہ دیر بعد خانساناں میرے پاس آ گیا اور بولا۔

”سرکار!۔۔۔ کیا آپ کھانا پند کریں گے؟“

”نہیں۔۔۔ میں نے غبی سے جواب دیا۔

”ہلیئر دہی کچھ دے دے کہ اگر آپ کھانا کھائیں تو بہتر ہے۔“ میری غبی کو نظر انداز کرتے ہوئے اس نے اپنے ساتھ غلام لکھے میں کہا۔

”اس سے کہہ دو کہ مجھے کھانا ہے کھانا۔“ ہیرا رخ انداز میں برقرار رہا۔

”بہتر ہے سرکار۔۔۔ دیے جب بھی آپ کو ہو کہ محسوس ہو آپ نہیں بتا دیجیے گا۔“ وہ بولا۔

میں نے کوئی جواب نہ دیا تو وہ کمرے سے باہر چلا گیا۔ تقریباً ایک گھنٹے کے بعد ہلیئر میرے پاس آ گیا۔

میں سوئے پر بیٹھا ہوا تھا۔ وہ مجھ سے درافاطے پر بیٹھ گیا۔ اس نے جب سے سدا رکھا اور اسے لاکھڑے ملکانے کے بعد کچھ کھانے کے کچھ سے بولا۔ ”ابھی میں پھر پینے کی طرح کھیت کے پاس جا ہوا ہوں اگر تم کڑو کر دے گے تو میں بھی کتنی کرنے پر مجبور ہوں گا۔“

میں خاموش رہا۔ ذرا دیر بعد وہ بولا۔ ”تم کھانا کیوں نہیں کھا رہے ہو؟“

”مجھے ہلک نہیں ہے۔“ میں نے جواب دیا۔

”دیکھو۔۔۔ میں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچانا چاہتا ہوں نہ، جو کچھ میں کروں گا وہ تمہارے لیے اچھا ہی ہوگا۔“

”بہتر۔۔۔“ میرے ساتھ تعاون کرو۔“ وہ بولا۔

”بیر۔۔۔“ میرے وہ کڑو مجھ سے کسی قسم کے تعاون کی امید مت رکھو۔“ میں نے غبی سے کہا۔

”تھک ہے۔ تم اگر مجھے کتنی پر مجبور کر رہے ہو تو پتہ کیا تھا تو چاہتا تھا کہ تم خود اٹھ کر میرے ساتھ چلو لیکن اگر تم تعاون نہیں کرنا چاہتے تو نہ کیا۔“ اس نے کہا اور پھر اس نے لغزش دیکھتے ہوئے اس اشارہ کیا جیسے کسی کی کومیری طرف آنا اشارہ کر رہا ہوں۔

چند ہی گھنٹوں بعد میں ان دیکھے دجوتے مجھے بکڑ لیا۔ میں نے خود کو اس سے بچنے کے لیے کوشش کی لیکن گرفت بہت سخت تھی۔ مجھے اٹھایا گیا اور پھر وہ دایہ دیکھتے مجھے لے کر کھل پڑی۔ اس دوران ہلیئر دہی اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

وہ میرے پیچھے چلے چل پڑا۔

ہم اس کمرے میں گئے جہاں ہلیئر نے مجھے جہز پر لایا تھا اور ایک بار پھر میں ان دیکھی تھی اس نے میری پرانا دیا۔ میں ایک جگہ اٹھا ہوا تھا کہ بٹے بٹے کاسوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

ہلیئر دہی کرسی پر بیٹھ گیا جس پر وہ پہلے بیٹھا تھا۔ اس نے چراغ روشن کر لیا۔ انسانی کھوپڑی اٹھا کر اپنی پٹیلی پر رکھ لی اور پہلے دایہ لعل کر ڈالا۔ پھر وہ اٹھ کر میرے پاس آن کھڑا ہوا۔ اس نے غبی سے مجھ سے کہا۔ ”اب تم چمت کی طرف دیکھو۔“

میں نے اس کی ہدایت پر عمل نہیں کیا۔

”میں کچھ ہوں چمت کی طرف دیکھو!“ اس نے مزید غبی سے کہا۔

”فہم! دیکھو گے۔“ میں نے غبی میں آ کر کہا۔

”اجا!“ اس نے جیسے خون کا ٹکڑا چٹا۔ پھر اس نے اپنی دائیں ہاتھ میں میرے جسم سے ذرا اوپر چٹا شروع کر دی۔ اس کی ہاتھ میں میرے بدن میں غبی کی اور پھر میرے سر تک آ گئی۔ اسی وقت مجھے ہلک محسوس ہوا میرے ہمارا اختیار ایسے اوپر نہیں رہا ہے میری آنکھیں خود بخود چمت کو دیکھنے لگیں اور پھر ہلیئر دہی کہہ کر مجھ پر ہلک ماری میری آنکھیں بند ہو گئیں۔ پھر میرا ذہن تیار کیوں میں دبا ہوا تھا۔ میں ہوش و حواس سے بیگانہ

میں کروں گا۔" جیہد پھر سابقہ تختی کے ساتھ ہوا۔

”عجبتی تم!۔۔۔ آپ عوام سے سمجھائیں۔“ شیلڈر نے عجبتی سے کہا۔

لہجے میں جیتند سے کہا۔
 ”کچھ اس ہند کر دو۔“ جیتند نے اُسے نظر انداز کرتے ہوئے اُسے جھڑک دیا۔ ”یہ سب تمہاری نا انصافی کی وجہ

سے ہے۔ پہلے بھی تم اسے نوازتے رہے ہو۔“

ہلیمہ کی طرف اشارہ کیا۔ "یہ تمہارا بہت چھپتا ہے۔"

”جاءا جابا ہاں سے۔“ جگمگت اس پر فرمایا۔
 ”نہیں جاؤں گا۔“ جب تک تم میرا حصہ نہیں دے گئے۔

”کچھ نہیں ملے گا تجھے‘ میں جیسے جو چاہوں گا‘ دوں گا۔“

جگیت بولا۔
 ”بس تو پھر تیار ہو جاؤ میری عبادت تم سب کو مہنگی
 پڑے گی سب سے پہلے تو میں حلیمہ رکایہ کام بھی خراب

”تم نے اگر کچھ کیا تو میں تمہارا بہت بڑا احشر کروں گا۔“

جگہ پر فرمایا۔
 ”مجھے اپنی پروا نہیں ہے لیکن میں سب کا کھیل بگاڑ دوں گا“ بس تم مجھے یہ بتاؤ کہ میری بات مان رہے ہو یا نہیں؟“

جستید نے اپنے دونوں ہاتھ اطراف میں نکا کر کہا۔
 ”حقے جو کرنا ہے کرتے“ میں تیری کوئی بات نہیں مانوں
 مگر حکمت نے انا فضلہ نادا۔

”ٹھیک ہے۔ تو پھر وہی کہی۔“ جیتندرا آگ بکولہ
کر بولا۔ پھر اُس نے اپنی مٹھی کھولی اور اس پر پھونک

گیا۔ اب اس سٹوڈنٹ کی وجہ سے مجھے کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ پھر کسی نے مجھے پکڑ کر اٹھا لیا، وہ مجھے نظر نہیں آ رہا تھا۔ وہ

مجھے لکھ کر ملے گا۔

کچھ دیر بعد مجھے جھونپڑی سے باہر لایا گیا۔ اب بھی مجھے کسی نادیدہ مخلوق نے اشارہ کیا تھا۔

مورہا ہے وہ جیتندو کی ایما پر مورہا ہے لیکن مجھے یہ بالکل اندازہ نہیں تھا کہ مجھے کہاں لے جایا جا رہا ہے۔

عمارت تھی اُسے دیکھ کر کسی محل کا گمان ہوتا تھا۔ میں اُس

کے وسط میں ایک خوبصورت تالاب تھا جس کے وسط میں
نوارہ جاری تھا۔ باغ کے اطراف میں کیاریاں بنی ہوئی
تھیں۔

ہاغ نہ آگے سنگ مرمر کا مٹا ہوا محن تھا اس کے بعد
ایک لمبا برآمدہ نظر آ رہا تھا اور وہیں کئی کھڑکیاں اور

”بس اب تم یہیں بیٹھ جاؤ جب تک جیندر جی نہ آ جائیں۔ تم یہاں سے کہیں نہیں جانا۔“ ایک خوب

میں رہیں گھاس پر بیٹھ گیا۔ ادھر ادھر دیکھتے ہوئے میں گرفت سے آزاد کر دیا گیا۔

سوچتے کیا خریہ کون سی جگہ ہے؟
تقریباً دس منٹ بعد عمارت کے صدر دروازے جیتند
نردراخل ہوا۔ وہ جیتیز قدموں سے چلتا ہوا میرے پاس

آگیا۔ ”تمہارا بت حکم یہ کہ تم نے مجھے ان لوگوں کے
 آقموں سے بچالیا۔ کیا تم میری حریفہ کچھ مدد کر سکو گے؟ کیا
 مجھے ان لوگوں کی قید سے مجھے مکمل طور پر آزادی دلا سکو

کے؟“ میں نے اُس سے کہا۔
 ”ہاں ہاں کیوں نہیں؟“ وہ بولا۔ ”میں ضرور تمہاری مدد
 کروں گا اور تمہیں آزادی دلا دوں گا۔“

”میں زندگی بھر تمہارا شکر گزار رہوں گا۔“ میں نے کہا۔

وہم... م. م. م. م. م. م.

مجھے تمہاری مدد کر کے خوشی ہوگی۔ آؤ میرے ساتھ..... ہم آرام سے بیٹھ کر بات چیت کریں گے۔" وہ بولا۔

میں اس سے ساتھ میں دیا۔ وہ مجھے ایک کمرے میں لے آیا۔ یہاں زمین پر قالین بچھا تھا۔ دیواروں کے ساتھ گاؤں رکھے تھے۔ کمرے کے وسط میں چھت سے

”آؤ..... یہاں بیٹھ جاؤ۔“ بیتنور نے ایک گاؤں کی

بھی مجھ سے ذرا قاصیٰ پر ایک گاؤں کے سے ایک لگا کر بیٹھ گیا۔

”ہائیں! مجھے بالکل اندازہ نہیں ہے۔“ میں نے جواب

”وہ جمہیں زندہ حالت میں قبر میں دفن کرنا چاہتے تھے۔“ اس نے بتایا تو میں پریشان ہو گیا اور بولا۔

”اس کا مطلب ہے کہ خلیفہ میرے ساتھ بیٹا دھوکا کر رہا تھا۔“

”کیسا دھوکا؟“ اس نے جھوٹیں پکڑ کر کہا۔

”وہ کہہ رہا تھا کہ وہ جو کچھ کر رہا ہے اس میں میرا فائدہ ہے اور وہ مجھے ایک خوشیوں بھری زندگی دیتا چاہتا ہے۔“
 میں نے بتایا۔

”وہ ہلکا سا قہقہہ لگا کر بولا۔“ بڑے سہانے سپنے دکھائے تھے اس نے تمہیں۔“

موت کے منہ میں چلا جاتا۔" میں نے کہا۔
 "میں اس انتظار میں تھا کہ علیہ رحمہیں لے کر وہاں
 پہنچے اور میں اس کام خراب کر دوں۔" وہ ہلکا۔

”تم کس حصے کی بات کر رہے تھے؟“ وہ بولا۔

MYSTERY MAGAZINE

”دولت کا معاملہ ہے۔ اس دولت پر میرا اور علیحدہ کراہیہ کا حق تھا لیکن بحیثیت کے اُسے زیادہ دولت دے دی اور مجھے میرا حق نہیں دیا۔ میں نے کئی مرتبہ ان لوگوں سے اس معاملے پر بات کی اور اپنے حق کا مطالبہ کیا لیکن انہوں نے میری بات کو اہمیت نہیں دی اور مجھے مجبور ہو کر ان کے ساتھ سخت رویہ اختیار کرنا پڑا۔“ اُس نے جواب دیا۔

”مجھے اگرچہ دانا پس پچھتاؤ تو تمہاری بڑی صبرانی ہو گئی۔“
میں نے رُو خواست کرنے والے اعلان کیا۔
”میں یقیناً ابھی تمہیں دانا پس پچھتاؤ تا مگر میں فی الحال
بیرے لیے اکیلا رہا مگر نہیں ہے کیوں کر ابھی علیحدہ
دانا معاملہ نہیں ہوا ہے۔ میں نے ایک تو ان کے فرمے
تمہیں سے نکال لیے اس کے علاوہ میں نے دیگر
طریقوں سے ان کے آئینہ نعتان پچھتاؤ ہے۔ ابھی تو میری
طرف سے اعلان ہوا ہے اور پھر توجہ ہے کہ وہ
جلدی مجھ سے بدلے لینے کے لیے کوئی نہ کوئی کارروائی
کریں گے اس لیے جب تک میں ان کوئی طرف
سے پوری طرح مطمئن نہیں ہو جاتا نہیں چاہیں سکا
ہوں، تاہم یہ فکر ہو کر یہاں ہواں وقت تک ایک آتما
کی صورت میں ہوں گے تمہیں دے دیے گی زیادہ گمنام
ہونے کی ضرورت نہیں ہے کمانے پینے پلے پھرنا جھٹلنے یا
کونے ڈھیرہ سے معاملت ہے تو تم آزاد ہو جاؤ۔“
میں نے اپنے معاملات سے فارغ ہو کر گیم میں
چلے گئے ابھی میں مستقل رہا نہیں کرتا میں بھی
میں ہی میں رہتا ہوں اس لیے ابھی دانا ہوتا ہے۔“

”تمہارا بہت بہت شکریہ!..... مجھے تمہاری کوئی ضرورت نہیں ہے، بس تم بے فکر ہو کر یہاں رہو“۔ دہلا۔

”بہر حال..... اگر تمہیں کسی بھی سرے پر میری کوئی بھی ضرورت پڑے تو مجھے بتا دینا تمہاری مدد کر کے مجھے خوشی ہوگی۔ دیکھو تو تم نے میری جان بچا کر مجھ پر احسان کا جو قرض چڑھا دیا ہے۔ اُسے میں زندگی بھر نہیں ادا کر سکتا لیکن اگر تم تمہارے کسی بھی کام یا سکون تو میرے لیے خوشی کی بات ہوگی۔“ میں نے کہا۔

”تمہارے غلط کام بہت بہت شکریہ اچھا اب میں اپنے ایک ضروری کام سے چلا ہوں۔ تم بے فکر ہو کر رہو۔“ وہ سوسکا ہے کہ میں جب واپس آؤں تو خلیفہ روزا کا معاملہ ختم ہو چکا ہو اور ہم واپس جا سکیں۔ ”دو ہلا۔“

”مجھ کوں کرے ایسا ہی ہو۔“ میں نے بڑی سی کہا۔

”اچھا اب میں چلا ہوں۔“ وہ اٹھ کھڑا ہوا اور در کے سے باہر چلا گیا۔

☆
آج جہنم کو گئے ہوئے تین دن گزر چکے تھے۔ مجھے
شیں سے اس کا انتظار تھا۔ یہاں تو مجھے کوئی تکلیف نہیں
مٹتی اب البتہ یہ فکر اس کی کمر کھاتا کہ نہ جانے علیحدہ کر کے
میں برے سے برے کے ساتھ کیا ہوا۔ مجھے خطرہ تھا کہ
کہیں اس کے انتقام نہ پہنچ جائے۔
اس وقت شاہ روم علی گڑھی۔ میں سوچ رہا تھا کہ آج بھی
جہنم دہاں کی شیں کا کاروبار نہ جانے سے حرے کئے دن نہیں
گئے۔ ابھی میں انہیں سوچوں میں کھنکھاتا جہنم آ گیا۔ وہ
پوچھتا: "مشرتب تھا۔ اُس نے برطانیہ لے لی۔ مجھ سے کہا۔
"جس کو کہیں گے کہ گورنر آج یہاں سے چلتا ہے۔"
"خبر مت دے؟" میں نے پوچھا۔

”جیسا..... حالات کچھ گڑبڑ ہو گئے ہیں اور ہمیں فوراً یہاں سے جانا ہے۔ آؤ چلو میرے ساتھ۔“
 وہ مجھے لے کر نکل پڑا۔ مگر ہم تیز رفتاری کے ساتھ نفاذ
 کی پرواز کر رہے تھے۔
 کچھ دیر ہم ایک بگڑے مین پرائمر گئے۔ یہاں ایک جانب
 رختوں کے جھنڈ تھے۔ ہم اُس جھنڈ کے اندر گھستے چلے

گئے۔
 "بس اب یہاں بیٹھ جاؤ۔" جینڈر نے مجھ سے کہا۔
 ہم دونوں درختوں سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔
 "کچھ دیر بعد اکیس ہماری بزم گرم روانہ آواز آئی۔
 "جینڈر.....! آ کر تم اپنی خیریت چاہتے ہو تو ہاں
 آ جاؤ۔" میں اس آواز کو سن بچکا تھا۔ میں نے جینڈر کو
 طرف دیکھ کر کہا۔
 "تو کس کی آواز ہے؟"
 "یہ عجیب لاساچی ہے۔" میں نے جواب دیا۔
 "اچھا اچھا۔" میں نے کہا۔

[illegible]

”تم ہم سے ملے جاؤ۔ میری اور تمہاری کوئی دشمنی نہیں ہے۔ ہم کیوں خواہ مخواہ میرے پیچھے گئے ہو؟“ اب جیندر نے بھی سچ کہا۔ مجھے اس کی بات پر حیرت بھی ہوئی کیوں کردہ کرہ رہا کھجکت کی ساسی اور اس کی کوئی دشمنی نہیں ہے جب کہ ان لوگوں کی تو اس میں سخت دشمنی عمل رہی تھی اور جیندر ان لوگوں کو کچھ نقصان بھی پہنچا کرتا تھا۔“

”اس کا مطلب ہے کہ تم ہمارے ان آؤ گے؟“ کھجکت کے ساسی کی آواز آئی۔

فیکس ہے اس لیے بہتر ہے کہ تم یہاں سے چلے جاؤ۔
جیتندر نے بلند آواز میں کہا۔
"فیکس"۔ اب ہر طرح کے نقصان کی ذمہ داری
تمہارے ساتھ لوہو کی۔ "عجبتی کسانچی" بولا۔
اسی وقت جیتندر بوہانے لگا۔ اس نے سامنے موجود
دروشن کی طرف ہاتھ پھیرا۔ ایک دروخت جسے اکثر
گیا اور فضاء میں تیرا ایک جانب چلا گیا۔
کچھ بعد ایک اور دروخت بھی اسی طرح چلا گیا اور پھر
اسی طرح کی دروخت اکھڑ چلے گئے۔

تقریباً چالیس ہفت بعد درختوں کے درمیان سے نکل کر
ایک لہلہ ترنگا اور صحت مندا دی ہمارے سامنے آ گیا۔
اس کے ہاتھ میں ایک کوڑا تھا جسے اس نے جھکا کر اس
کے زمین پر گرنے کی وجہ سے درد اور آواز آئی۔ وہ غضب
ناک لہجے میں جیتورہ سے بولا۔ "میں نے تم سے کہا تھا کہ
تم میری بات نہ کرو۔" تم جانتے ہو کہ میرے پاس کتنی
فلکیں تھیں۔ تم نے مجھ کو اسے تم کی تم کٹیں کٹیں
سکون کا آئینہ ہمارے وہ پیچھے ہوئے درخت ہر ایک
کاڑھیں گے؟

”کون میں کسی کو تم سے کہہ رہا ہوں کسی اور ہمارے
کوئی دشمنی نہیں ہے تو ہم تم کو یوں خود بخود میرے پیچھے
پڑے ہو؟“ تھیرڈ نے قدرے سنجیدگی سے اُس سے کہا۔
”جو دشمنی وہی تم سے ہے، وہ تم سے اُن لوگوں کے ساتھ
ہے۔ جو کوئی بھی مشرطان میں کسی کو جانیں کرے گے۔“ وہ
میراثیوں نے دہرایا۔ ”اُس آدمی نے کہا۔“
”تو کونسا نام؟“..... تھیرڈ نے جواب دیا۔ ”میں سب کو مشرطان میں کا
پھاری بناتا جا رہے ہیں اور یہ بات بالکل واضح ہے کہ اس
کے ہر آدمی کے ساتھ ایک خاص مقصد کا فرما ہے اور وہ ہے کہ
تم کسی طرح سب کو مشرطان میں لے جاؤ۔“ اس نے کہا۔
”اُس نے کہا کہ تم کو مشرطان میں لے کر آئے گا۔“
”اُس نے کہا کہ تم کو مشرطان میں لے کر آئے گا۔“
”اُس نے کہا کہ تم کو مشرطان میں لے کر آئے گا۔“

نے موتی رام کی طرف سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔
 ”سرمداری تو میں ہی کروں گا۔“ موتی رام حسی اعزاز میں بولا۔
 ”ہاں.....“ سبکی تو وجہ اختلاف ہے۔ بھلا میں کیوں تمہاری سرمداری کر لوں؟“ جیندر بولا۔
 ”میں اپنا مقصد بروقت ہی حاصل کر سکتا ہوں۔ دینے تم نے یہ غلط کہا کہ میں سرمداری کرنے کا خواہش مند ہوں۔ مجھے ایسی کوئی خواہش نہیں ہے لیکن حالات کے پیش نظر سرمداری بھی کرنی چاہیے کیونکہ اگر اس کا اہل نہیں ہو سکتا۔ شرومان جی کی پوجا میں سے ہی کی ہے اور میں جی ان کے بارے میں زیادہ بہتر جانتا ہوں۔ ان کی تعلیمات کو کس طرح پھیلا دے۔ ان کی تعلیمات کے افراد سرمداز تو صرف میں ہی جانتا ہوں اس لیے مجبوراً سرمداری بھی کرنی پڑے گی۔“ موتی رام نے کہا۔
 ”یہ تم بھانڈ کر رہے ہو۔ دراصل تمہیں سرمداری ہی چاہیے۔“ جیندر نے اس کی باتوں کو رد کرتے ہوئے کہا۔
 ”تمک ہے۔“ موتی رام کھنکھنایا۔ ”اگر تم ایسا کہتے ہو تو پھر مجھ ہی سمجھی..... میں تو جانتا ہوں کہ تمہارے ساتھ رعایت کروں لیکن تمہارا رویہ بدلتا رہے کہ مجھے تمہارے ساتھ آتی کرنا پڑے گی۔“
 ”میں تمہارا بھی نقصان ہو سکتا ہے تمہاری موت بھی واقع ہو سکتی کیوں کہ میں اگتا کروں میں ہوں کہ تم آسانی سے مجھ پر قابو پا لو گے۔ بہتر ہے کہ تم یہاں سے چلے جاؤ اور اپنے کام سے کام نہ کرو۔“ جیندر کا دل لہجے میں بولا۔
 ”دیکھو..... تمہیں میری گفتگی کا اندازہ نہیں ہے میں تمہیں خود ہی کی طرح سب کچھ دوں گا۔ میرے نرم رویہ کو میری کر داری مت سمجھو اس لیے بہتر ہے کہ میری بات میں لاشرومان جی کی تعلیمات میں ایک بات ہے جیسا کہ کروگوں کی جان لینے سے جس حد تک ہو سکے کہ گڑا میں ہی ان کی تعلیمات پر عمل کر رہا ہوں اور میری وضاحت

مظاہرہ کر رہا ہوں لیکن شرومان جی کی یہ تعلیمات بھی ہیں کہ اگر کوئی بہت زیادہ ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرے اور بات نہ مانے تو اس کو طاقت کے ذریعے اپنا غلام بنا لو اور اگر بہت زیادہ مزاحمت کرے تو اسے مار ڈالو۔ میں نہیں چاہے کہ میں ابھی تمہارے ساتھ کوئی سخت رویہ اختیار کر کے تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاتا چاہتا لیکن اگر تم نے میری بات نہ مانی تو میں سختی کرنے پر مجبور ہوں گا۔ بولو..... کیا تم میری بات ماننے کے لیے تیار ہو؟“ اس نے سوالیہ نگاہوں سے جیندر کی طرف دیکھا۔
 ”نہیں.....“ جیندر ابھی کوئی بات نہیں مانوں گا۔ بلکہ تمہارا سامنا ضرور خاک میں ملا دوں گا۔“ جیندر نے چراغ پاوتے سے کہا۔
 موتی رام نے فحش ہنک ہو کر ڈالہ لیا اور اس کا کڑے کے زمین پر گرنے کی وجہ سے ایک بار مجرور دلدراؤ پیدا ہوئی۔ وہ کھٹکھٹلاؤں میں بولا۔ ”تمک ہے..... یہ پھر تم جو کر سکتے ہو کرو۔“ میں بھی دیکھتا ہوں کہ تمہارے پاس کتنی قوت ہے۔“
 جیندر بوڑھے لگا۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھ موتی رام کی طرف پھیلا دیئے۔ پھر اس نے ہاتھوں کو دائیں بائیں پھیلا دیا اور پھر انہیں جھکے سے بلند کیا۔ اس وقت دونوں جانب کے کئی درخت بڑوں سے اکڑ کر گھٹا میں بند ہوئے اور تیزی سے موتی رام کی طرف بڑھنے لگے۔ موتی رام نے اپنا کواڑ زمین پر مارا ڈال دیا اور تیزی سے اس کی طرف چلے گئے وہ اس کی رفتار سے دائیں پلٹ کر تیرتے ہوئے اپنی جگہوں پر پہنچے اور دائیں اپنی جگہوں میں بیست ہو گئے۔
 جیندر نے اپنے لباس میں سے ایک چمکا ہوا بھڑکا لالا اور اسے موتی رام کی طرف بھیج دیا۔ موتی رام نے ایک بار پھر کواڑ زمین پر مارا اور اپنی طرف آئے والے بھڑکا پکڑ لیا۔
 جیندر ابھی بوڑھا رہا تھا۔ اس نے چیخے جیسے انداز

میں آواز نکالی اور غصہ میں اڑتا ہوا ایک جانب جانے لگا۔ اصرار موتی رام نے اپنا کواڑ زمین پر مارا اور بھی جیندر کی طرف غصہ میں تیرتا ہوا اس کے تعاقب میں جانے لگا۔
 کچھ ہی دیر بعد وہ دونوں میری نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ میں حیران پریشان تھا کہ آخر یہ موتی رام کون ہے۔ جیندر اور اس کی باتوں سے تو میں محسوس ہوتا تھا جیسے موتی رام کا تعلق نجیت سے نہیں ہے بلکہ اگر اس کا ایسا ہی تعلق تھا تو میں اسے بھوکھن سا سمجھتا۔ میں اس سے پریشان تھا کہ نہ جانے موتی رام اور جیندر کی پانچواں کیا کھیل ہے۔ لیکن ان کا اور گردہ دونوں دائیں نہ آئے تو میرا کیا بنے گا کیا میں ساری عمر ان کی جنگلات میں بھٹک رہوں گا؟
 تقریباً ایک گھنٹہ گزر گیا۔ میری بے چینی کافی زیادہ ہو گئی۔ جیندر اور موتی رام میں سے اب تک کوئی دائیں نہیں آیا تھا اور پھر موتی رام آ گیا۔ میں نے اس سے فوراً کہا۔ ”جیندر کہاں ہے؟“
 اس کے چہرے پر بے چینی خیر مسکراہٹ آ گئی۔ وہ بولا۔ ”آؤ ذمیرے ساتھ میں نہیں جاتا ہوں کہ وہ کہاں ہے۔“ میں اس کے ساتھ چل پڑا۔ اس نے میرا بازو پکڑ لیا۔ ہم دونوں گھٹا میں جھینے لگے۔
 تقریباً پانچ منٹ بعد ہم ایک میدان میں آ کر گئے۔ یہاں ایک بھوپتزی تھی۔ موتی رام نے اس کا دروازہ دھکیلا اور ہم دونوں اندر داخل ہو گئے۔ باہر سے تو بھوپتزی چھوٹی سی دکھائی دے رہی تھی لیکن اندر سے کسی عالی شان کی محسوس ہو گئی۔
 ہم رانداری پر پہنچے گئے جس کے دونوں جانب باغ تھا۔ رانداری جوہر کرنے کے بعد ہم لوگ برآمدے میں آ گئے۔ سامنے ہی کواڑ دروازے نظر آئے تھے۔ موتی رام نے ہم سے ایک دروازہ کھولا اور ہم اندر داخل ہو گئے۔ یہاں بہت کچھ سننے کے بعد میں ایک فائوس روٹی تھا زمین پر چائین بچھا ہوا تھا جس پر موٹی سیٹ رکھی تھی۔

موتی رام نے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مجھ سے کہا۔ ”تم بیٹھو میں ابھی کچھ دیکھ رہا ہوں آ جاؤ۔“ میں صوبے پر بیٹھ گیا جب کہ وہ کمرے سے باہر چلا گیا۔
 تقریباً پانچ منٹ بعد وہ دائیں آیا اور مجھ سے بولا۔ ”تم میرے ساتھ آ جاؤ۔“
 میں اس کے ساتھ کمرے سے باہر آیا۔ ہم برآمدے میں چلے گئے اور پھر ہم برآمدے کے اختتام پر موجود کمرے میں داخل ہو گئے۔ یہاں جیندر دو کونوں میں منقسم کالین پر بڑا ہوا تھا۔
 ”ہاں.....“ یہ تم نے اس کا کیا حشر کیا ہے؟“ میں نے پریشان ہوتے ہوئے موتی رام سے کہا۔
 اس کے چہرے پر بڑی خوفناک مسکراہٹ آئی۔ دو رخ لہجے میں بولا۔ ”اب غیبت کا بھی حشر ہوتا تھا۔ اب اس کا جسم جو کہیں ہوا پڑا ہے۔ سو کر ختم ہو جائے گا۔“
 ”جین.....“ آخر یہ سب کیا پکڑ ہے؟ کیا میں دائیں پاسوں کا؟“ جیندر کو حشر دیکھ کر مجھے اپنی فکر پڑ گئی۔
 ”یہ فکر ہو.....“ میں تمہارے دائیں جانے کا بندوبست کر دوں گا لیکن تم نے جس کو چھوچا ہے کہ یہ سب کیا پکڑ ہے تو میں تمہیں ضرور تاناؤں گا کہ یہ کیا پکڑ ہے۔“
 ”خلیقہ تمہارا بہت باؤڑن تھا۔ اس نے تمہاری زکری سے کھلا دیا تھا۔“ دو اصل وہ اپنی کھٹکھٹاں میں دے کر اگلی منزل پر چلا جاتا تھا۔
 ”اگلی منزل؟“ میں نے سوالیہ نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔
 ”ہاں.....“ وہ بڑے خیال انداز میں بولا۔ ”یہ لوگ اس طرح اپنے سب سے آخری مقام تک پہنچتے ہیں۔ میں تمہیں زراذواجت کے ساتھ تاناؤں گا کہ آخر یہ سب ہوتا کیا ہے۔ تم نے نجیت کو دیکھا تھا؟“ اس نے سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھا۔
 ”ہاں.....“ میں نے اذیت میں سر ہٹا کر جواب دیا۔

”رومل..... وہ ان کے شیعے کی آخری منزل ہے۔ یہ عالموں کا ملوک ایک بہت بڑا گروہ ہے جس میں دنیا بھر کے عامل شامل ہیں۔ ان میں ہر کوئی ترقی کر کے اعلیٰ منزل تک جانا چاہتا ہے۔ لوگ جس بھی منزل پر پہنچتے ہیں اس کے لیے کافی محنت کرنا پڑتی ہے۔ اس میں اسکا اپنی فخر و کبر، غریب یا غنی، جس کو ملے گا اپنی جان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں لیکن آخری منزل پر جانے کا خواب ہر عامل دیکھتا ہے۔ آخری منزل پر تم نے سمجھتے ہو تو دیکھو۔ وہ بظاہر ایک معمولی اور بے ضرر انسان دکھائی دیتا ہے لیکن یہ وہ منزل ہے جسے جب انسان کے پاس بہت زیادہ عقلیات آجاتی ہیں اور وہ صرف اپنی آقا جی کا توکل چاہتا بلکہ اپنے جسم کو بھی دیکھیں کبھی بھی لے جاسکتا ہے اور اسے یہ عقلی بھی حاصل ہوتی ہے کہ وہ کبھی بھی عقل میں خود کو حالی لے۔ اس کے علاوہ دولت اس کے لیے کوئی مسئلہ نہیں رہتی کیوں کہ وہ جب بھی چاہتا ہے کہیں سے بھی دولت حاصل کر لیتا ہے اور تم جان سکتے ہو دولت اس دنیا کی سب سے بڑی طاقت ہے۔ جس کے پاس دولت ہوتی ہے وہ ایک بے چین زندگی گزار سکتا ہے۔ لہذا یہ لوگ دنیا میں ہر طرح کی آسائش حاصل کر لیتے ہیں۔ یہ دنیا کی خوب صورت ترین مورتوں کو بھی حاصل کر سکتے ہیں اور جب ان کا دل کسی بڑے آقا سے تو اسے کسی نہ کسی طرح حاصل کر لیتے ہیں ورنہ تم کہے اس کے قسم کے اندر محسوس کر اپنے مقاصد حاصل کر لیتے ہیں۔ تم نے دیکھا ہوگا کہ اکثر وہ جوان لڑکیوں اور عورتوں کی حالت خراب ہوتی ہے۔ ان کے عقل سے مردوں بھی آواز میں آئے ہوتے ہیں تو انکی عورتوں پر اکثر یہ عالمی طاقتیں ہوتے ہیں۔ یہ ان کے جسموں سے پسینہ حاصل کر کے ہوتے ہیں۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ بڑے لوگ ہر طرح کی آسائش حاصل کر لیتے ہیں اور انسانی فطرت یہ کہ وہ دنیا کی ہر آسائش حاصل کر لیتا چاہتا ہے۔ ان عاملوں میں سے ہر کوئی چاہتا ہے کہ وہ سمجھتے کہ مقام تک پہنچ جائے لیکن اس مقام تک

پہنچنے کے لیے کسی مراحل طے کرنے پڑتے ہیں۔ سب سے پہلے تو عموماً اس گروہ میں شامل ہوتا ہے اسے ملکی پابلی ریاست کرنی پڑتی ہیں لیکن بتدریج ان کے عملیات اور درجہ پائوں میں تبدیلی ہوتی جاتی ہے اور جیسے جیسے وہ آگے بڑھتے ہیں ان کی ریاضتیں سخت سے سخت ہوتی جاتی ہیں۔ انہیں کئی دنوں تک بھوکے رہنا پڑتا ہے۔ جانوروں کا کھا کھوت کھانا پڑتا ہے اس کے بعد انسانوں کا بھی کھوت کھانا پڑتا ہے اور ساتھ ہی مختلف اوقات میں انسانوں کا خون بھی پینا پڑتا ہے۔ انہیں اپنے جسم کی آلودہ آلودہ گونا گونا پڑتا ہے اور یہ وہ فطری مرحلہ ہوتا ہے کہ جب عامل کی جان کو فخر ہوتا ہے۔ بہت سے عامل اس مرحلے پر اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں اس نے چھ لمے توقف کیا اور پھر اپنی بات بڑھاواتے ہوئے ہوا۔ ”دیکھ بہت سے مراحل اور پابلی میں جنہیں میں تم جیسے تانا ضروری نہیں سمجھتا کیوں کہ میں نے تمہیں جس قدر بتا دیا ہے تم اس سے اعجاز کر سکتے ہو کہ عامل کیا کچھ کرتے ہوں گے لیکن جس ریاضت میں مرحلے کا تم سے عقل سے اس کے بارے میں میں نہیں ضرور بتاؤں گا۔“ ان عاملوں کا ایک مرحلہ یہ ہے کہ کچھ خاص منزلیں طے کرنے کے بعد جب انہیں اپنی اعلیٰ منزل تک جانا ہوتا ہے تو اس کے لیے ضرور یہ ہے کہ اپنی تمام عقلیات کی اور عام سے انسان میں کچھ حصہ کے لیے منتقل کر دیں۔ یہ مرحلہ تقریباً پانچ سال کے لیے ہوتا ہے۔ یعنی پانچ سالوں کے لیے وہ عامل کی عام انسان کو اپنی عقلیات منتقل کر رہے ہیں اور اعلیٰ منزل کے لیے یہ فائدہ دہیہ کرتا ہے۔ اس کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ جس بھی انسان کو وہ ریاضتیں عقل کی چاہیں وہ بڑے انداز میں روحانی طاقت رکھتا ہو کہ ان تمام عقلیتوں کا جو ہر منتقل کر سکے کسی عام آدمی پر اگر اعلیٰ تک ان عقلیتوں کا جو ہر ڈال دیا جائے تو وہ اس کے لیے قابل برداشت ہوں گی اور وہ آدمی مر جائے گا اس لیے عامل اپنے لیے پہلے کسی بچے کا

انتخاب کرتا ہے اور آہستہ آہستہ اس کے اندر روحانی عقلیات برداشت کرنے کی طاقت پیدا کرتا ہے اور ہلیدر نے کہا کہ اسے ساتھ ہی ملکی کیا تھا۔ جب تم چھوٹے تھے تو اس نے تمہارا انتخاب کر لیا تھا اور تم پر کام شروع کر دیا تھا۔“

”ہاں..... اس نے مجھے بتایا تھا کہ وہ بچپن سے ہی میرے ساتھ ہے۔“ میں نے سوئی رام کی بات کی تصدیق کی۔

”ہوں۔“ اس نے اثبات میں سہارا کر بنگارہ ہمارا۔“

جب یہ عامل اپنی مخصوص منزل پر جانے لگتے ہیں تو تم جیسے کسی شخص کے لیے ہونے آدمی کو اپنی عقلیات منتقل کر دیتے ہیں اور پھر تقریباً پانچ سال تک چلنے پھرنے میں اپنی ریاضت کرتے رہتے ہیں اور جب اپنی ریاضت ختم کر لیتے ہیں تو اپنی عقلیات واپس لے لیتے ہیں۔ ایسے میں جس شخص کے ذمہ وہ منتقل ہوا تھا۔ اس کا جسم اتنی عقلیتوں کے لیے جو اسے اتنا ضرور اور لافرو ہو چکا ہوتا ہے کہ جو بھی یہ عقلیات اس سے واپس لی جاتی ہیں اس کی موت واقع ہو جاتی ہے۔“

”اوهو..... اس کا مطلب ہے کہ ہلیدر نے میری موت کا بندوبست کر دیا تھا؟“ میں نے پریشان ہو کر کہا۔

”ہاں..... لیکن اب اس کی مکمل جگہ چکا ہے۔“ وہ ہوا۔

”یہ تو تم نے مجھ پر بہت بڑی مہربانی کی کہ اس سے میری جان بچائی۔“ میں نے منتظرانہ انداز میں اس سے کہا۔

”مہربانی کی بات نہیں ہے بلکہ..... یہ تمہاری خوش قسمتی ہے کہ حالات ایسے ہو گئے کہ تم بچ گئے۔“ وہ ہوا۔

”لیکن جب یہ عامل میں تمہاری عیب سے اس سے بچ گیا ہوں۔ اس لیے میں نے تمہارا ہر گھر گزارا ہوں گا۔“

”یہ سنا بعد ازاں میں گا۔“ وہ بے حد حیرت کے حال میں ہے۔

”میں نے اس کا بھی دیر مشی کر لیا ہے جو جیندر کا کیا

تھا۔ اب جیسے ہلیدر کی طرف سے بھی فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔“ وہ ہوا۔

”تم نے ان دونوں کو یقیناً کسی وجہ سے مارا ہوگا۔ میرا مطلب ہے کہ تمہاری کوئی نہ کوئی دشمنی ضرور ہوگی ان سے؟“ میں نے اس کی طرف سوال کیا ہوں سے دیکھا۔

”ہاں۔“ اس کے لیے میں کچھ عقلی ہوتی تھی۔“ میری ان سے ایک خاص دشمنی تھی۔ یہ بھی تمہیں بتا دوں کہ جیندر اور ہلیدر دونوں آپس میں بھاٹی تھے۔ یہ دہلی میں رہتے تھے۔ جب یہ جوان تھے تو انہیں عامل کا لینے کا شوق ہوا۔ دونوں ہی نہایت غریب فطرت کے مالک تھے۔ میری ایک بڑی بھین جس کا نام سادھا تھا۔ وہ بڑی خوب صورت تھی۔ ان دونوں اس کی شادی کی بات چل رہی تھی۔ ہلیدر نے اسے کہیں دیکھ لیا اور پھر اس نے جیندر کے ساتھ سادھا کو فروا کرنے کا منصوبہ بنایا۔ ان میں ان دونوں اپنی چڑچڑیوں وغیرہ کی دکان چلتا تھا۔ ان دونوں بھائیوں نے مل کر سادھا کو فروا کر لیا اور اس کی عزت تباہ کر دی۔ وہ یہ صدمہ برداشت نہ کر سکی اور اس نے آتما بھتھا کر لی۔ اس کے کم میں میری بھاتی پانچ ہو گئیں۔ میرا ہر گھر انہی تباہ و برباد ہو کر گیا۔ ہلیدر اور جیندر مقرر جاسے تو عجب ہو گئے تھے۔ میں نے انہیں بہت حلاش کیا لیکن وہ نہیں لے۔ پھر ایک روز میری ملاقات ایک ساحر سے ہوئی۔ اس نے میری خراب حالت اور پریشان فانی کیفیت دیکھ کر مجھ سے حالت پوچھی۔ میں نے اسے حالات بتائے کہ اور یہ بھی بتایا کہ میں ہلیدر اور جیندر کی عقلیات میں ہوں۔ اگر وہ میرے ہاتھ آ جائیں تو میں انہیں ختم کر دوں گا۔ اس پر اس ساحر نے بتایا کہ میں ان دونوں کو آسانی سے نہیں مار سکتا۔ میں نے اس کی وجہ پوچھی تو اس نے بتایا کہ وہ دونوں بڑے عامل ہیں ان کے پاس بڑی عقلیات ہیں اور میرے لیے ان کو مارنا آسان نہیں ہوتا۔ جب میں نے اس سے کہا کہ وہ مجھے ان سے انتقام لینے کا کوئی طریقہ بتائے۔ اس نے کہا

کئی راستہ ہے کہ میں ان سے بڑا اعلیٰ بن جاؤں۔ میں نے اس سے کہا کہ اس سلسلے میں کیا وہ میری کوئی مدد کر سکتا ہے؟ اس نے کہا کہ وہ کچھ نہیں کر سکتا مگر جاسکے گا کہ میں نے دنیا چھوڑ دی ہے۔ دنیا تو میری دینی ہے، اگر میں اس وقت میرا اس دنیا میں کوئی رہائی نہیں تھا۔ ناماتی اور سادہ دنیا میرے کئے کے انفرادیت سے۔ سادہ دنیا کی جتنی اور ناماتی ہو باقی خانے میں داخل کر دیا گیا تھا اس لیے میں نے سادہ کوئی بات نہ لی۔ اس نے مجھے پر غصہ کرنا شروع کر دیا۔ اس سلسلے میں میں کی میری اس کے ساتھ دوسرے شہزادوں میں بھی جانا ہونے لگے اور پھر ناماتی کا بھی انتقال ہو گیا۔ ان کے بعد میں مکمل طور پر سادہ کے ساتھ رہنے لگا۔

وقت گزرتا رہا اور میرے پاس ہفتیاں آتی چلی گئیں۔ میرا کمرہ بڑی سخت کر رہا تھا اور میں بھی کوئی کتاب نہیں کر رہا تھا۔ میں نے ایسی ایک راہیں بھی کیں جن میں کی دھیری جان جاتے جاتے بچی جن، میرا حال میں نے آتی ہفتیاں حاصل کر لیں کہ ہلیہ اور جیندر سے انتقام لے سکوں اور تم نے دیکھا کہ میں نے ان سے اپنا انتقام لے لیا۔ وہ اپنی بات ختم کر کے مجھ کو بھونے لگا۔ ”کیا تم مجھے سچیت کی طرف سے کوئی خطرہ نہیں ہے؟“ میں نے اس سے سوال کیا۔

”جی ہاں۔“ اس نے ٹہنی میں سر ہلایا۔ ”ہلیہ اور جیندر کا گردو ہے لیکن اسے کسی پہلے کے ذاتی معاملات سے کوئی بچھڑی نہیں ہے۔ ان دونوں کی طرح اس کے اور بھی بہت سے شاگرد ہیں اس کا اصول ہے کہ وہ شاگردوں کے ذاتی معاملات میں دھن نہیں لیتا۔ وہ اپنا ہے کہ اس کا کام شاگردوں کو سکھانا اور دیکھنا ہے۔ ان کے دیگر معاملات سے انہیں کوئی سروکار نہیں ہے۔“

”اب تم مجھے کب داپس بھجوا گئے؟“ میں نے سوال کیا۔

”نی اعلیٰ تو میں اپنے کچھ ضروری کاموں سے جا رہا ہوں کل داپس آ جاؤں گا۔ اگر میرا سارا کام نہ ختم ہو تو میں خود ہی نہیں لے جاؤں گا ورنہ کسی کے ساتھ جیندر اور جیہڑہ کے کچھ دوستوں کو بھی لے گا کہ ان کے ساتھ۔“

”اب تم مجھے کب داپس آ جاؤں گا۔“ اس نے کہا۔

”اب تم مجھے کب داپس آ جاؤں گا۔“ اس نے کہا۔

”اب تم مجھے کب داپس آ جاؤں گا۔“ اس نے کہا۔

”اب تم مجھے کب داپس آ جاؤں گا۔“ اس نے کہا۔

”اب تم مجھے کب داپس آ جاؤں گا۔“ اس نے کہا۔

”اب تم مجھے کب داپس آ جاؤں گا۔“ اس نے کہا۔

”اب تم مجھے کب داپس آ جاؤں گا۔“ اس نے کہا۔

”اب تم مجھے کب داپس آ جاؤں گا۔“ اس نے کہا۔

”اب تم مجھے کب داپس آ جاؤں گا۔“ اس نے کہا۔

”اب تم مجھے کب داپس آ جاؤں گا۔“ اس نے کہا۔

”اب تم مجھے کب داپس آ جاؤں گا۔“ اس نے کہا۔

”اب تم مجھے کب داپس آ جاؤں گا۔“ اس نے کہا۔

”اب تم مجھے کب داپس آ جاؤں گا۔“ اس نے کہا۔

”اب تم مجھے کب داپس آ جاؤں گا۔“ اس نے کہا۔

”اب تم مجھے کب داپس آ جاؤں گا۔“ اس نے کہا۔

”اب تم مجھے کب داپس آ جاؤں گا۔“ اس نے کہا۔

”اب تم مجھے کب داپس آ جاؤں گا۔“ اس نے کہا۔

”اب تم مجھے کب داپس آ جاؤں گا۔“ اس نے کہا۔

”اب تم مجھے کب داپس آ جاؤں گا۔“ اس نے کہا۔

”اب تم مجھے کب داپس آ جاؤں گا۔“ اس نے کہا۔

”اب تم مجھے کب داپس آ جاؤں گا۔“ اس نے کہا۔

”اب تم مجھے کب داپس آ جاؤں گا۔“ اس نے کہا۔

”اب تم مجھے کب داپس آ جاؤں گا۔“ اس نے کہا۔

”اب تم مجھے کب داپس آ جاؤں گا۔“ اس نے کہا۔

”اب تم مجھے کب داپس آ جاؤں گا۔“ اس نے کہا۔

”اب تم مجھے کب داپس آ جاؤں گا۔“ اس نے کہا۔

”اب تم مجھے کب داپس آ جاؤں گا۔“ اس نے کہا۔

”اب تم مجھے کب داپس آ جاؤں گا۔“ اس نے کہا۔

”اب تم مجھے کب داپس آ جاؤں گا۔“ اس نے کہا۔

”اب تم مجھے کب داپس آ جاؤں گا۔“ اس نے کہا۔

”اب تم مجھے کب داپس آ جاؤں گا۔“ اس نے کہا۔

”اب تم مجھے کب داپس آ جاؤں گا۔“ اس نے کہا۔

”اب تم مجھے کب داپس آ جاؤں گا۔“ اس نے کہا۔

”اب تم مجھے کب داپس آ جاؤں گا۔“ اس نے کہا۔

”اب تم مجھے کب داپس آ جاؤں گا۔“ اس نے کہا۔

”اب تم مجھے کب داپس آ جاؤں گا۔“ اس نے کہا۔

☆.....☆

●.....●

دل کا رشتہ

میری ماں مرجکی ہے۔ وہ پیاری ہستی جسے دیکھتے بنا مجھے چین نہیں آتا تھا۔ میں نہ خود ہی اسے موت کی نیند سلا دیا۔ اگر میں ایسا نہ کرتا تو ہوسکتا تھا۔۔۔ وہ آپ کو موت کی نیند سلا دیتی۔۔۔ میں یہ برداشت نہیں کر سکتا تھا۔۔۔ کیوں کہ میں خون کے رشتے کے بغیر تو زندہ رہ سکتا ہوں۔۔۔ لیکن پاپا آپ کی محبت کے رشتے کے بغیر میں زندہ نہیں رہ سکتا۔۔۔

اشتیاق طاہر علی

ماں کی بے وفائی کو دیکھ کر اسے موت کی نیند سلا دینے والے ایک بیٹے کی کہانی..... ایک پراثر داستان

موسم سرما کی ٹھنڈی ہوئی صوب منڈیروں سے پیچھ اتر رہی تھی۔ کئی ہوئی سہ پہر عمران و پریشان شام کی طرف بڑھ رہی تھی۔

گھر کو اسکول سے آئے کئی عی دور ہو گئی تھی۔ پر اس نے پوئی نام بھی تبدیل نہیں کیا تھا۔ مونڈے اور جوئے بھی نہیں اتارے تھے۔ اسکول سے آنے کے بعد سے اب تک وہ اسی طرح پہنا ہوا سا کونے میں دھکا بیٹھا تھا۔

آج نہ وہ ناشتہ کر کے نہیں گیا تھا۔ وہ دیکھ کر ہی اس کے لیے ناشتہ بنا تھا اور ساتھ ہی لچ بکس بھی تیار کر دیتا تھا۔ آج صبح اس کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی تیز ہنار کے باعث وہ بستر سے اٹھ ہی نہیں سکا تھا۔ اس لیے گھر نہ بیٹھے اور لچ بکس کے بغیر ہی اسکول چلا گیا تھا اور اب اسکول سے واپس لوٹنے کا کافی وقت گزر گیا تھا۔ گھر اس کے سنہ

میں ایک سیل بھی انڈر نہ لگائی تھی۔ اس کے باوجود اسے اس وقت بالکل بھی بھوک نہیں لگ رہی تھی۔ وہ سہا ہوا سا کونے میں دھکا، اندر دلی کمرے میں ہوئی، ماں اور باپ کی لڑائی کی آواز بھی سن رہا تھا۔

دیکھا جاتا تو گھر میں ہونے والی اس طرح کی لڑائیاں

موسم ایک طرف ہوئی تھی۔ اس کی ماں سوچا ہی زیادہ تر پوئی چینی اور عورت چاتی رہتی تھی جبکہ اس کا باپ ٹھیکر عمو غاموش رہتا یا نہایت چمکی آواز میں کوئی مقول سا جواب دیتا۔ جوا سوچا اور بھڑک پڑتی تھی۔

سوچا روز اول سے ہی ٹھیکر کے ساتھ خوش خوش تھی اس کی بھوری نہ ہوئی تو شاید وہ بھی ٹھیکر جیسے سیدھے سادے شریف انسان سے شادی نہ کرے۔ ٹھیکر اسے دل کی گہرائیوں سے چاہتا تھا اور اسے خوش رکھنے کی حتی الامکان کوششوں میں لگا رہتا تھا۔ مگر وہ بھی کبھی اس کی کسی بھی لاشی کا کیا بات نہ ہونے دیتی تھی اور بات بے بات کوئی نہ کوئی جھگڑے کی بات نکال ہی لگتی تھی۔

اب آج کل ان دونوں کے درمیان جھگڑے کی وجہ، ٹھیکر کا یہ قد بھی گھر "ادبائے اڈس" بنا ہوا تھا۔ سوچا کی خواہش تھی کہ ٹھیکر یہ پانا بوسیدہ گھر فروخت کر کے شہر میں کسی اچھی سوسائٹی میں کوئی چھوٹا صاف تر اپارٹمنٹ لے لے کر ٹھیکر کسی بھی قیمت پر مگر فروخت کرنے پر آمادہ نہ تھا۔ شاید سوچا اس کے مسلسل انکار کے سامنے آخر کار غاموش ہو بیٹھی اگر اس کا پرانا عاشق اور بڑے فریڈ وڈو



اسے مسلسل نہا سکتا۔ دراصل مکان بیچنے کا یہ ایسا آئیڈیا تھا۔ جو ہر واقعہ پر شاندار لگتی دیکھتے ہی اس کے دہن میں ایک زبردست منصوبہ آ گیا تھا۔ سونیا نے پہلے اس کے منصوبے سے بخوشی اختلاف کیا تھا۔ لیکن آخر کار دونوں نے اسے اپنا کام خیال بنالیا تھا۔

سونیا کا خیال تھا کہ وہ نہایت آسانی سے شیکری کو اپنی بات ماننے پر مجبور کر دے گی۔ مگر اس وقت اسے شدید حیرت ہوئی تھی جب شیکری نے اس کے آئیڈیے کو یکسر مسترد کر دیا تھا۔ جب سے سونیا کے ہاتھ لڑنے کے لیے ایک نیا موضوع آ گیا تھا۔ اب آئے دن ان دونوں کے درمیان ایسی مسئلے پر بحث مباحثہ اور لڑائی جھگڑا چلا رہتا تھا۔

شیکری کی طرح 10 سالہ شیکری کو بھی یہ ہر وقت کے جھگڑے اور دو طرفہ ناراحت ناپسند تھی۔ شیکری کی طرح شیکری سونیا کو بے پناہ درد سے مدد و سہا جاتا تھا۔ وہ اپنی ماں کو ہر وقت پھول کی طرح نکلا ہوا اور لڑکی کی طرح مسکراتا ہوا دیکھنے کا ماضی تھا۔ اس کی بیچم اور شور شرابے سے وہ سکھ جاتا تھا۔

”میں کہتا ہوں سونیا۔ اس وقت میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ بس اس موضوع کو اب غلط کر دو۔“ شیکری کی آواز میں غصہ تھا۔ ساتھ ساتھ خوراک بھی تھی۔

”تمہاری کوئی طبیعت و دیت خراب نہیں ہے۔“ سونیا نے غصے اور جھجھکے میں کہا۔ ”جب تم سے کوئی بات کہی جائے تمہاری طبیعت خراب ہو جاتی ہے۔ مگر آج میں نے سوچ لیا ہے۔“ آج اس بات کا آخری فیصلہ لے کر ہی رہوں گی۔

”آخر تم جانتی کیا ہو؟“ شیکری نے تھکے تھکے لہجے میں پوچھا تھا۔

”ہر بات تمہان بن جاتے ہو۔“ سونیا جھجھکتے ہوئی تھی۔ ”تم نہیں جانتے میں کیا جانتی ہوں۔“

شیکری نے صہب عادت رساں ہمرے لہجے میں کہا تھا۔ ”اس کے باوجود تم روز روز یہ موضوع لے کر بیٹھ جاتی ہو۔“ ”میں پوچھتی ہوں، آخر تمہیں اس بھلندار بھوت بھٹکے سے کئی اذیت کیوں ہے؟“ سونیا نے دل بٹے لہجے میں سوال کیا۔ جملات اس کے لہجے سے صاف جھٹک رہی تھی۔

”یہ سوال بھی تمہاری ہی ہمارے بچے کی ہوا میں تھی ہی ہمارا کا جواب دے چکا ہے۔“ شیکری نے الایت ہمرے انداز میں گہری سانس لی۔ ”اس کے باوجود تم جاؤ تو میں ہمرے تم کو بھی سب کچھ بتا سکتا ہوں۔“

سونیا نے ناراض نظروں سے اس کی طرف دیکھا مگر زبان سے کچھ نہیں کہا۔

”تم جانتی ہو۔۔۔ ہمارا آبائی گھر ہے۔۔۔ وادائی نے اسے بہت بے ارادہ چاہت سے تعمیر کر دیا تھا۔۔۔ چنانچہ کو اس گھر سے عشق تھا۔ میری مائیں اسی گھر میں دہن میں کر آتی تھیں۔ میں اور شائق ویڈی اسی گھر میں پیدا ہوئے۔ شائق ویڈی اسی گھر سے دہن ہو کر واپس سدھار میں۔۔۔ اور تم نے بھی تو دہن ہی کر اسی گھر میں قدم رکھا تھا۔ ہمارا گھر بھی تو اسی گھر میں پیدا ہوا ہے۔“

سونیا کے چہرے کی بے زبانی بکھار بڑھ چکی تھی۔

”وادائی، پتا اور مائیں کی تھی ہی یادیں اس گھر سے جڑی ہیں۔ اس گھر کے دروازے اور کمرے کی دیواروں کا رنگ دیکھو۔ اس گھر سے بچپانے سے لگتے ہیں۔ اپنے بچپن کا احساس ہوتا ہے۔ مگر شاموں شاموں میں اپنے والدین کی یادیں اور دواؤں کی سرگوشیاں سنائی دیتی ہیں۔ آگہن کے ساتھ فرش پر راتا جی کے بالوں قدموں کی آغوش دھرتی ہیں۔ چائی کی بے ہم بھری آواز کی گونج سنائی دیتی ہے جیسے یہاں۔۔۔ اور تم بھی ہو کہ میں اس گھر کو چھ دوں۔“

تم ہی سوچو۔۔۔ میں اس طرح کیوں کر سکتا ہوں۔ بھلا یہ کس طرح ممکن ہے؟“

”کیوں؟“ شیکری کے رستے ہی سونیا جھجھکتے ہوئی۔

”بھلا کیوں ممکن نہیں ہے بلکہ تمہارے نام ہے۔۔۔ تمہاری بہن برسوں سے لندن میں رہ رہی ہے۔۔۔ وہ اپنے بچپن اور بچوں کے ساتھ خوش ہے۔۔۔ اسے اس گھر سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ اس نے نہ صرف تمہیں اس گھر کو بیچنے کی اجازت دے دی ہے بلکہ وہ تم سے کوئی حصہ بھی نہیں لینا چاہتی۔“ بھلا۔۔۔ اس گھر کو بیچنے میں کیا قیامت ہے؟

”اس نے مکہ کے ناراض نظروں سے شیکری کی طرف دیکھا۔ ”اور جان تک یادوں کا حلق ہے۔ تو یہ پتار لوگوں کی عطا ہے۔ زندہ لوگ یادوں سے نہیں چلے رہے۔ بلکہ گزرتے ہوئے کل کو بھول کر آتے والے لاکھ کاساکت کرتے ہیں۔“

شیکری نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ بس خالی خالی نظروں سے اس کی طرف دیکھا تھا۔ اسے ساڑھ ہوتا ہوا دیکھ کر سونیا نے پتا تیرا دھڑلہ کر لیا۔

”یہ کون سا شیکری اور کدہ رہا ہے۔۔۔ وہ اس بھلندار کی بہت اچھی قیمت دلا دے گا۔“

”بس اصل بات یہ ہے۔“ ڈوڈے نام پر شیکری جھجھک کر بولا۔ ”کیوں نہیں کہیں کر تم اپنے اس گھر اور کاروبار حقائق کے کتبے کی ہی وجہ سے یہ کہہ کر بیچ کر ہمارے ہوں۔“

”تم میرے کدہ پر شہر کرتے ہو؟“ ڈوڈے اس کا عاشق کہنے پر سونیا کو ایک دم سے گھبرا گیا تھا۔ ”تمہارے خیال میں، میں سوڈو سے عشق کر رہی ہوں؟“

”تم مجھے غور میں کسی سے محبت اور عشق کرنا جانتی ہی نہیں۔“ شیکری کے لہجے میں سوال میں آئی۔ ”تم اسے بھی اپنے مفاد کے لیے محض استعمال کر رہی ہو؟“

”تم میرے بارے میں ایسا سوچو ہو؟“ سونیا غضب ناک لہجے میں بولی۔ ”اگر میں تم سے محبت نہ کرتی تو تمہا کیرا پتا چلے چکا ہوتا؟ اگر تمہارے شادی کیوں کرتی؟“

”صوت نہہ۔“ شیکری نے غصے سے بھرا دھڑلہ بھرا۔ ”تم جانتی ہو کرتے مجھ سے شادی کیوں کی تھی۔۔۔ اور اب تو میں بھی جان گیا ہوں۔“ شیکری نے ایک غصیلی

آہ بولی۔

ان دونوں شیکری نے اپنی اپنی لڑکی شادی کی تھی۔ اس کی انوکھی بہن شائق بیوا کے بعد وہیں سدھار گئی تھی اور وہ گھر میں باہل آ کر لگا رہ گیا تھا۔

بھلی یہ گھر کتنا ہمارا تھا۔ وادائی پتا اپنی اور وہ دونوں بہن بھائی، گھر کی آواز اور شاداب لگتی تھا۔

بھلا میرے دیر سے گھر کی رونقیں دم توڑ گئیں۔۔۔ پہلے وادائی پھر مائیں رخصت ہو گئیں۔۔۔ شاید مائیں کا تم پہاڑی برداشت نہ کر سکے اور ان کے دیوانے کے سال

بھر بھری وہ بھی رخصت ہو گئے۔ اب صرف وادائی ہی رہ گئی تھی اور وہ دونوں بھائی بہن پتائی نے اپنی زندگی میں ہی انکھٹھ میں مٹیم اپنے ایک دوست کے بیٹے انیل

دور سے شائق کا رشتہ لے کر گیا تھا۔ سو وادائی نے ایک جھپک شائق کی دوا کی کر وادی تھی اور پھر دوسرے انکھٹھ کی دن شائق اپنے بچے کے ساتھ لندن روانہ ہو گئی تھی۔

اب لگتا تھا کہ جیسے وادائی صرف شائق کے بیوا کے لیے ہی زندہ تھی۔ شائق کی رخصتی کے کچھ ہی دنوں بعد وہ بھی اس عالم لانی سے رخصت ہو گئی تھی۔

اب اس دنیا اور پڑے گھر میں شیکری باہل آ کر لگا رہ گیا تھا۔

چند سال پہلے اس نے زندگی کے اس دور سے ہمارے میں بھی سوچا ہی نہ تھا۔ یہ آج تنہائی کی بے ہم بھائی جھپک نے اسے چاروں طرف سے گھیر لیا تھا۔ دروغ میں سناٹے سے اتر آئے تھے۔ ان دونوں زندگی تھی انکی تھی یہ گھر اور کدہ کی تھی ہو کر رہ گئی تھی۔

اور یونہی کرب و لذت کے کسی سے میں تنہائی کے احساس کے بوجھ سے دے بھٹنے اپنے اطراف افراد کی موجودگی کا احساس تلاش کرتے وہ اس شام، قریبی قریبی میں جا بیٹھا تھا۔

اور اس پہلے اس کا وہ دھڑکتے ہی جیسے اس زندگی میں ایک جانیں سا آ گیا تھا۔ بھلی ہمارا سونا نظر پڑے ہی وہ دیر

تک اس پر نظر میں جسے اسی کو کھتا رہا تھا۔ وہ ایک متاسب عقد خال کی حسین لڑکی تھی۔ جسے میک اپ رتار لباس اور بدلتا رہتی شینیں اس کے حسن کو بھرپور نکھار دیا تھا۔

طیکر اس کا بے مثال حسن در کچھ ہی گاہ میں اس پر اپنا دل ٹکر کر بیٹھا تھا۔ جیسے نہ گھر آنے کے بعد بھی وہ تمام وقت اسی کے بارے میں سوچتا رہا تھا۔ سونیا کا تصور ہی ہمارے منظر جو کچھ کی طرح اس کے دل کے دیرانے میں داخل ہوا تھا۔ ایک نئی امگج باک اٹھی تھی۔ آرزو کے ایک نئے پرتو نے اس کے دل کے کونکے کونکے اور دیرانے پر دستک دی تھی۔ گوکہ اس نے خود کو تک سمجھا تھا تھا۔ کیوں کر وہ جانتا تھا۔ اس کی وہی اور فطرتوں میں کام کرنے والی فطرتیں، عام فطرتوں سے مختلف ہوتی ہیں۔ ان کے شوق، خواہشیں اور امنیات جدا جدا ہوتی ہیں۔ اس کی جو تئیں عموماً صرف اپنی ذات سے ہی محبت کرتی ہیں۔

مگر وہ اپنے دل کا کیا کرتا؟

اس کا دل تھا کہ دائرہ کے سونیا کی طرف کھینچا جاتا تھا۔ اس کی ہر سوچ کا سنہ آفر کا سونیا کے دور پر ہی جا کر اختتام پزیر ہوتا تھا۔ چند ہی دنوں میں وہ سونیا کو ہر گنگی کی حد تک جاننے لگا تھا۔

وہ ہر شام ٹیوی پر کھلی رو میں ہانگل در میان کی سیٹ پر ڈانچہ تڑپتی انیتیت اور انہماک لیے، سونیا پر نظریں جاکر بیٹھا جاتا تھا۔ جلد ہی سونیا نے ہی بات چیتوں میں لگ جی۔

شرح شروع میں تو اس نے اس بات پر کوئی خاص توجہ نہیں دی تھی۔ اس بھی اس کی فکرا پر اس کو کھ لکھی طرح انھیں کا ڈھ کر بیٹھ گیا کرتے تھے۔ مگر جلد ہی اسے احساس ہو گیا تھا کہ یہ سنجیدہ اور مصروف سا جوان جو ان کے کشاں بیضوں سے بھر پور مختلف ہے۔ وہ بیٹیاں بن جاتا تھا۔ دنا ڈانچہ کتا تھا۔ جس آکھوں میں ایک جیسا لگے لگے گنگی باندھے خاموشی سے اسے ٹکا رہتا تھا اور جو کچھ ہانگل باک اس کی سارے نظر اسے انہماک دیتا ہے نہ مگر اس میں تو وہ

کے سامنے لگی لمبی قطاروں میں جا کر کڑی ہو جاتی تھی اور ایک ایک کھنکھار میں لگے ہوئے اس کی حالات دلور سے ہوتی تھی۔

لوڈ کی غیر معروف سے لگی ہے میں فری لانسر تھا اور برسوں سے مختلف اسٹوڈیوز کے پکر کا تار تھا اور اسی پکر میں مگر سے بھاگی ہوئی ہیرن بننے کی شوقین کی لڑکیوں سے اس کے پکر چل چکے تھے۔ سیدی سادی حسین جمیل سونیا کو ٹیکہ لیا اس کا دل بے اختیار دوڑک اٹھا تھا۔ سونیا ان فٹوں پہ بٹا رساں میں مگر کی ہوئی تھی۔ سب سے جڑا رساں میں کی رہا تھا۔ سوڈو سے اپنی کوئی میں لے آتا تھا۔ اسی نے اسے فٹوں کے پکر میں وقت خواب کرنے کی بجائے اس کی کام کے کا شورو دیا تھا۔ کہیں وہی اسے ایک جیسے کے ہانگل سے طوائف کی لے گیا تھا۔ اس طرح سونیا کا کچھ تو دور میرا تھا اور آدمی کا ایک رات بھی مکمل کیا تھا اور دیر سے دیر سے غیر محسوس طور پر کھولی کے کرانے سے لے کر وہ کد کے تمام اغراجات بھی اس کے کان میں چرچا رہے تھے۔

مگر اسے اس بات کی کوئی فکر نہیں تھی۔ وہ لوڈ کو اپنا محسن اور ہمدرد بھی سمجھتی تھی۔ وہ نے اس شہر سے ہر میں اس کو سہارا دیا تھا۔ اس کے ہر کدھ کھ میں وہ شریک رہا تھا۔ فی سوس طور پر وہ اس سے متاثر ہوئی جی جی اسی اور دیر سے دیر سے لوڈ اس کی سوجن کی کچھ ٹیڈی پر چٹاں اس کے شہر دل میں جا داخل ہوا تھا۔

یہ حقیقت تھی کہ سونیا ایک شہر اور دولت مند زندگی کا خوب لے کر اس شہر میں آئی تھی۔ اس کے بلند و بالا خواہش میں وہ دیکھ بے روزگار اور کمال سماج کی کوئی گنگی نہیں دیکھ رہا ایک دستہ بگم چم چماتی کا اور دولت کی ریل تیل دلی زندگی کی خواہش تھی۔ مگر وہ اس کو کچھ بھی نہ تھا۔ بیلادی طور پر وہ ایک بے مکمل مگر جب زبان انسانہ تہہ سمجھے ہاتھوں سے سیدی سادی لڑکیوں کو بد۔ نائے کے ہنر سے خوب واقف تھا۔ سواں کا

جادو سونیا پر بھی چل گیا تھا اور سونیا نے بنا کچھ سمجھے انہماک سے کھانسی کے قد میں رہ کھ ہاتھ۔

اور جلد ہی اسے یہ چل گیا تھا کہ وہ لوڈ کے بچے کی ماں بننے والی ہے۔

اس نے مگر اسے کچھ میں لوڈ سے کہا تھا۔ "لوڈ اب میں جلد ہی شادی کر لیتی جا رہی ہے۔"

"یہ بیٹھے بٹھے تمہیں شادی کا خیال کیسے آگیا؟" لوڈ حیران ہوا۔ "مگر اور شادی سے زندگی بسر تو ہو رہی ہے۔"

تب اس نے اس کے کان میں ہر رکھ کر آنے والے مہمان کے بارے میں بتایا تھا اور لوڈ دیرانے میں آگیا تھا۔

وہ جب خود اور وجہ جوان تھا اور اپنی وجہ تہہ دہ لڑکی کے باعث بہت سی لڑکیوں کے دل جیت چکا تھا۔ آج کل وہ کسی دولت مند باپ کی لکھتی جی باپ کی کڑ پتی دھوا کی تلاش میں تھا تا کہ اسے اپنے حسن و جوانی کے زور پر مشق کے جال میں پھنسا کر شادی کے بعد زندگی بھر اس کی دولت پر بیٹھ کر رہے۔

سونیا کو پینشن کیسے اس کی زندگی میں شامل ہو گئی تھی۔ وہ سونیا کو پینشن کا تھا اس کے لیے دل میں سمجھتی تھی کہ اس کا مگر اس کمال معمولی آج آرتھ سے شادی کے بارے میں سوچ میں نہیں ملتا تھا۔ وہ غیر کا کتنا تو اس کی سوچ کی حدوں سے بھی باہر تھا۔

"تم تو میری طور سے ہی بچے سے نہایت حاصل کرلو۔" اس نے رور اور دیکھے کچھ میں سونیا کو شورو دیا تھا۔

"میں اور بیٹیا نہ ہی کسی بھی کی بچہ کو نورڈ کر کے پڑھتی نہیں ہیں۔"

خود سونیا بھی اپنی جلدی میں بن کر اپنے خواہش سے دست بردار ہونے کے لیے تیار نہیں تھی سوڈو کا شورو اسے پسند آتا تھا۔ مگر یہ بھی ہے اس کیلئے کے لیے اب غامبی دیر ہو گئی تھی۔ کیے دیگر دیکھے اس نے کی

لوٹنے کے اس پہلے پہلے حادثے نے اسے بعد ازاں اس قدر اور دل گزردار کیا تھا۔

جب بھی دشمنی دل میں شریعہ نہیں آگئی تھی۔ وہ ساحل سندھ پر چل جاتا کہ قحطی اور سال برسرِ سختی لہروں

کی ملکہ خود سے چل کر اس کے دروازے پر آگئی تھی تو وہ اسے قریب سے دیکھنے اور اس سے باتیں کرنے کی آرزو کو دبانہ رکھتا۔

میں سڑ گئے۔ اس نے پلٹ کر شیخ کو سر سے پاؤں تک دیکھا تھا۔ لباس اور انداز سے وہ کوئی بہت دولت مند انسان دکھائی نہیں دیتا تھا مگر اس نے جس گھر کی طرف اشارہ کیا تھا وہ قیمتی اور عالی شان تھا۔

اس کی آنکھوں سے نکلتے اور چہرے پر کھمبے موت کے رنگ دکھ کر تیرن اور نکلی۔

”تم نے بچے کا کوئی نام سوجا ہے؟“ حکیم نے خوش سے تنہا ہونے چہرے کے ساتھ ہر شیان لہجے میں پوچھا تھا۔

”نہیں۔“ سونانے بے پروائی سے کندھے اچکا کر جواب دیا تھا اسے بچے کو اپنی دیکھی تھی اس کے اعتبار میں اب تو وہ اس بچے کو دنیا میں آنے ہی نہ دیتی۔ یہ کچال کی پلندہ بالا آٹھوں کی راہ میں رکاوٹ بن گیا تھا۔ وہاں پتلا مریں سا بچہ اس کے لیے کسی بھی شے کا باعث نہیں تھا۔ ”تھرا ہے۔۔۔۔۔ تم ہی کوئی نام سوجو۔“ حکیم کو جواب کا حکیم پر کس لیے قدر سے بے زاری سے جواب دیا۔

”میں نے تو بہت پہلے سے سوجا ہوا ہے۔“ حکیم نے بڑھاپے سے جواب دیا۔ ”حکیم! اس کے تائید طلب نظروں سے سونیا کی طرف دیکھا۔ ”حکیم اور مائے من آف حکیم کہہ رہا ہے۔۔۔ کیا؟“

”اچھا ہے۔“ سونانے سرسری سے لہجے میں کہا۔ بچے کی خبر سننے کے بعد سے بچے کی ولادت تک حکیم کی حالت اور کیفیت دیکھتے ہوئے وہ سوج رہی تھی کہ اس نے حکیم کو بے وقف سمجھا تھا کہ یہ تو بالکل ہی گدھا نکلا دوسرے کے بوجھ کو نہ خوشی اور دیرانی کے ساتھ اٹھانے کے لیے اناڈل ہو رہا ہے۔

تو بچے کی مین صاف بن سونانے نے غم کی پردہ اور تربیت کے سلسلے میں کی کمی دیکھی اور غم پرشک کا مظاہرہ نہیں کیا تھا اور غیر محسوس چرتے سے شروع سے ہی حکیم نے بچے کی تمام تر ذمہ داری اپنے کاندھوں پر لے لی تھی اور وہ یہ سب کے بعد اطمینان اور خوشی محسوس کرتا تھا۔ کوکہ اسے سونیا سے بہت زیادہ تو تھا جس میں ہرگز بھی گدھا نہیں کہ اس کے بچے کو اس کی ممتا اور چاہت کی ضرورت تو ہوتی ہے۔ مگر سونیا اس سلسلے میں بھی بے حد گھبراہٹ کا

حکیم کی آغوش میں سونیا کے کان کھڑے ہو گئے۔ ایک بچے ملائے میں شاندار دانا گھرا ایک ایکے مشاہیر کے با عزت تو کئی خوش شکل سیدھا سادا اور صاحب کاڑھی۔ ان حالات میں سونیا اس سے زیادہ اور کیا توقع کر سکتی تھی اور حکیم کو کیسے ہی اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ اسے بے وقفہ نوجوان کشش میں اتارنے میں کھڑا وہ دگ دو دیکھ کر کئی پرانے کی اور ہوا کی بھی۔

سات شادی تک کچھ تو حکیم تو خوش سے دیوانہ ہو گیا تھا۔ وہ تو کڑی کی چھائی میں شادی کا خواہش مند تھا اور سونیا حالات کے جس درجہ سے گزر رہی تھی ان حالات کے پیش نظر وہ بھی شادی میں تاج کی تحمل نہیں ہو سکتی تھی۔ سونیا ملاقات کے وقت بھر بعد ہی وہ دونوں رشتہ ازدواج میں شملہ ہو گئے تھے۔

اس شادی سے دونوں اپنی اپنی جگہ بے حد خوش تھے۔ سونیا کے سامنے مسائل یکے بیکے جنم کشم کشم آتے اور حکیم کو اپنے خواہش کی ملکہ کو حاصل کر کے اپنی تقدیر پر دلکش رہا تھا۔

شادی کے پتے بھر بعد ہی سونیا نے اسے باپ بننے کی خوش خبری سنائی تھی۔ اس وقت اس کی خوشی دینی تھی۔

اس نے باپ کے انتقال اور بہن کی شادی کے بعد وہ ایک عرصے تک گھر کے سنانوں میں اکیلا رہا تھا۔ اب بچے کی اس نے اس کی دوسرے میں خوشیوں کی بھکاری بگاڑی تھی اسے بیٹہ سے ہی بچے بے حد پسند تھے اور وہ میر سارے بچوں کا باپ بنا جاتا تھا۔ سونیا نے اسے یہ خبر سن کر کہاں کر دیا تھا۔ اب وہ رات دن سونیا کی ناز برداری میں لگا رہتا۔ دن کن کن کے اس نے بیٹہ کی نگرانی سے تھے۔ شاید یہ اس کا انتظار اور چاہت کا ہی کرشمہ تھا کہ بچے جیسے مینے ہی دنیا میں آ گیا تھا۔

وہ پتلا درود اور کڑوا سا بچہ جس کی کل دشاہت میں حکیم کا اچھا سا تو تک نہ تھا وہ اسے اپنے دل کا گھرا رہا تھا۔ اس نے بے ساختہ اسے سینے سے لگا لیا تھا۔ سونیا

دل ثابت ہوئی تھی۔ اسے حکیم سے تو کبھی کوئی کاڑھی تھی نہیں۔ گھبراہٹ کو کھ سے پیدا کیے بچے سے بھی اسے کوئی رشتہ نہ تھی۔ پہلے تو اس نے کبھی سوچ نہ تھا کہ کبھی بچہ اپنی کھ کو زیادہ سے اتات آخر تم میں سے نہ ہو سکتی۔ مگر بچے کی خوش قسمتی یہی تھی کہ وہ حکیم کے گھر میں اس کے نام کے ساتھ پیدا ہوا تھا اور اپنے اس نام پر باپ کی بے پناہ اور محبت سے مرشرا ہوا تھا۔

سونیا بھر سے اپنی سائیدہ کپڑوں کی طرف راغب ہو گئی تھی۔ اس نے بھر سے اس کا رنگ اور اس کی کھ کا کام کرنے کے لیے اچھا ہر دامن شروع کر دیے تھے۔ حکیم کو تعلق ایک شریف اور با عزت گھرانے سے تھا۔ اس لیے اب وہ نہیں چاہتا تھا کہ سونیا وہاں سے شوہر کی طرف ہٹ جائے اور وہ بھی کھ کی بہت چھوٹا تھا اسے اس کے قرب اور قریبی کی ضرورت تھی مگر سونیا کو نہ حکیم کی ضرورت کا خیال تھا اور نہ ہی حکیم کی خاندانی ساکھ کا۔۔۔۔۔ وہ ان لوگوں میں سے تھی جو اپنی ذات سے کھل کر کسی اور کے بارے میں سوچتے ہی نہیں۔ اسے صرف ایک ذات سے پارتھا۔

بھوری ختم ہوتے ہی وہ بھر سے پہلے اعزاز میں سونے کی تھی۔ اب اسے حکیم کا یہ پرانی طرز کا کھنڈر اس کی پرانے لال کی گاڑی کھنڈر اور خود اس کے خیالات فرسودہ گئے لگے تھے۔ اب وہ ہر جگہ سے بے لاد ہو چکی۔

وہ شوہر میں ایک بار گھبراہٹ کی حسرت کا انداز چاہتی تھی۔ اسی لیے اس نے اب پارٹیز اینڈ کڈز شروع کر دی تھیں۔ حکیم کی اس ان تمام مسرت یافتہ سے زیادہ خوش تھی۔ اسے وہ ایک باوقار قادی اور اچھی ماں کے روپ میں دیکھا جاتا تھا۔ شروع شروع میں اس نے اسے اپنا عرصت سے کھائی کی کوشش کی تھی۔ کبھی نچا لے اور کبھی کبھی مٹا دیا۔ مگر سونیا تو کوئی بات سمجھنے کے لیے تیار ہی نہیں تھی۔ بات بات پر بھڑک جاتی بیٹھ جاتے تھی۔ جیز جی اٹھا اٹھا کھنڈر اور غم ہنگامہ کرتی۔ کھنڈر بھی

سب دیکھ کر خود وہ سو کر رہ گیا تھا۔ حکیم سب دیکھ کر کھ کو چپ کرنے میں لگ جاتا۔ کھ کے آنسو اس کا حصہ بن کر لے جاتے تھے وہ کھ کو تار کھادی نہیں سکتا تھا۔ اسی طرح وقت گزرتا رہا۔۔۔۔۔ دیکھتے ہی دیکھتے 10 سال بیت گئے۔

اب حکیم کی برس کا پوچھا تھا۔ ان دن سالوں میں کھ اور حکیم سونیا کی قیود اور محبت کو ترے رہے تھے۔ شروع شروع میں کھ کو دیکھ کر ہنسنا تھا۔۔۔۔۔ اس کی گود میں جاتے کے لیے پکٹ تھا کھ کی طرف سے ذات جھڑکی اور فتنہ بھری غوت با گدوارہ سے حکیم کی طرف لوٹ آتا تھا۔ ماں کا بے تو جی اور فتنہ اسے بے حد حساس بنا دیا تھا۔ عرصہ بڑھنے کے ساتھ ساتھ وہ اپنے اندر سنا جاتا تھا۔ مٹا کی محرومی نے اس کے اندر ایک احساس کسرتی اور کھ کو کوئی کیفیت پیدا کر دی تھی۔ حکیم کی بے پناہ محبت بھی اس کی ذمگی کے گوشوارے میں مٹا کے خدائے کو کم نہ کر سکتی تھی۔ وہ ایک شہ باجس اور محرم غصیت کا مالک بن کر رہ گیا تھا۔

حکیم کی طرح کھ کی دنیا کو بے پناہ چاہتا تھا۔ جب تک وہ کھ میں راقی وہ پرانے کی طرح اسی کے گرد بچہ لگے جاتا تھا وہ ذات کر بگاڑتی تو وہ کوئوں کھروں سے چھپ چھپ کر اسے نکلتا جاتا۔ برسوں تک۔۔۔۔۔ وہ اور کھ کی دنیا کو بھلا دھونیا شوہر میں اپنا کوئی نام اور مقام نہ بنا سکتی تھی۔ اس کی ناکا جان اس کے چہرے سے یمن میں اٹھانے کا باعث بنی تھی۔ اب وہ ذات بے بات حکیم سے ٹھٹھرتی رہی تھی۔ شادی کے کچھ عرصے بعد حکیم کو اندازہ ہو گیا تھا کہ سونیا ان لوگوں میں سے نہیں ہے جو گھراہٹ میں ہیں اور ذات وہاں کے ساتھ شوہر اور بچوں کے ساتھ زندگی بسر کرتی ہیں۔ اسے اپنی ذات کی ناقص اور فتنہ کے لیے ولادت اور شہرت کی ضرورت تھی اور ان کی خاطر وہ کھ کو حکیم اور کھ کو کلات

بٹ دھرا رہی تھی اور کمرے سے باہر دروازے سے لگا
سہا ہوا شکر اس لڑائی کے ختم ہونے کا انتظار کر رہا تھا۔
اسے شکر یہ رحم آ رہا تھا۔ آج اس کی طبیعت بھی ٹھیک نہیں
تھی کیس کی ماں اس سے مسلسل لڑے چلا رہی تھی۔ آخر
شکر کے منہ پر کمرے سے باہر نکل آیا تھا۔
اگلے دن شکر اسکول سے گھر پر نہیں آیا۔ البتہ
سوچنے کے لیے میں دوسوچ رہا تھا۔

”میں باپس ہو چکی ہوں خود؟“ سوچا کی شکست خوردہ
آواز نانی دلی شکر نے آگے بڑھ کر دروازے سے مٹھو جی
ہول پر آٹھکا دکائی تھی۔

کمرے کے وسط میں دھرے بیڑ پر دو سوئم دروازہ تھا اور
سوچا کی پہلو میں کھلی ہوئی تھی۔ ”مجھے اب یقین ہو چلا
ہے شکر کی کبھی طرح ہی مگر نہیں ہو گا۔“
”اگر وہ کبھی بیٹے کا تو کیا ہو؟“ خود نے سوچے سمجھے

لیجے میں کہا۔ ”تم تو چٹکتی ہو؟“
”میں؟“ سوچا حیران ہوئی۔ ”مگر شکر کے نام
ہے؟“

”اس کے مرنے کے بعد یہ گھر اس کی بیوہ کے نام
ہو جائے گا۔“ خود نے اطمینان پھرے لیجے میں جواب
دیا۔ ”اور وہ آرام سے مگر فرشتہ کر سکتی۔“

”کون بیٹا ہے تیری زلف کے سر ہوئے تک۔“ سوچا
نے اپنی سے کٹی سر ملاتے ہوئے کہا۔ ”اب اس کے
مرنے کا انتظار کرنا پڑے گا؟“

”نہیں۔“ خود نے جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک چھوٹی سی
شیشی نکالی شکر نے کی ہول سے لگی آنکھ سے حیرت سے
اس شیشی کی طرف دیکھا۔ ایسی کی شیشی مگر میں موجود
تھیں۔ وہ بیوہ شکر کی اور اب تو مونا کی طرح کی شیشیوں
میں جناب ہوئی تھیں اور شکر وہ بیوہ شکر طرز علاج کو
پہنڈ کر رہا تھا۔

”کیا ہے اس شیشی میں؟“ غائب سوچا بھی اس میں کھنی
اس قسم کی دوا بھی تھی۔

”اس میں تیرا ہر ذرہ ہے؟“ خود نے سنسنی خیز لہجے
میں کہا تھا۔

”زیر؟“ سوچا دل کو راز سا پیچھے ہٹ گئی تھی۔
”ذرا صبر کیا اور کھانڈا ہرے کو ڈھانکا کوئی ڈاکٹر اسے
جانت نہیں کر سکتا۔“ خود نے مطمئن لیجے میں بتایا۔
”کھانڈے کے چند منٹ بعد ہی دل کی حرکت رک جائے گی
تو یہی پتہ چلے گا کہ جیسے ہارٹ لٹل ہوا ہے۔ اور
بس۔۔۔۔۔“

”مگر۔۔۔۔۔“ سوچا اب بھی خائف نظروں سے
شیشی کی طرف دیکھ رہی تھی۔ ”اس طرح۔۔۔۔۔“

”کیوں طرح کرنا پڑے گا۔“ خود نے دھشٹی ہاتھ بڑھا
کر دیرینک بیکل پر رکھتے ہوئے کہا۔ ”یہ کام آج رات
ہی کو کر لو۔۔۔۔۔ تم زیادہ انتظار نہیں کر سکتے۔ اور جنہیں
ڈرنے کی بالکل ضرورت نہیں ہے۔۔۔۔۔ یہ کھانڈے والے کے
لیے جس قدر خطرناک ہے، کھانڈے والے کے لیے اسی
قدر بے ضرر ہے۔“ وہ سٹاکی سے مسکرایا۔ ”مسی کو پتہ ہی
نہیں چلے گا کہ شکر کی موت زیر غورانی سے ہوئی ہے یا
ہارٹ ایک۔۔۔۔۔“

”اچھا۔۔۔۔۔“ اگر تم کہہ رہے ہو۔۔۔۔۔“ سوچا نے گردن کو
درا سا غڑھے کر شیشی کی طرف دیکھا۔

”اب اس کے سوا کوئی اور چارہ بھی تو نہیں ہے۔“ خود
نے سوچا کو اپنی خوش حالی میں بیٹھے ہوئے باہر پھرے لیجے
میں گر کھڑی۔ ”اب میں تم سے ایک دن کی دور نہیں رہتا
جاتا۔“

شکر نے کی ہول سے آنکھ پٹائی۔
اس کا دل زور زور سے جھڑک رہا تھا۔

اندروں میں جو درد اور زور کرتی تھی اسے ناخون کا رشتہ تھا
اس شخص کو سستی سے ملانے کا ہر گز بارہ ہر تھے۔
جس سے اس کا دل کا رشتہ قاصت کا رشتہ۔

”بیت کا رشتہ ہر رشتے سے بالاتر ہو۔ ہے۔ اس کے
کاٹوں میں شکر کے کہے ہوئے الفاظ کو گے ہوئے اس نے

گھبرا کر ایک بار پھر کی ہول سے آنکھ لگا دی۔ اب اس کی
دیکھ کر زور زور سے پھوٹی کی شیشی تھی۔ جس میں زہری موت
شکر کی موت بند تھی۔

خود کے جانے کے بعد بھی شکر کی ہول سے ایک سوچا کے بیڑ
روم کے ارد گرد ہی سڑا سٹا رہا تھا۔ سوچا اس کی عادت سے
واپس تھی۔ وہ جانتی تھی شکر اپنے دل کے انہیں بھڑو ہر
اسے کوٹوں کھدوں سے چھپ چھپ کر دیکھا کرتا تھا اور
اس کی اس دیوانہ وار محبت پر کبھی وہ بے اختیار مسکرا دیتی تھی
اور کبھی جھپٹا لیتی تھی۔

شاہد اصل کئی گھر سوچا اپنے کمرے سے باہر نہیں آئی۔
آٹھ سے آنے کے بعد سوچا معمولی شکر نے رات کا
کھانا تیار کیا تھا اور کھانا پھر لے کر شکر کا دوازی کی
”شکر! آؤ بیٹا کھانا کھاؤ۔“

شکر اب بھٹکتی سے چلا کھانے کے کمرے میں داخل ہوا
تھا۔ اس کی اداس آنکھوں میں اب بھی جب کی حسرت تھی۔ وہ
ہاوس لگا ہوں سے شکر کو دیکھ رہا تھا۔ یہ غم، یہ محبت
کرنے والا انسان، دل و جان سے چاہنے والا باپ۔۔۔۔۔

”آج رات کوئی۔۔۔۔۔ یا آنے والے کئی کچھ دن میں موت
کی نیند سٹا دیا جائے دلا کھا۔“ شکر کا دل بے تابانہ
دھڑکنے لگا۔ وہ اپنی ماں سوچا سے بے قاصت کرتا تھا۔

مگر آج اسے احساس ہو رہا تھا کہ وہ شکر سے بھی محبت کرتا
تھا۔۔۔۔۔ کیوں کہ شکر سے اس کا رشتہ محبت کا تھا۔۔۔۔۔

”کیا تم اس سے؟“ شکر نے اسے اور کم مگر لڑے اور
اپنی طرف لے کر ہاتھ کر دیکھے۔ ”کو کچھ جراتی ہے پوچھا تھا۔“

”تم اس طرح کیا دیکھ رہے ہو؟“
”جوتھیں۔“ شکر نے کٹی سر ملاتے ہوئے قدم بڑھ کر
طرف بڑھا دیا ہے تھے۔ شکر نے اس کے سامنے پلٹ
لگا لی تھی اور پلٹ میں سامان نکالا تھا۔ شکر خاموشی سے سر

جھکا کر کھانے میں صرف ہو گیا تھا۔
”شکر! یہ تمہاری طرف سے خاموشی بھٹا تھا۔“
”آپ کھیل نہیں کھا رہے؟“ شکر نے اچانک ہی

چوک کر اس کی طرف دیکھا تھا۔ ”کیا آپ کی طبیعت ٹھیک
نہیں ہے؟“ اس نے ہاتھ سے نالہ پلٹ میں دبا رکھتے
ہوئے کمرے سے لیجے میں پوچھا۔ ”میں ایسی کوئی خاص
طبیعت خراب نہیں ہے۔۔۔۔۔“ شکر نے جیسے ہوئے لہجے
میں جواب دیا۔ ”بس اپنی معمولی سار میں درد ہے۔“

”آپ کے سر میں درد تھا، اس کے باوجود آپ نے
میرے لیے کھانا تیار کیا؟“ شکر نے پوچھا۔
”اگر میں سر میں رہا ہوں گا تب بھی تمہارے لیے کھانا
تیار کر دوں گا۔“ شکر مسکرایا۔

”پاپا شاید آپ کا اعزاء ہوئیں۔۔۔۔۔ آپ واقعی بہت جلد
مرنے والے ہیں۔“ شکر نے کرب بھرے انداز میں سوچا
اور کٹا میں جھٹکے۔

”تم نے ہاتھ کیوں روک دیا تم کھانا کھاؤ۔“ شکر نے
اسے ہاتھ دیکھتے دیکھ کر ہلادی کہا۔

”میں بیٹ بھر گیا۔“ شکر نے افسردہ لیجے میں جواب دیا
اور کرسی سے اٹھ کر برتن پیٹنے لگا۔ برتن کے گرد بکن میں
گیا تو اس نے دیکھا کہ سوچا بکن میں موجود تھی وہ جوٹے
برتن تک میں ڈال کر خاموشی سے بکن سے باہر نکلا۔

”شکر! میرے لیے ایک کاس پانی لا دو پلیز۔“ شکر
نے کمرے سے آواز دے کر کہا تھا۔ سر میں شادی درد ہے
میں بیچلٹ کھانا چاہتا ہوں۔“

سوچا نے لپٹ کر کمرے کے کھلے دروازے سے اندر کی
طرف دیکھا۔ شکر کرسی کی پٹ کا ہر پر لٹائے اٹھیں
بڑے بیچے بھٹا تھا۔ تکلیف کا احساس اس کے چہرے سے

جھلک رہا تھا۔ وہ چند لمبے سوچتی ہوئی نظروں سے اس کی
طرف دیکھتی رہی تھی۔ وہ آہستہ سے بکن کے چوڑی
دروازے سے نکل کر اپنے کمرے کی طرف چلی گئی تھی۔

بمادے کے بلر کے پیچھے کھانا شکر اسے اپنے کمرے میں
چا تا اور کھانا رہا تھا۔ چند ہی انہوں بعد وہ دابن بکن میں
چلی آئی تھی۔

”شکر۔۔۔۔۔“ آہٹ کن شکر نے دوبارہ آواز دی تھی۔



خون گشتہ

سمندر پار سے، تازہ ترین در آمد
کراؤم کی یادگار کنایوں میں ایک، ایک
مفسر پیس تحریر معیار کا اعتبار
مانے ہوئے لکھاری، کلارک ہوورڈ کے
قلم سے

احمد صغیر صدیقی

ایلیوری کوئن، مسٹری میگزین کے تازہ شمارے سے انتخاب

اور پٹارڈ نے یہ فیملی جیٹا خر اس کی جان لے لینے
والا تھا اس وقت کیا تھا جب اس کی عمر صرف اٹھارہ سال
تھی اس کی وقت وہ اس چھوٹے سے ہائی اسکول سے تعلیم
مکمل کر کے لٹریچر جیٹو دوس کاؤنٹی کی میٹ سے باہر ایک
دیکھ کاؤنٹی میں واقع تھا جسے فوہیر کاؤنٹی کہا جاتا تھا
اور گریجویٹس کے لئے تیار تھی۔
اور لوہا نے جو فیملی کیا تھا وہ یہ تھا اس لڑکے کو جس

سے وہ محبت کرتی تھی اور جس سے محبت کرتا تھا وہ
کی کہ اس نے کسی اور سے شادی کرنے کا راہدہ کر لیا ہے
وہ لڑکا جو اس سے پیار کرتا تھا، خود بھی ایک میٹر تھا، مگر کسی
دوسرے اسکول کا جو ترقی کاؤنٹی میں واقع تھا، وہ لوہا
سے کوئی تین سال پہلے جبکہ دونوں کی عمریں پندرہ سال
تھیں، بیکہ فرانی ڈے ٹائٹ فٹ بال ٹیم کے دوران ملا
تھا جو تین دونوں اسکول کے درمیان کھیلا جا رہا تھا جب

”شکر یہاں نہیں ہے۔“ اس نے روکے لہجے میں
جواب دیا۔ ”میں جانے بتا رہی ہوں کہیں بھی ایک کپ
دے دوں گی اسی کے ساتھ ٹیلیفون لے لیوں۔“ گو کہ اس کا
لہجہ کھرا تھا، پڑاؤ میں ایک نرمی تھی۔ اس نے جانے کا
پانی چلے کر، اسٹینڈر سے جانے کے دھک اٹھا کر
ٹرے میں رکھے، ٹائلا جانے تیار ہو گئی تھی۔ اس نے
دوڑوں کوں میں جانے اڑی، پھر جتنا نظروں سے گزری
اور دوڑا سے کی طرف دکھا۔ شکر ٹائلا اپنے کمرے میں تھا
اور شکر حسب سابق آنکھیں بند کیے ہاتھوں میں سر
تھامے بیٹھا تھا۔ سونانے اپنے گریبان میں ہاتھ ڈال کر
وہی پھرتی فشی جوتان دوپہر ہی دوڑنے اسے دہی تھی نکالی
اور اس میں موجود صوف جانے کے ایک کپ میں اڑیل
دیا۔ پھر دھجے سے جانے میں موجود صوف کو کس کرتی دھک
اٹھا کر اندر کر کے کی طرف بڑھ گئی۔

”میں جانتا ہوں بابا۔“ فکھر نے دوبارہ آنکھیں بند کیے
ہوئے کپ بھرے لہجے میں سوچا تھا۔ ”سبھی میں سبھی
ہے۔ وہ پیاری جتنی ہے دیکھے بنا مجھے جتن نہیں آتا تھا۔
میں نے خود ہی اسے سوئی ٹینڈر سلا دیا۔ دوڑ کا لاپا ہوا زہر
اس نے آپ کی جانے میں اٹھا تھا میں نے اس سنگ کو
آپ سنگ سے بدل دیا تھا۔ اگر میں ایسا نہ کرتا تو۔۔۔
اس زہر سے وہ آپ کو موت کی ٹینڈر سلا دیتی۔۔۔ میں یہ
برداشت نہیں کر سکتا تھا۔۔۔ کیوں کہ شاید میں خن کے
رہنے کے بغیر تو زندہ رہ سکتا ہوں۔۔۔ لیکن بابا آپ کی
محبت کے رہنے کے بغیر میں زندہ نہیں رہ سکتا۔“ فکھر نے
خفی سے آنکھیں میچ لٹھی میں اور اسوں کے دھکے سے اس کی
پاکوں سے ٹوٹ کر اس کے زور و زحاروں پر پہنچے چلے
گئے۔

☆☆☆

اس کے بچنے سے نکلنے ہی فکھر دے پاؤں بچن میں داخل
ہو گیا تھا۔ سامنے ہی کاؤنٹر پر ٹرے میں بھاپ اڑائی
جانے کا دھک اٹھا، شکر تیزی سے اس کی جانب بڑھا
تھا اس سے پہلے کہ سونا بچن میں آتی فکھر اس انداز میں
بچنے سے اپنے نکل گیا تھا۔
سونانے بچن میں اس کا جانے کا دھک اٹھا اور ابھی سے
اپنے کمرے کی طرف بڑھ رہی تھی۔ کمرے میں اس کے پاس
دورازہ بند کیا تھا اور بستر پر بیٹھ کر جانے سے پہلے تھی۔
دورازہ سے کی کی ہول سے آنکھ لگے فکھر تک اسے
دیکھتا جا رہا تھا۔

شیشوں پر مشتمل ایک آرداز نکالا جس پر امریکا کے دسترک کورٹ کی صہریں لگی ہوئی تھیں۔

"ایک ہے رحمان اور غیر معمولی سزا کے خلاف یہ اپیل ایک نئی رسائی بھی ہے۔" اس نے کہا۔

میک ڈیٹے نے ہنگامی بھری۔ "یہ درجنوں ریاستوں کی درجنوں عدالتوں میں شوگریں کھائی رہی ہے میں تو سمجھا تھا کہ قانون اس پر مستحکم ہے۔"

"اسلمت تو یہی ہے۔" ڈیش نے کہا۔ "مکرم میں اب ناپا چند ہٹا دیا گیا ہے۔ اپیل اس کے خلاف نہیں ہے کہ ہیکل انجکشن کے ذریعے موت دینا لگے یہ رحمان یا غیر معمولی طریقہ ہے، بیکاس میں کیا ہے کہ کسی شخص کو مارنے کے لئے ہیکل انجکشن لگانے کا جو طریقہ رائج ہے۔" وہ یہ رحمان اور غیر معمولی ہے۔

گورنر اور میک ویڈیوں نے ہی کینیڈوں کے ساتھ سر جھکا کر سخت جزل میڈوز نے صرف بھنوں افکار اسے جھسکا کا اٹھا ہار کیا۔

"میں سمجھا نہیں۔" گورنر نے کہا۔

"میں بھی نہیں سمجھ سکا۔" میک ڈیٹے نے تائیدی کی۔

"ڈولوں میں کیا فرق ہے؟"

"شیں نے کہا۔" میں خود بھی ڈولوں ہاتھوں میں کوئی فرق نہیں پاتا۔" اس نے تسلیم کیا۔

"مگر دسترک کورٹ نے فرق کی وضاحت کی ہے۔" بنیادی طور پر گرام کے دکھانے جو کہا ہے اور جیسے کورٹ نے تسلیم کیا ہے وہ یوں ہے کہ جب کسی شخص کو ہیکل انجکشن کے ذریعے موت کے لمحات آتا چار ہوتا ہے تو کیا وہ ان اوقات کے بائین جب اسے پہلا ڈرگ دیا جاتا ہے جو اسے سلا دیتا ہے پھر جب اسے دوسرا ڈرگ دیا جاتا ہے جو اسے مفلوج کر دیتا ہے اور پھر جب اسے تیسرا ڈرگ دیا جاتا ہے جو اس کے دل کی حرکت روک دیتا ہے۔ کیا اسے درد کا احساس ہوتا ہے، ان کے دکھانے کا کہا ہے کہ ان انجکشنوں کے لگانے کے موجودہ طریقے

میں اس بات کا امکان موجود ہے کہ سزا یافتہ شخص ہوسکتا ہے تپیل نہ ہوتا ہو اسے پتا چل رہا ہو کہ کیا ہو رہا ہے اور اس طرح وہ خوف ناک قسم کے درد و کرب میں مبتلا ہونے کے بعد مر رہا ہو۔ وہ اس موت کو بے رحمان اور غیر معمولی سمجھتے ہیں اس امکان کے جواز میں ان کا کہنا ہے کہ اگر آدمی مشبوط جسم کا ہو تو وہ لا شعوری طور پر پہچنی کے خلاف کا سب مزاحمت کر سکتا ہے۔"

"یہ ایک مضحکہ خیز بات ہے۔" میک ڈیٹے نے کہا۔ اس نے آخر قریب دو سیست دیکھا۔ "تم کیا کہتے ہو؟"

سرجن نے شانے اچھالے۔ "پھر خود بخود یہی اس نے تسلیم کیا۔

"یہ بات درست ہو سکتی ہے، مگر عمل میں سمجھا ہوں ایسا ممکن نہیں اپنی جگہ سے اٹھ کر ڈاکٹر کرے میں غلطے لگا پھر وہ اس طرح تم کو مایوس میڈیکل کے طلبہ سے قاضی ہو۔"

"پہلی روا جو انجکشن کی جاتی ہے وہ ہے سوزیم قیوم پٹیل جسے عام طور پر سوزیم قیوم پٹیل کہتے ہیں اگر اسے انڈویش انجکشن کیا جائے تو یہ پیشہ کرتی ہے یہ بہت زورور ڈرگ ہے صرف میں سینکڑں میں یہ دماغ پائز اماند ہو جاتی ہے۔"

"اس کا مطلب کیا ہوتا ہے؟" گورنر نے پوچھا۔

"اس کا مطلب ہوتا ہے کہ آدمی پیشہ ہو جاتا ہے آدمی کو کچھ پتا نہیں چٹا کیا ہو رہے کوئی درد نہیں ہوتا وہ بہت حرکت ہو جاتا ہے اور اسے ہوش آئے تک کی کوئی بات نہیں یاد رہتی۔"

"اور" گورنر دماغ سے پہلا تے ہوئے کہا۔

"سرجری کے ضمن میں ریضوں کو سوزیم پٹیل سوزی گرام کا ڈوز دیا جاتا ہے تاہم ہڈی ریاست میں جرموں کو موت دینے کے لئے دو گرام کا ڈوز دیا جاتا ہے یہ گویاد ہزار کی گرام کا ڈوز ہوتا ہے یہ ڈوز بذات خود مارنے والا کہا جاسکتا ہے مگر اس کا انحصار آدمی کے برین سیل

(HRAIN CELL) کے درمیں ہوتا ہے۔

"کیا ایسا کوئی طریقہ نہیں جس کے ذریعے کسی شخص پر اس کے اثرات کا پابا سکتا ہو؟" میک ڈیٹے نے پوچھا۔

"ایسا کہا جاسکتا ہے مگر کسی حد تک مگر یہ کام Anesthiologists کے ہوتا ہے مگر یہ بھی جان لیں کہ یہ پتہ تو رجسٹروں اور قیام ڈاکٹروں نے پہلی اخلاقیات

نے پابندی عائد کر رکھی ہے کہ وہ کسی قانونی Execution میں باطل حصہ نہیں۔ یہ ایک دہلی اٹھارہ کی ریاستی ڈاکٹر ہوتا ہے مگر وہ صرف اس لئے ہوتا ہے کہ مجرم کی موت کی تصدیق کرے۔ اس کے بھی طرح غم کو مارنے کے عمل میں حصہ لینے کا عمل نہیں کہا جاسکتا ہے۔"

"کیا پہلے ڈرگ کے اثرات کو مارنے کا کوئی اور طریقہ نہیں ہے؟" گورنر نے پوچھا۔

"آخر قریب دو سیست میں سالی بھری۔" میں اس کا جواب دیتا ہوں دماغی ایلام حیوانات کا سب سے زیادہ حیرت انگیز مضو ہوتا ہے چڑیاں "مشترک الارض چمیلیاں" ممال مارے چار دماغ رکھتے ہیں اور ان سب میں انسانی دماغ سب سے بڑھ کر ہوتا ہے، یہی نہیں بولتے سمجھتے سوچتے، سننے کی طاقت، بخشنا ہے یہی ہمارے جسم کے درجہ حرارت، خون کی رفتار، دل کی دھڑکن اور سانسوں کی آمد و خد کو کنٹرول کرتا ہے، یہی ہماری آکھوں کا کارن "ناکوں" کیس و سیر کی اخلاقیات کے سبب کو تھاتا ہے اس کی بدلت میں مگر اسے ہو سکتے ہیں کہ یہی سننے میں جواب استدلال جرات" جذبات سب اس کی پیداوار ہوتے ہیں۔ اور یہ مضو ہوتا ہے جو کوئی کے ایک چھوٹے پھول سے زیادہ نہیں ہوتا۔" اس نے اپنا سر جھکا ہمارے پاس کو ایسا طریقہ نہیں جس سے ہم یہی سنیں کہ کسی خاص حالات میں کسی کا دماغ اس طرح مخصوص کرتا ہے۔

"اُس میں خاص بھی خاص تو رہی پھر گورنر نے اسے

توڑا۔

"فیک ہے۔۔۔۔۔ اب ہم کیا کریں؟" اس کی نظریں انٹاری جزل پر چار گئیں۔ "فرز تو بتاؤ۔"

"فرز دیش نے یہ خیال لیجے میں کہا۔

"ہاں ہمز ہیزل کورٹ میں جہل کر سکتے ہیں ہس۔"

"اور اگر ہم وہیں ناکام ہو گئے؟"

"انٹاری نے شانے اچھالے۔" ہم آخر ہی عدالت میں جاسکتے ہیں اگر ایک سپریم کورٹ میں ہم وہیں نہیں ہا رہی کے اس کی میں گا رہی دے سکتا ہوں۔"

گورنر مارو نے ہنگامہ بھرا۔ "اگر یہ معاملہ قاضی دور تک گیا تو فیصلے میں کال سا لگ جائیں گے۔"

"فرز۔۔۔۔۔ سوچو کوئی ایسا طریقہ ہے۔" میک ڈیٹے نے دریافت کیا۔ "جس سے ہم جلی حدات کو اس پہلے انجکشن کے بارے میں مطمئن کر سکیں؟ کوئی ایسا طریقہ جس سے حدات کو یقین ہو سکے کہ مجرم موت تک گمراہی فٹس میں ہوتا ہے اور اس دوران اسے زکوئی رود ہوتا ہے؟"

"نہ تکلف۔"

"مجھے اس کا علم نہیں۔" انٹاری جزل نے کہا۔ "تاہم میرے دہن میں ایک خیال۔۔۔۔۔"

"ہاں۔۔۔۔۔ ہاں۔۔۔۔۔ ضرور بتاؤ۔" گورنر نے جلدی سے کہا۔

"ہمارے موجودہ طریقے میں ایک الیکٹرو کارڈ لوگراف مشین کو سزا یافتہ شخص کے ساتھ جڑا دیا جاتا ہے اور ایک فیکٹ لائن مونٹریز مل کر رہا ہے کہ اب دل بند ہو چکا ہے اور موت واقع ہو چکی ہے اس کے بعد ہمارا ریاستی ڈاکٹر لاش کا معائنہ کر کے موت کی تصدیق قیام کا خد جا رہی کرتا ہے میں سمجھتا ہوں اگر فیڈل کورٹ کو یہ بات سمجھا جائے اور ساتھ میں ہم اس کے اگر ایک ایسا برین ویو (BRAIN WAVE) اینالیز بھی مشکل کر دیں جو تین انجکشنوں کے دوران کے دھوکوں میں برین

رہا تھا یہ سال کے آخر تک ختم ہونے والی تھی۔ مگر فی الحال بارشانی چل رہی تھی۔

جنرل کی انتظامیہ کی قیادت بری ہی دیوار کے آدھی اندر تھی اور آدھی باہر۔ میک ویلہ انتہائی میں داخل ہوا جہاں دارلن راس ڈویل کا آفس تھا۔

"مگر راسک لیون۔" اس نے دارلن کے سیکرٹری سے کہا۔ لیون ایک سابق کانجیوڈیسر تھا وہ کس سال کی عمر سے یہاں فزیکل سزائیت کا انتظام کرتا تھا۔ اس نے اپنی ایک شاگرد کو کھینچ کر دیا تھا کہیں کہ وہ اس کے ساتھ زیادہ دیر تک اشتقاق دیکھتے ہوئے بیٹھ رہا تھا۔

"دارلن مصروف ہے؟" میک ویلہ نے پوچھا۔
"نہیں سر۔" لیون نے جوابا کہا۔ "اندر چلے جائیں۔"

راس ڈویل نے اپنے پاس کو کر کے میں داخل ہوئے دیکھا تو اٹھا اور سگریٹا۔ وہ میک ویلہ کا بہت پرانا دوست تھا۔ دونوں ایک زمانے میں ایک ہی خبیثہ میں کام کرتے رہے تھے اور یہ ایک ہی تھا جس نے ڈویل کو یہاں پارٹنر کا دارلن بنوا دیا تھا۔

"بولی۔" دارلن نے کہا۔ "میرے ساتھ کھانا کھاؤ گے لیون کی سرکاری ملاقات ہے؟"

"یہ سرکاری اور غیر سرکاری دونوں ہے" مگر کچھ تو کھانا گا۔ میرا خیال ہے تمہاری جیل جہاز بیستوں میں شاید سب سے غصہ کیا جاسکتی ہے مگر یہ بات کوئی نہیں کہ سکا کہ یہاں کے قیدیوں کو پوری طرح کھانا کھائیں گے۔"

"یہ سن کا کتنے بڑا ہے۔ یہاں ان کے چھ درجہ قائم ہیں" یہاں ہر درجہ اچھی جاتی ہے جو تم کھاتے ہیں اس امر کی کہ وہاں سے میرا ڈیری فارم کی ریاست میں نہیں تو غلط نہ ہوگا۔"

"میں نے لیون کو اپنے ہونے کی جگہ سے مطلع کیا مگر وہ اور میک ویلہ اس راستے پر چلے جاؤں گے ڈیل ڈاک

راہداری تھی پھر وہ جیل کے جسے میں داخل ہوئے انہوں نے ایک بہت عمدہ ترشے ترشے لائن کو عبور کیا جس کے اندر جیل کا ڈائنگ ہال تھا۔ یہ دو بڑے بڑے CEFIL بلاکس کے درمیان بنا ہوا تھا۔

"ایک فیڈل کورٹ نے حکم نامہ EXCUTION کو کر دیا ہے۔" میک ویلہ نے جملے ہونے کو دیکھ کر مطلع کیا۔

"تم مذاق تو نہیں کر رہے ہو؟" ڈویل نے کہا۔ "اور کون بنیادوں پر؟"

"اس طریقے پر جس طرح میک ویلہ کی نظر لگاتے جاتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ یہ نہیں ثابت کیا جاسکتا کہ انہیں وہ آفسی قیدی نہیں ہو جاتا ہے" اور اسے کوئی اذیت نہیں محسوس ہوتی۔"

"کیا ممکنہ خیر بات ہے۔" ڈویل نے کہا۔ "اسے بیوی کا جنازہ نکال دیا جاتا ہے وہ خود ہی نہایت مہلک ہوتا ہے اسے مارنے کیلئے کافی ہوتا ہے۔"

"ہوگا۔" میک ویلہ نے بتایا۔ "ایکل کورٹ Positive فیصلہ دیتا ہے۔"

ڈویل خاموش ہو گیا وہ موت کی سرکاری مخالفت تھا اور سزا پر دلدار کو دیکھنا بھی پسند نہیں کرتا تھا تاہم اس کا یہ خیال ضرور تھا کہ یہ اس کی سزا میں سب سے اگلی سزا مگر کوئی بھی تو وہ انکسشن والی تھی کم از کم یہ "انسانی" ضروری۔

"مگر یہاں۔" میک ویلہ نے کہا۔ "اس سے تمہارے انتہے بہتر حال کوئی انکسشن بڑے گا۔"

"پوسے گا۔" ڈویل نے بات کاٹی۔ "میں نے کمر کھا ہے کہ میں EXCUTION تک نہ دوں گا۔"

"ہاں۔ لیون یہ تو اس جیسے تک کا معاملہ تھا جس میں اسے موت دی جائے والی تھی اور تمہارے لئے ایک اور منصب بکھرے اور یہ کون سا ادارہ ہے؟"

"یہ اس کی تحریک کا ادارہ ہے جو قیدیوں کو موت کی سزا دینے جانے کے خلاف چلائی جا رہی ہے" اس کا مرکزی دفتر پراگ میں ہے۔"

"میں نہیں چاہوں کہ تم اس جگہ سے محروم ہو جاؤ۔" میک اس قیادت کے سامنے رک گیا۔ جہاں وہ بڑا سا ڈائینگ روم واقع تھا۔

"مگر مجھے معلوم ہے کہ تمہارے اندر موت کی سزا کے خلاف کسی قسم کے جذبات پیدا ہوں گے ہیں اور مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ تم بہت دنوں سے صرف اپنے فرائض منصبی کی انجام دہی کے لئے خود اپنے جذبات سے برسر پیکار ہو مجھے معلوم ہے اگر تمہاری دوستی مجھے نہیں ہوتی تو تم کی بریں پہلے اس کو قیدی کو چھوڑ کر رخصت ہو گئے ہوتے مگر تم نے اسے کھڑے سے اس سلسلے میں بات کی تھی اور میں صوبہ دیا تھا کہ ہر۔" یہ بریں میں آنے سے پہلے ہی نے رکتیں مجھے خوشی ہے کہ تم نے اور گروڈوں نے مجھ سے سسٹم کو دیکھ لیا تھا میں چاہتا ہوں کہ تم بھی یہ تک اپنے آئینے کو روک کر ڈاکٹر کا کام کا تمام ہو جائے۔

یا نہ ہو۔" میک ویلہ نے اپنے دوست کے کانہ سے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "تم نئے پراگ کا کرنی جاب سنبھال لو تم اس کا ڈاکٹر کا کام کے کس کو تمہارے شن دبانے پھر پھر پھیل کر لیں گے۔"

راس ڈویل نے جذباتی آواز میں کہا۔ "دراصل میں اپنی ذمہ داری کوئی اور کے لوہے ڈالنا نہیں۔۔۔۔۔۔"

"تم بے فکر ہو جاؤ سب تک ہو جائے گا۔ چلو۔۔۔۔۔۔"

پھر وہ دونوں اس دھچک دھچک ڈائنگ میں داخل ہوئے جہاں کوئی دو چار قیدی دن میں دو دھچک کھاتے تھے ناشا اور رات کا کھانا دوپہر کا کھانا نمازوں تک کی تحلیلوں میں دیا جاتا تھا۔ کیونکہ قیدی اس وقت کھیتوں میں کام کر رہے ہوتے تھے یا دن دن کٹاؤں پر جہاں انہیں رکھا گیا ہوتا تھا اس وقت وہاں چند سڑکوں اور کچھ دوسرے محلے کے لوگ کھانے کے لئے تھکا ہار

رہے تھے پھر میک ویلہ اور ڈویل بھی اس قیادت میں شامل ہو گئے۔ انہوں نے بیلیوں میں اپنا کھانا وصولا اور اپنی پلاسٹک ٹرے کو ایک ایسے علاقے کی طرف لے کر چل دیے۔ جسے گھر رکھا گیا تھا۔ اس پر صرف STAF تاکے کے لئے کی گئی تھی جب وہ کھانے جگہ سے تو ڈویل نے ایک کھا کہا۔ "میں تو بالکل بھول گیا تھا۔۔۔۔۔۔ آج صبح

ایک لڑکی میرے پاس آئی اس کا کوئی تھا کہ وہ اور جی کا کام ہی کی تھی۔ وہ کارڈ کو موت دے جانے کی کارروائی کر چکا تھا جس کی اور اجازت مانے لینے آئی تھی مگر اب تو یہ معاملہ میری فہمی ہو گیا ہے۔"

میک ویلہ نے تہیہ چڑھا دی۔ "میں نہیں سمجھتا کہ گم اور اس کی بیوی کے پاس کوئی اولاد نہی۔"

"نہیں کارڈ تو قیدی نہیں ہے۔" ڈویل نے کہا۔ "مگر لڑکی کا کہنا ہے کہ وہ منتقل کی گئی ہے اور اس کے پاس شوت میں شکیں گے ہیں اس کا نام بار بار ہے۔"

میں نے اس سے کہہ دیا تھا کہ اس کی اجازت اسے تم ہی سے مل سکی۔ وہ کچھ کہتا تھا کہ اس میں آئے گی۔"

میک ویلہ کی آنکھوں میں آنسو تھے۔

☆

اس رات گورنر کی چوبلی کے رہائشی میں سے گرائٹ اور لوی اپنے کمرے سے دو سون بولی میک ویلہ اور ڈویل فزیکل رحمت میں ملے ہوئے تھے کھانے کے دوران گورنر نے اپنی اور میک ویلہ کے کانچ کے دنوں کی شہد بائیں سنائیں۔

"بولی کے بغیر میں شاید کامیاب نہ ہو پاتا۔" اس نے کہا۔ "میں نے ابتدا میں اسے سمجھا لیا تھا کہ ہماری کھاس کا سب سے ڈیڑھ لاکھ ہیں۔ اور اس سے میں نے اس سے دوستی کا غلطی کی تھی۔"

"تم باتوں میں غلو کر رہے ہو۔" ویلہ نے کہا۔ "پھر اس نے اس کی بیوی کو آگے ماری اور بولا۔ یہ ایک سیاست دان ہے۔"

اس نے بلاؤٹسٹ کر لیا تھا اور اس سے ثابت ہو گیا جس اس کی بی بی نہیں تھی اس نے میری ماں سے کہا کہ وہ منہ بند رکھے اور اس سے چھکارا حاصل کرے۔ ماں نے مجھے میری ماں کے پاس بھیج دیا پہلی روکے پاس جو جٹوں کے غلطے علاقے میں رہتی تھی مگر ماں نے میرے اور ماں کے لئے ایسا مکان سہارا کر دیا اور جب تک وہ زخم و زہر نہیں انہوں نے ہمارے لئے قہر بھی بھجوائی ان کی ملکات کے بعد میری ماں اپنی بی بی کے ہم میں رہ گئیں۔
 ”میں سمجھا۔“ میک ویلے نے کہا۔ ”میں اپنی ماں کو جاننے کا موقع ملا تھا۔“

”ہاں۔“ جو ان لوگ نے کہا۔ ”ماں میرے پاس ہر پختے آتی تھیں۔ یہ ملک ہم ساتھ ساتھ گاؤں میں نہیں رہتے تھے تاہم جب میں ذرا بڑی ہو گئی تو وہ مجھے کسی قریب گاؤں میں اپنی کار میں لے جایا کرتی تھیں وہاں ہم گھر سے تھے خریداری وغیرہ کرتے تھے۔ اس کی آواز بھر لے گی۔ مجھے اپنی ماں سے بہت محبت تھی بہت زیادہ۔“

میک ویلے نے سر ہلایا۔ ”یقیناً ہوگی۔ کیا اسی لئے تم اس کے ساتھ گھر کو رہا ہو اور اپنی ماں جاتی ہو؟“
 ”ہاں۔۔۔۔۔ اسی لئے۔“ رابرٹارڈ نے مضبوط لہجے میں کہا۔
 ”کیا تم مجھے بتا رہے ہو کہ کوئی ابھی بات ہوگی؟ کوئی کوئی خطرہ نہ ہوگا۔ تمہیں اس کا خیال بعد میں پریشان کر سکتا ہے۔ کیوں کہ تم بس اپنی والدہ کی خوب صورت یادوں ہی کے ساتھ رہو اور اس کے قاتل کے خیال کے ساتھ آج میرا نہ کرو۔“

”تمہیں۔۔۔۔۔ میں نے فیصلہ کر لیا ہے۔“ لڑکی نے مضمری اعتراف کیا۔ ”اس شخص نے میری ماں کا سینہ دو بھر کر کاٹا تھا۔ اسے سزا دیکھنا چاہتی ہوں۔ اور یہ بھی چاہتی ہوں کہ میری لڑکی اذیت کی موت مرے۔“
 ”مگر سزا شاید مرے وقت سے آگے ذرا بھی تکلیف

”لوہی۔۔۔۔۔ اس رو سے ایک Coilsless Request کا نام پڑ کر آؤ اور اسے کارڈر کا ہم کی موت کے لئے کر دینے کا اجازت نامہ جاری کر دو۔“

”تمک ہے سر۔“ رابرٹارڈ اٹھ اٹھا۔ ”بہت شکر یہ مسٹر میک ویلے۔“

میک ویلے نے اس سے مصافحہ کیا اور ضرورت سے زیادہ دیر تک اس کے ہاتھ کاٹنے ہاتھ میں لے لیا۔ جب وہ رازہ بند ہو گیا۔ میک ویلے نے میری ہڈی کاٹ کر کوئی اس نے نورینارڈ کا ہم کی تصویر پر نظر میں مرکوز کر دیا۔
 ”اس نے سچا۔۔۔۔۔ اس نے سچا۔“

”جیسے کا دن آیا اور چلا گیا۔ فیڈلر کوٹ سے کوئی جواب نہیں آیا تھا۔“ کرک کا ہم کی سزا کا اعلان ہوا دیا گیا ہے۔

”جیسے کہ روز بولی میک ویلے نے کارخانہ کار بارباری ٹیل کی طرف چل دیا وہاں اس نے اس ڈویل کو اپنی میز کی دراز میں صاف کرتے پایا۔ وہ اپنی ڈائی جریز آفس سے نکال کر پانچواں دروازہ پہنچا رات اس کے اور انڈیا میک ویلے کوئی اس کی اور اس میں میک ویلے کے علاوہ ٹیل کا سارا اکلہ شریک ہوا تھا۔ سوائے ان کے جو بولی پر تھے۔ بہتے بچے تھا۔ اس ڈویل جیل کے لوگوں میں اپنے سے پہلے داروں سے بھی زیادہ مقبول تھا۔ یعنی بولی میک ویلے سے بھی زیادہ۔ لطف کی بات یہ تھی کہ وہاں کے قیدی جنہیں موت کی سزا نہیں لی ہوئی تھیں انہوں نے بھی اپنی اپنی جیلوں پر چھوٹی چھوٹی رخصتی پر اپنی اس کی تھیں اسی وقت کارڈر کا ہم کی موت کے کرے سے نکال کر دوبارہ کال ٹیگٹری میں پہنچا دیا گیا تھا۔

”بولی۔“ راس ڈویل نے اسے جواب سے دیکھا۔ ”آج بخشنے کی یہاں کیا کر رہے ہو؟“

”میں نے سوچا جاتے جاتے تمہیں ایک ابھی کی چیز ملاؤں۔“ میک ویلے نے جب سے ایک بول ٹیل ٹیل بیک ڈھیل کی۔

ڈویل نے کہا۔ ”میرے علاوہ بات ہے۔“ اس نے کہا۔ ”جیل میں شرب کی بول ٹیل نامعلوم ہے میں آپ کو کارڈر کرانے جا رہا ہوں۔“

”ضرور کارڈر کا رو۔“ میک ویلے نے کہا۔ ”مجھے کچھ آرام کی ضرورت ہے۔“

ڈویل نے آگے بڑھ کر کیوٹ سے دو کالنگ نکالے۔ میک ویلے نے اس میں بول ٹیل اٹھ لی۔ پھر دونوں دوست ملاقاتی کی سیاد پر بیٹھ گئے۔

”راس میں چلے جاؤ۔“ میک ویلے نے کہا۔ ”مجھے بھی یہی کچھ محسوس ہوتی رہے گی۔“ ڈویل نے گرد سے لہجے میں کہا۔

”یقیناً ایک میں تمہاری جاگ کیا ہے؟“ ”زیادہ تر ایڈمنسٹریٹر روک سے چھانسیوں کے اعداد شمار وغیرہ یا پھر قریبی رورٹی جیلوں میں کالوں میں لگیں کہیں میں بس اپنی اور بی بی کے لئے کام۔“

”جیسے کچھ سلاٹ چندہ دینے والوں میں شامل کر لیا۔“ میک ویلے نے کہا۔

”راس ڈویل نے دیکھا اور بولا۔“ ”مگر تو سمجھتا تھا کہ تم موت کی سزا کے قریب میں ہو۔“

”میں ہوں۔ لیکن تب تمہارے جیسا کوئی واپس واپس آؤ یہ جس کی میں عزت کرتا ہوں دوسری بات کہ تو مجھے سوچتا رہا ہے۔“ ”کہ وہ مسکرایا۔“ ”اس کی اور کو نہ بتانا کہ تمہارا Contributar ہوں۔“

”تمک ہے۔“ راس ڈویل نے لمبی سانس لی۔ ”مگر خیال کی یہ تبدیلی کیسے ہوئی؟“ اس نے پوچھا۔

”جو ان لوگ لڑکی تھے تم سے میرے پاس بچا تھا۔ میں

نے محسوس کیا تھا کہ وہ اپنی ماں کے قاتل کو کمر بستہ کیجئے گا
 پتہ توڑ مکتے ہوئے ہے نہ پتا نہیں یہ بات میرے لئے ہے
 چٹنی کا مشق مٹی ہے۔ "میک ویلے ٹیل کونٹ سے لگا کر
 گھونٹ بھرا" مجھے غلط نہ سمجھتا تھا اب بھی موت کی سزا
 کے حق میں ہوں مگر صرف چند لوگوں کے لئے ان لوگوں
 کے لئے جو غور کر کے ہیں انہیں پتہ نہ ہے کہ میں اور بچوں کو
 دلتے ہیں۔ مثلاً وہ..... جس لئے ایک چھ بیک کی پٹی
 کو..... کیا نام تھا اس کا؟
 "وکیل۔"

"ہاں دیکھ..... میرے نزدیک ایسے لوگ اسی لائق
 ہوتے ہیں کہ انہیں ہلاک کر دیا جائے۔ میں تو اس قسم کے
 جرائم کرنے والوں کو اذیت ناک موت مرتے دیکھتا
 چاہتا ہوں۔ انہیں گردن میں پھندا اڑال کر مارنا چاہیے
 ایک قانون خصوصی طور پر ایسا بنانا چاہیے۔"
 "میں تمہاری بات سمجھ گیا۔" اس نے ڈویل نے
 کہا۔ "لیکن یہ عاقلانہ اخراج کس طرح کیجیگا جاسکا
 ہے؟ ہم کس طرح کہہ سکتے ہیں اسے اردو اور اس نے
 اردو اور ایسی ہی ہوتے ہیں جو یہ قصور ہوئے ہیں.....
 انہیں بھی مار دیا جاتا ہے۔"

میک ویلے نے ہلایا۔
 "تم اس کا رد کرنا ہم کے بارے میں کیا کہو گے؟ ہو سکتا
 ہے اس نے جب اپنی بیوی کو دریا میں پھینک دیا تھا تو اسے
 معلوم نہ ہوا کہ وہ زندہ گھر آیا اور اس نے ڈالے جانے سے
 پہلے تو شاید سزا اچھا اور موتی۔"
 میک ویلے نے کوئی جواب نہیں دیا اس شگ سے چند
 گھنٹہ لئے۔

"ہاں۔ لاس بہت سے سوالات ہیں اور دونوں طرف
 متقول جوازات بھی ہیں۔ بہر حال موت کی سزا کو اس
 طرح ختم نہیں کیا جاسکتا۔" میں نے غلط کہا تھا کہ ہمیں
 قانون کی پابندی کرنی ہے اور اس۔"
 "میں معلوم ہے کہ آج تک امریکہ میں نین ہزار

سے زیادہ افراد ایسے ہیں جنہیں موت کی سزا دی گئی
 ہے؟" ڈویل نے کہا۔ "ہن میں سے چھ ہزار میں بھی
 ہیں۔"
 "میں مانتا ہوں کہ تعداد خاصی ہے۔" میک ویلے نے
 حلیم کیا۔ "مگر ہمارے پاس انہیں ریاستوں میں یہ
 قانون رائج ہے صرف 12 ریاستیں ہی ہیں۔"
 "اور..... مغرب کو چھوڑو۔ مشرقی ملکوں میں
 بھی Capital Puntkument رائج ہے۔"
 "ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے۔ تم کو تمہاری تحریک ہانک۔
 بھائی نہیں تو یہاں تمہارے ساتھ ایلوادی وقت گزرنے
 آتا تھا۔ DEBATE کے لئے۔"

پھر ان دونوں نے موضوع بدل دیا۔ دار و بعد میک
 ویلے نے ایلوادی حاضری کیا۔
 جس وقت میک ویلے بیٹل سے نکل رہا تھا کہ رامہ راڈ
 کا خیال آیا۔ یہ بات بھی یاد آئی کہ لڑکی اپنے باپ
 کے قاتل کو اذیت ناک اعزاز سے مرتے دیکھنے کی خواہش
 تھی۔ پھر اسے اس لڑکی کی ماں کا خیال آیا جس کے پیار
 میں تاجر باندھ کر دیا گیا کہ یہ بیکر کر دیا گیا تھا وہ اس وقت
 زندہ تھی لیکن کیا اس نے کوئی فرق پڑا تھا؟ اس نے ڈویل
 نے اس سے پوچھا تھا کہ درکار ہم کے بارے میں وہ کیا
 کہتا ہے اور میک ویلے نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔
 اب بڑا تیرہویں کرتے ہوئے ایک نام بار بار اس کی
 سماعت میں گونج رہا تھا کسی کوئی کی طرح دھماکے
 پیدا کر رہا تھا۔

رہا..... رہا..... رہا.....
 ☆
 یہی کج کو میک ویلے کو انارٹی جنرل کے پاس سے ایک
 کال موصول ہوئی۔ فریڈ ویلش کہہ رہا تھا..... "ہیلو کورٹ
 نے اپنا اتھوٹی کی رڈز سنوٹ کر دیا ہے بولی..... اب اس
 کو موت دی جاسکتی ہے مگر Execution میں ایک شرط
 رکھ دی گئی ہے کہ کہیں اس میں Brain Wave نہ

کا استعمال نہ ہوگا۔ اس بات کی یقین دہانی کے لئے کہ
 وہ موت سے پہلے مکمل طور سے بیہوش تھا میں نے مرجن
 جنرل آرٹ سے بات کر لی ہے۔ آج سہ پہر میں وہ
 پارلر میں بیٹھ رہا تھا لڑکی لڑکھن جھوڑا ہے
 ساتھ میں ایک گلیشیں بھی ہوگا جو تمہارے آدھوں کو
 مشین پر آج کرنا کھائے گا۔"
 "اوکے۔" میک ویلے نے کہا۔ "میں کیپٹن آف دی
 یارڈ کو مطلع کر دوں گا کہ وہ ہدایت کھینے کے
 لئے Execution کم کو تیار رکھے۔ کیا گرانٹ نے
 اس کے لئے کوئی تاریخ طے کی ہے؟"

"ہاں..... کل۔" ویلش نے کہا۔ "وہ خطہ کے لئے
 ایک میٹنگ ہوا۔ رات نو بج رہا ہے۔"
 اسی وقت کورنر ڈاکٹر لائنڈن روشن ہوئی۔
 "میں گرانٹ بول رہا ہوں۔" میک ویلے نے فریڈ ویلش
 سے بتایا اور کہا..... "میں تم سے بعد میں بات کروں گا۔"
 اس نے ایک مین پناہا اور بولا۔ "مگر مارٹن کورنر۔"
 "بولی۔" فریڈ سے بات ہوئی؟
 "ہاں..... ابھی ابھی ہم کل ہنگل تیار ہوں گے۔"
 "ٹھیک۔" تم تک بنانا Death Warrant پہنچ
 جانے کا میں جلد سے جلد اس قاتل کا خاتمہ کر کے اپنی
 بیٹ صاف کرنا چاہتا ہوں تاکہ بیٹ تک بچنے میں
 میری دہائی کوئی رکاوٹ نہ رہے۔ ڈویل تو چلا گیا اب
 اس کی جگہ پارلر میں کون سب ہو چکے گا؟ کس نے ذرا
 سے توقف سے میک ویلے نے کہا۔

"اس کی جگہ یہ شو میں RUN کروں گا اتنی جلدی کسی
 سے دارلن کا تفر رہنا سہ نہیں۔"
 "بولی۔" تم پہلے بھی کوئی Execution کر چکے
 ہو؟
 "ہاں..... میں دارلن تھا جب۔ پانچ بار۔"
 "اوکے۔" پھر ٹھیک ہے۔ پھر اس دالے اسے پند
 کریں گے۔ انصاف کی کھیل کے لئے اسیٹ

ڈاکٹر جنرل عائد جات کا انفرادی اقدام..... میں یہ
 بات اس پریس کانفرنس میں بھی کہوں گا جو میں کل
 کرنے والا ہوں۔ مجھے یہ رابطہ رکھنا۔"
 ملک کے ساتھ لائن ڈیج ہوئی۔ میک ویلے نے ایک اور
 مین پناہا۔ یہ پارلر میں جنرل کی ڈاکٹر لائنڈن تھی۔ "میں
 میک ویلے بول رہا ہوں۔" اس نے کہا۔ "کیپٹن آف
 دی یارڈ (COY) سے بات کراؤ۔" ذرا سی دیر بعد رائے
 کوئی کی ڈاکٹر ابھری جو کیپٹن آف دی یارڈ تھا اور دارلن
 کے بعد بھی اس منصب تھا۔
 "COY راتے ڈیل۔"
 "ڈویل میں بولی میک ویلے بول رہا ہوں تم نے گراہم
 کے بارے میں سنا؟"

"جنرل میں دیکھا ہے۔" صرف چند منٹ پہلے اس کا
 کام کیا ہے؟
 "کل رات..... جن میں دھاؤں گا۔ تب تک سارا
 انتظام چھپیں دیکھنا ہے۔ اسے دوبارہ دھج
 راج FELI میں پچھو تو خواتین کو دوسرے قیدی شور نہ
 چاہئیں۔"

"میں جنرل میں اس گلہ کرتی رہی میرے لئے یہ کام
 نہیں کیا۔" کیرا آدھوں کا مسئلہ حل کر چکا ہوں پانچ تو
 آپ کے ہی نام سے جانی ہوئے تھے۔
 "ٹھیک ہے۔ سنو۔ رائے۔ مرجن جنرل تمہارے پاس
 ایک بریٹن مائیز جھوڑا ہے۔ تم خود اور کسی کو اس پر
 لگاؤ؟ وہ اس کا پیش کیجئے۔"
 "ٹھیک ہے۔ ہماری ہم تیار ہے۔"
 "میں کسی وقت خود آؤں گا تاکہ کہہ دوں کہ جو کامی
 طرح بھولوں۔" کئی دن ہو گئے ہیں بے مکلی کے۔"
 ابھی اس نے فون بند ہی کیا تھا کہ ایک بار بھر کورنر
 لائن چل گیا ابھر سے رد و ظفر کی آواز آئی۔
 "مگر مارٹن۔"
 "روز؟ کیا مسئلہ ہے؟"

دینا۔۔۔۔۔

ایک دوڑے زوردار کھول جھیلٹ تھکے تھی اور پھر اس نے ان میں سے ایک ہاتھ رک نیڈل نکالی جو خواب آور جوشن کے لئے تھی جس سے مزاج کو بے ہوش کیا جاتا تھا تاکہ اس کی موت اذیت کے بغیر واقع ہو۔

احیاء سے اس نے وہ پینچ شدہ سوئی (Needle) اپنی جیب میں ڈال لی۔

☆

نیکو لگتی کے کینے میں وہ اس رات روزمر کے ساتھ قہقہہ لڑکی بھر پر بیٹھا ہوا تھا۔

"اچھی نگہ بدوز۔" اس نے تعریف کی۔

"وہ مسکرائی۔ یہ بہت دلکش مسکراہٹ تھی۔"

"یہ اتنا میں نے اس لئے کیا ہے کل کے کام کے لئے تمہاری ٹھوڑی ہلت افزائی ہو جائے۔ مجھے یاد ہے جب تم وارڈوں تھے، بسے کاموں پر جاتے ہوئے تم کس قدر تازہ ہوتے تھے۔"

"ہم؟" میک دینے پر چما۔ "مجھیں یہ باتیں کیسے یاد آ رہی ہیں؟"

"بولی۔" اس نے نگاہ نیچی کرتے ہوئے کہا۔ "مجھے ہمیشہ سے تمہارا خاص خیال رہا ہے۔"

"اور میں تادوں۔" مجھے بھی تم۔۔۔۔۔ وہ چپ ہو گیا۔

چوں کہ صحت روز کی طرف سے تھی اس نے روز سے کہا کہ راز دہی دے۔

کھانے کے آئے تک انہوں نے باتیں شروع کر دیں جو ایک دوسرے کے پیشے سے متعلق تھیں انہوں نے ایک دوسرے سے پوچھا کیا وہ گرانٹ کے ساتھ ہی چلے جائیں گے اگر وہ بیٹریڈن کیا۔

"میں رہتھن جانے کے بجائے یہیں رہنا پسند کروں گی۔" روز نے کہا۔

"میں بھی تمہاری کتشی میں ہوں۔" میک دینے نے کہا۔

ایک گھر خرید لیا ہے یہاں ایک ہاؤس کیمہ رکھ لیا ہے اس میں ایک ہاتھ بھی ہے۔

"تمہارا ہاتھ؟"

"ہاں۔۔۔۔۔" اس نے مسکرا کر کہا۔ "میں لٹرا کا گتا ہوں یہ دیکھ کر حیرت کر دی۔"

"غرب۔" اس نے اپنا ہاتھ میک کے ہاتھ پر رکھ کر آہستہ سے دایا۔

کھانے کے دوران وہ حریفے تکلف ہو کر بول رہے تھے۔ اس دوران میک دینے نے ایک آدھ بار جیب میں ہاتھ ڈالکر اس پینک کو چمرا۔ جس میں وہ نیڈل کو رکے ہوئے تھا اسے خب تھا آخر اس نے یہ حرکت کیوں کی تھی؟ کوئی مشغول رہا بھی اس کے ذہن میں صاف نہ تھی۔

گر کسی سب سے اسے اپنی حرکت ضروری لگ رہی تھی۔

"سیر اساتھ شہر پر ایک کتا تھا۔" روز نے کہا۔ "میں تو سوچ کر حیرت کرتی ہوں میں نے آ خر اس سے شادی کیسے کر لی تھی۔" رک کراس نے پوچھا۔ "بولی۔ تم نے کبھی شادی نہیں کی؟"

"نہیں۔"

"کبھی مشغول عورت نہیں ملی؟"

"ملی تھی ایک بہت زمانہ پہلے مگر بات نئی تھی۔" اس نے سر ایک طرف ہٹا دیا۔

"روز۔" کبھی تمہیں خیال آیا کہ تمہارے ہاں کوئی اولاد ہوگی؟"

"نہیں۔" اس حرام زادے کے ساتھ چما تھا ہوا۔

رک رک ہوئی۔ "مگر اولاد کی خواہش تو رہتی ہی ہے۔"

"مگر تمہارے گھر کوئی لڑکی ہوئی تو وہ اب تک جوان ہو چکی ہوگی۔" میک دینے نے راجہ راز کا ہنوس کرتے ہوئے کہا۔

"سیرا خیال ہے تم بہت اچھی ماں ہو تمہارا بیٹی بچی کی بچہ روز دوست۔"

"شکر ہے بولی۔" روز مسکرائی۔

"کھانے کے بعد وہ پیدل ہی چل دیے۔ وہ روز کے اپارٹمنٹ کی طرف چل رہے تھے۔

"روز۔۔۔۔۔ آج کی رات کی صحت کا شکر ہے۔"

چلے ہوئے میک دینے نے کہا۔ "میں کل کے خیال سے تھوڑا کمیشن پارہا تھا۔ تم نے ابھی کبھی پہنچائی ہے۔"

"مڈلنگ کے دروازے پر۔" روز نے کہا۔

"مگر میں چلو گے؟"

"کیا واقعی میں اندر چلوں؟" اس نے اس کے ہاتھ کو تھام لیا۔

"ہاں کل میں چاہتی ہوں۔"

"تو کھریک ہے۔"

☆

دوسرے روز، مین کو بولی میک دینے نے وہ سیٹون والا پینک کھولا جو وہ تھمبیر کے افنی روم سے لے کر آیا تھا اس نے اس میں وہ پورڈک نیڈل نکالی لی۔ اپنی دو اکوں کے نیچے اس نے ایک فیشی آئی سوپر ویل (Rubbing) رنگ الگوں کی نکالی اور بہت احتیاط سے اس نے اس کی ٹھوڑی سی مقدار نیڈل کی سرخ میں بھری۔

مجھے پتا نہیں اس سے کیا ہوگا۔ راجہ راز کھینچے بیٹھیں ہے جب کچھ ہوگا ابھی نہیں ہوگا۔

اسنے آفس میں جب وہ پہنچا تو یہ نیڈل پھر سے دھیر میں پینچ لگتی اسے اس نے دوہل میں رد کر لیا اپنی کٹ کی اندرونی جیب میں رکھ لیا تھا۔ یہ پینچتار جب اس کی تکر بڑی لچ کھانے پہل کی اسے آفس کی ایک فائنگ کلیف کھولی وہاں سے وہ فوٹو لٹا لیا جس پر۔

گرہام کا ر۔۔۔۔۔ ایگری کیونش دینس کا لیبل لگا ہوا تھا اس نے اس کی مدد سے وہ انٹارمیشن فارم نکالا جس پر راجہ راز کے کانف تھے اسے یہ کچھ کجرت ہوئی کہ یہ لڑکی یہیں اسی شہر میں رہی تھی۔۔۔۔۔ وہ لوہور کا دشتی سے دھڑا لگتی تھی شاید ان کی موت کے بعد اس نے کھر کچ

دیا ہوگا۔ میک دینے نے سوچا۔

اس نے راجہ راز کی درخواست کی ایک کاپی نکالی اور اصل کو دوبارہ فوٹو میں لگا دیا اس نے باہر رکھ لی اس نے فائل کلیف میں بند کر دیا اور اپنی سیر پر آجینا۔

اس نے گرہام کا ر کی سراسے متعلق عدالت عالیہ کا فائل کھولا۔ اس نے اور راجہ راز کا ہم کی وہ تصویر بھی نکال لی جس کو اس کی زندگی میں لی تھی تھیں۔ ان میں سے ایک کا انتخاب کر کے اس نے اسے اپنی جیب میں دھکا لیا پھر اس نے گرانٹ مالوسے ڈاکٹر لائن پر بات شروع کی۔

"ہیلو بولی۔" اسے روزمر کی آواز سنائی دی۔

"ہیلو روز۔" ان میں باتیں زوراً تا جمرے سے شروع ہوئیں روز نے کہا۔

"کیا آج رات تم اس سے فارغ ہو کر آ سکتے ہو؟"

"کہا۔" میک دینے نے سرسری انداز میں کہا۔

"کیا آج اس جاتے؟"

"کیوں نہیں۔۔۔۔۔" اس نے کہا مگر اس کی آواز میں طوٹن تھا۔

"بولی۔ کیا کوئی ابھیں ہے؟"

"نہیں۔۔۔۔۔ نہیں۔۔۔۔۔ احتیاط اس نے خود سے کہا۔ پھر یوں۔۔۔۔۔" دینا نے غصہ خستہ سا ہورہا ہے۔

"شاید یہ کام۔۔۔۔۔ ہوا راجہ راز میں نہیں ہو سکے گا۔"

"بولی۔" روز نے توشلی سے کہا۔

"مجھے پتا تھا۔" شاید میں کچھ کر سکوں۔" اسے یہ موضوع پر بلا ضروری تھا۔

اس نے کہا۔۔۔۔۔ "میں Execution کی تکمیل کے بعد جلد سے جلد آنے کی کوشش کروں گا۔"

"دعہ؟"

"دعہ؟"

"اور۔۔۔۔۔ میں انتظار کروں گی۔"

"کیا گرانٹ ہے؟"

"ہاں..... ہولڈ کرو۔"

سینکڑ ہجرت گشت کی آواز اُبھری..... "بولی؟ سب ٹھیک ہے ناں؟"

"بالکل۔"

"گنڈ..... میں پانچ بیچے ایک پریس کانفرنس کر رہا ہوں رات میں نشر ہونے کے بعد گرام کے دیکھوں نے پھر درخواست دی ہے موت کی سزا معاف کرانے کے لئے مکر میں نے انکار کر دیا ہے۔"

"میں اپنا دفتر ذرا دیر بعد بند کر رہا ہوں۔" تیغ نے کہا..... "حام کا تراب پبلک انفارمیشن آفس ریفرنسر دی جا رہی گی۔"

"گنڈ..... درود و دفتر۔ شاید گراٹ آس کا ذہن پڑھنے کی سعی کر رہا تھا۔" تمہیے ہو؟

"فائن۔" میک دیلے نے نیڈل کو چھوتے ہوئے کہا۔ "مگر انگریز کی ضرورت نہیں۔"

"ٹھیک ہے..... رات کو تھما رہے ساتھ جینک ہو گی۔"

جب اس کی سیکرٹری آگئی تو اس نے کہا..... "ایڈنا تمام فون بند کر دو اور ساری گالری P10 کی RELAY کر دو اس کے بعد آؤں گے جو کہ تمہی آؤں گے مگر سٹیٹس میں ہار پارٹی کی پیش کی طرف جا رہا ہوں۔"

"لنسر۔" ایڈنا نے کہا۔ "گنڈ مکسٹریڈ۔"

☆

موسم سہرا میں شام بلند ہو جاتی ہے جب میک دیلے راتے ڈیل کے آفس میں داخل ہوا۔ کچھ اندر پہنچا ہوا تھا۔ ٹی وی مل رہا تھا ایک ویڈیو کے COV کے فنی برتن سے ایک کپ کا ٹی ٹی ٹی اور کسی نے کچھ پیٹھ کیا۔

"سب ٹھیک ہے؟" اس نے پوچھا۔

"بالکل۔" رائے ڈیل نے کہا۔ اس نے میک دیلے کو ایک چھتا Two Way سے دیکھا دیا۔ "چھ

بیچے چھتا ہے۔"

"سارے قاتلانی آچھے ہیں؟"

"زیادہ تر آچھے ہیں اور پریس روم میں چائے وغیرہ پی رہے ہیں۔ میں نے تیار کمری ہے انہیں اصرار ملے جانے کے لئے۔"

اسی وقت ٹی وی پر گنڈ کا اعلان ہوا اور ناظرین کو گورنر بارلو کے آفس میں کھینچا گیا۔

"ٹی ٹی ٹی ٹی ٹی۔" گورنر نے خطاب کا آغاز کیا۔ کارٹر مگر اہم کے لئے۔ اس نے اپنی بیوی کو بہت بے رحمی سے ہلاک کیا تھا۔ مجھے دوسری بار درخواست کی تھی مگر اس کی سزا موت معاف کر دی جائے مگر میں نے انکار کر دیا ہے۔ آج شام اسے مہلک انگلیشن کے ذریعے پارلر انٹیم پریزن میں Execute کیا گیا۔ ۲۰

ہے.....

"اوکے۔" سیکریٹری نے کہا۔ "میں اب چھتا چاہے۔"

"پھر دوڑوں آؤی COV کے آفس سے اٹھے اور جنرل کی ایڈمنسٹریشن بلڈنگ سے نکلے وہ اسی راستے پر چلے جس پر کل پبل کر وہ ادھر روم سے ملن چھوتے سے اچھو جی نہیں سمجھتے۔

بلڈن میں پھینچنے کے بعد انہوں نے ایک لمبی بیچ پر Execution کمپ کو دیکھا۔ یہ چار رخسار جنرل آفیسر تھے جنہیں Execution میں مدد دینے کیلئے خصوصی معاوضہ دیا گیا تھا۔

"چلو۔" ڈیل نے ہاتھ پکڑا۔

وہ چاروں معمول کے مطابق مصروف ہو گئے۔ ایک نے انگریزی کیوشن جبر کا دروازہ کھولا۔ اندر گیا اس نے ہانچوں کنڈیکس کے ہائینڈ اٹھا دیئے تاکہ اس نے قاتلانی اندر نہ سکیں دوسرے نے ایک چھٹی کی کیلیف جو جیجبر کے فوراً پارٹیا۔ دوسرے دیک کے ٹیلیفون ٹکا لے اور انہیں کیلیف کے اوپر موجد JACK کے ساتھ پلگ کر دیے۔ اور دوسرے کو اس نے اس بیک کے

ساتھ پلگ کیا جو اپنی روم کے اندر تھا۔ جہاں سے یکے دیکھا انگریزی کیوشن میں کنٹرول کرنے تھے۔

بقیہ دونوں آفیسر وہ دواج کل میں داخل ہوئے جہاں ایک آفیسر ایک چھٹی کی بیور پر بیٹھا کارڈ گرام کی عمرانی کر رہا تھا جو اپنی حالات کی سلاخوں میں سے اپنے دو دیکھوں سے باتیں کر رہا تھا۔

"جی۔" X فلم آفیسروں میں سے ایک نے ادھر دواج گاڑ دے کہا۔ اسے فوراً کارڈ کے دیکھوں سے کہا۔ "تجربہ صرف ایک منٹ ہے جی۔"

جیجبر آڈ کے نزدیک ڈیل نے اپنے تمام برادری کیلئے بیٹ سے وہ دوسرے ریلوے پک سے نکلا۔ جس سے ریلوے پک ہوا اور اس میں بولا۔ "COV پریس روم آفیسر سے غائب ہے۔" جب جواب مل گیا تو اس نے کہا مجھے کیے۔ انہیں اصرار ملے گا۔ اس کے بعد اس نے سرخ فون کا ریسیور اٹھا یا اس نے جنرل کے سوچے ہوئے آفیسر سے بات کی۔

"میں جیجبر فون سے ڈیل بول رہا ہوں پیلز ایک لائن لیفٹنٹ گورنر کے آفس کے لئے کھول دیں۔" ڈیل کو معلوم تھا یہ پروڈکول کا معاوضہ ہے کہ انگریزی کیوشن کی رات میں معافی کی درخواست مسترد کرنے کے بعد گورنر جنرل مل سکا تھا اب اگر کوئی معافی انگریز بحال دی جاتی تو وہ انہیں صرف لیفٹنٹ گورنر کے قوس سے ہی آسکتی تھی۔

ایک پار جیجبر لائن کے کھولے جانے کے بعد ڈیل اپنی روم میں داخل ہوا اور ایک بار اس نے دوسرے سرخ رنگ کے ٹیلیفون کے ساتھ برائے طریقہ اختیار کیا تو انہیں کے مطابق وارڈن ہی جیس میں انہیں بیٹھا تھا کی فون۔ داری ہوئی تھی کہ ابتدائی کارڈ داریوں کے ہر برآمد کم مشاہدہ کر دے۔ درتھ دین کرے کہ کسی شخص کو قاتلو موت دینے کا عمل درست خطوط پر گے بعد ہا ہے سیکو یس اس وقت بھی دیکھ رہا تھا کہ اس کے ایک ہاتھ نے جیب

میں جا کر اس جیڈ لک سرخ نیڈل کو محسوس کیا جو وہ ساتھ لایا تھا۔

بالکل آخر میں کیا ہوگا؟ وہ سوچ رہا تھا کسی پر اثرام عائد کیا جائے گا؟ کم از کم اس پر ہرگز نہیں اس نے تو صرف جن دوائے تھے مہلا کون گے کا گزرا پانف کے بدل میں اس کو اکل اکل کرنے کے لئے نیڈل تبدیل کرنے کا خود اڑائز کینٹل خاند جات ہے اور پھر اس حرکت کے پیچھے کوئی جواز نہیں پاسکتے۔ نہیں..... اس نے سوچا۔ صرف ایک منٹ کی سیکل کینی اور اس کے ٹیلیفون آئے گا۔ جنہوں نے اپنی روم میں ہی جیس تیار کی تھی اس کے خلاف چھوٹی ثابت نہیں کیا جاسکے گا۔

حالا ایک اور بات ہوئی۔ اس نے سوچا اس کے اس ایک تیرے دو دفکارہوں نے والے تھے جو بوجہ کر رہا تھا تو اس سے ایک طرف تو رہا رہا ڈیل ہی کے قاتل کو اذیت ہاک موت مرتے دیکھ تھی جی جی اس کی دلی قضا تھی اور دوسری طرف اس کا تانہ اس ڈیل کی کھینچ سکا تھا جو ملک سے موت کی سزا قسٹ کرنا چاہتا تھا کھیں کہ جب برن بائز قیدی کے علی الذبت گورنر کاڈر کے دکھاتا تو بھران انجکشنوں کے ساتھ وابستہ تھیں فوٹ جاتا کاس طرح دی جانے والی موت بلا تکلیف ہوتی ہے اور پھر موت کی سزا کے قسٹ ملے جانے کے امکانات پیدا ہو سکتے تھے۔

میکو کیلے کے اندر یہ خیالات پچھ اور ہے تھے اور سوچ رہا تھا..... کیا میں جو چھو کرنے جا رہا ہوں اس کو قہر یہ جانب قرار دینا چاہتا ہوں؟ اور اس کے لیے رہا رہا ڈارڈ اور اس ڈیل کو استیصال کر رہا ہوں؟

نہیں..... یہ بات میں کس نے پرزور طریقے سے خود سے کہا۔

اسے اچھی طرح معلوم تھا کہ وہ کیا کر رہا تھا۔ "ملاقاتوں کی بس آگئی ہے" ڈیل نے کہا اور میکو کیلے کے خیالات میں مداخلت کی۔

”اچھا۔“ سیکو نے دوپارے کا کاک کو دیکھا جو جیسرے کیٹینوں کے اوپر لگی ہوئی تھی ”ڈیل کے آفس سے انہیں لکھ چلیں منٹ ہو چکے تھے۔“

”اوہی لفٹ اندر ہو رہا وہ وقت کو برنگ جاتے ہیں۔“ ڈیل نے کہا۔ وہ سیاہ چہرہ پر سکون تھا۔ یہ کام سیکو نے کاحرح چکے اچھا نہیں لگتا تھا۔“

”سسر سیکو آپ میرے ساتھ ذبحہ رائج روم میں چلیں گے؟“

”نہیں۔ رائے۔ تم خود پینڈل کرو میں اپنی روم میں انتظار کروں گا۔“
 ”او۔ کے۔ ہم اسے پانچ بج کر پچھپن منٹ پر لائیں گے۔“
 پھر رائے ذیل ڈیوڑھی داج روم میں چلا گیا جہاں کارٹر گراہم ایک صاف ستھری سفید ٹیکسٹائل کمر لٹا ہوا تھا۔

☆
Ante-Room میں پہنچ کر سیکڑے نے وہ چنڈر لے کر
ایک طرف کھڑا ہو جائے گا۔ یہاں سے ایک
گہری زردی سانس کے ساتھ اس نے اپنی جیب سے
جلت کے ساتھ وہ انکول بھری ہاتھوڑا نکل لگایا
اور کھولا۔ وہ پریسلٹ پر پریسلٹ پر سے نکلیں گے۔
ایک دوسرے کو چسپوری کی جڑی بتی سے دھتورا سا
گھونسا اور اس کے دوسرے اٹھائی، جس میں ساڑھے تھوہ
نیڈل بھرا تھا اور اس کی جگہ اس نے وہ دوسرے اور
نیڈل رکھ دی۔ جو وہ ساتھ لایا تھا اسے تیزی سے اس نے
نکالی ہوئی نیڈل کو اسے روئل میں لپیٹا اور اسے کونٹ
پاکٹ میں رکھ لیا۔ ایک اور رول اس نے چلتوں کی جیب
سے نکالا اس سے اس نے احتیاط سے ساتھ نیڈل کی اس
پلاک سرنج سے جس سے اس۔
کچھ دیر کے بعد اس نے نیڈل فٹ
کچھ دیر کے بعد اس نے نیڈل فٹ

[illegible]

”رائے کیا سارے تماشائی آپ کے ہیں؟“
 ”لٹ کے مطابق سب آپ کے ہیں ہاوائے ایک
 کے کوئی راہبر ہمارے نہیں پہنچے۔“
 ”تم نے ادھر اُدھر دیکھ لیا ہے؟“
 ”وہاں کہیں نہیں ہے، دو مین گیت ہی سے اندر نہیں
 پہنچا ہے۔“ ذیل نے کہا۔

”قاتل کی تعداد کے مطابق قاتلانہ موجود ہیں۔“
اب میکیو نے کچھ بھی نہیں کر سکا تھا۔ ”ٹھیک ہے“ کام
آگے بڑھا۔
وہ یہاں نہیں آتی... آخر کیوں؟ اس نے میکیو کے
آفس جس ضد اور عزم کا اظہار کیا تھا اس کے پیش نظر
اسے اناجیے تھے تاہم وہ نہیں آتی تھی۔
میکیو کو اپنے ساتے اور وہنوں پر پسینا مٹا محسوس ہوا
اس نے رد مال نکال کر چہرہ اور پیشانی صاف کی۔

آخر مابعد کیوں نہیں آئی؟
 اخئی روم میں مٹیلے ہوئے اس نے مہلت پرگی نکاک
 پر پٹھہ ڈالی اور سو جا کر مابعد نہیں آئی ہے تو اس سے کیا
 فرق پڑتا ہے؟ کوئی فرق نہیں پڑتا۔ وہ یہ کام اُس کے
 لئے نہیں کر رہا تھا اگر وہ اس کا حصہ نہ تھی تو اس سے کوئی
 فرق نہیں پڑتا تھا۔

فلیف کے پاس سے میکیوڈ نے چیمبر کی دھڑ سے دیکھا رائے ذیل اور ایکس ٹیم کارفرما ہم کو اندر لا رہے تھے انہوں نے اسے ایگزیکوشن ٹیمیل پر بٹھا دیا، ایک

آفسر نے اس کے جوتے اتار دیئے جو وہ ساتھ راج
سکے پہن کر کہاں تک آیا۔
میکو نے یہ اہانتاؤں کا کٹاں میں سے اس نے اور ہارڈ
گرمی کی تصویر نکالی جسے اس نے آفس فائل سے
ماحول کیا تھا اس نے تصویر کو مختصر شروع کیا پسند اہل
کس کے ہاتھوں سے اس کی کڑی سے نیچے گردن تک
بہنے لگا تھا اس نے ہائی ہائی ڈیجیٹل کی اور کلاں کو مل رہے۔
جس میں کلاں کو مل رہے تھے اور کلاں کو مل رہے تھے۔

[illegible]

مردنوں میں سے ایک نے جو ایک تربیت یافتہ Phlebotomist تھا براہ راست آدمی کے ذرا کم سب رگ کی تلاش کے لئے مجبوراً شروع کر دیا تھا۔

رہا۔ کیا تم بھی اسی کی خواہش کرتے ہو؟ میکویڈ نے پوچھا۔

جی ہاں، میں تو چھوٹی سی جینوینی تک کاراجا تاجس کو دیکھ چکا ہوں۔

جی ہاں، آخری ملاقات کے وقت میرے ہاتھ

سیکیو نے نظریں اٹھا کر کھڑکی کی سمت دیکھا، ٹھیک چونچ رہے تھے۔

مجلت سے کپکپاہے ہاتھوں سے اس نے وہ پہلے والی اصل سرخ کو بھی اپنی جگہ رکھ دیا اور اسے جسے وہ ساتھ لایا تھا، دوا رہ جیب میں ڈال لیا۔

☆

جب یہ کام ختم ہو گیا تو میکویڈ باہر کی روشن پارکنگ
لاٹ میں گاڑا اور اس نے حیرت سے دیکھا کہ روزِ نظر
وہاں موجود وہ اس کی کار کے پاس ہی کھڑی تھی اس کی
پشت۔

”بولی“ نے آنا ہی تھا۔ میں..... مجھے احساس
ہو رہا تھا کہ کچھ نہ کچھ غلط رہا ہے میں یہی دیکھنے آئی تھی
کہ.....“

یہ سب اس کے اہل و عیال کا۔

”بے شک جبکہ غلط ہو جا رہا تھا روز۔۔۔ مگر اب سب ٹھیک ہو چکا ہے۔“ اس نے ہنسنے کوئے کہا۔۔۔

”میرے پاس جہیں سنانے کے لئے ایک لمبی رنجیدہ کہانی ہے اور کوئی اور ہے جس سے میں جہیں لانا چاہا ہوں گا۔“

اس نے کوٹ کی جیب سے راہباز کی دو روخراست نکالی جس کی کاپی اس نے آفس فائل سے بنائی تھی۔

”سے کھولا اور اسے روز کو دیتے ہوئے اس نے کہا۔۔۔“ یہ

”ٹھیک۔ تم کار چلاؤ میں باتیں کروں گا۔“
اس نے کار کا دروازہ دروازے کے لئے کھولا۔ جب وہ بیٹھ
اقبالؑ کی قیادت میں چکر کاٹ کر بنجر ڈور کی سمت آیا۔

”روز اور رات“..... اس نے سوجھا..... ”ماں اور بیٹی
 بے روپ میں یہ دونوں بہت اچھی لگیں گی۔“
 ☆☆☆

قلمدان کی چوری

آئیے ایک طویل عرصہ بعد اپنے پسندیدہ کردار اور دنیا کے انوکھے چور نک ویلوت سے ملیں۔ اس مرتبہ اس نے امریکہ میں ایک ہلکسٹائن قلمدان چوری کرنے کی ذمہ داری قبول کی تھی۔

اقبال کاظمی

اس چور کا احوال جس کا ضمیر ہمہ وقت بیدار رہتا تھا نک ویلوت کا انوکھا کٹر نامہ

ماربل کا بنا ہوا قلمدان واقعی بہت خوب صورت تھا۔ جس کی رنگین تصویر اس پڑھانے تک ویلوت کو دکھائی تھی۔ تصویر سمجھنے میں فوکر ٹری مہارت کو بھی بڑا دخل تھا۔ تصویر کے پیچھے لکھی ہوئی تحریر کے مطابق ماربل کا تراش ہوا یہ قلمدان بارہ انچ لمبا آٹھ انچ چوڑا اور موٹائی میں ایک انچ تھا۔ ماربل کے اوپر کی سطح پر ہیردن رنگ کی دو دھاریاں ایک دوسرے کے متوازی اس طرح بنی ہوئی تھیں کہ انھیں ہیردن رنگ کی چھوٹی چھوٹی لکیریں کراس کرتی ہوئی نظر آ رہی تھیں۔ ان لکیروں کو دیکھ کر گنگا تھا پیچھے خاندان تاریخی بھما دی گئی ہوں۔ دو دھاریوں کے ماربل پر ہیردن رنگ کی یہ قدرتی لکیریں بڑی اونچی لگ رہی تھیں۔ ماربل کے اس کٹے کے قلمدان میں تبدیلی کرنے میں بھی بڑی مہارت کا ثبوت دیا گیا تھا۔ سامنے والے کنارے کے قریب دو چین ہولڈر تھے۔ ایک ہولڈر میں سرخ اور ایک میں سیاہ رنگ کا قلم بھی نظر آ رہا تھا۔ یہ



چمک رہے تھے۔ یہ سب کچھ مارل کے ایک ہی گلوے کو تڑپ کر بنایا گیا تھا یہ ایک محفل قتلوان تھا اور یک کے خیال میں اسے شادی کا ایک شاہکار قرار دیا جاسکتا تھا۔ مارل پر اس قدر بارش کا کام ایک شاہکار ہی تو تھا۔ لیکن چیزوں کے بنانے میں مشینوں سے زیادہ باتوں کی مہارت کی ضرورت ہوتی ہے۔

”خواب صورت قتلوان ہے۔“ تک ویلٹ نے

تصویر اس پر دیکھا کولہ سے ہونے کہا۔

”یہ قتلوان ہے پہلے میری بیٹی پاکستان سے لائی تھی۔“ بڑھاپے نے بتایا۔ ”وہ ابھی ایک دوست کے ساتھ ایشیا کی سیاحت کے لیے گئی تھی۔ پاکستان کے شہر کراچی کی ایک مرکز۔“ فٹ پاؤں پر اسے مارل کی بیٹی ہونے کی چیزیں نکالتا تھا۔ میں ان قتلوان ہی قتلوان و قتلوان جو میری بیٹی نے فٹ پاؤں والی دوکان پر دیکھا تھا وہ اس سے نہ صرف چھوٹا بلکہ مختلف ہی تھا۔ یہ قتلوان میری بیٹی نے آرزو سے کرنا دیکھا تھا اور مجھ پر یہ جان کر حیرت ہوئی کہ اس کی تیاری میں دو دن لگے تھے۔ کیسے کچھ بہتر بنے ہیں اس ملک میں جن میں جان کر دکھ ہوتا ہے کہ وہیں کے لوگ اپنے بہتر مندوں کی قدر نہیں کرتے کبھی بہتر مند اگر امریکہ یا کسی یورپ ملک میں ہوں تو انہیں آگھوں پر بٹھایا جائے۔“

”راستی تمک کہتی ہو۔“ تک نے کہا سانس لیا۔ وہ لکی مرتبہ کراچی کا چٹا تھا۔ یہ سب کچھ اس نے خود دیکھا تھا اور اسے واقعی محسوس ہوا تھا کہ پاکستان میں بہتر مندوں کی وہ قدر نہیں ہوتی جس کے وہ حق تھے۔

سارہ ڈی اس بڑھاپے سے تک ویلٹ کی ملاقات درودن پہلے امریکہ پر راست نیو انگلینڈ کے وک شاترڈی شہر میں ہوئی تھی۔ تک ویلٹ گھور یا کے ساتھ وہیں اپنے ایک دوست سے ملے آئے تھا۔ میں اس روز جب وہ نیو یارک واپس جانے والے تھے۔ تک کے دوست سمجھنے سے بتایا کہ اس کی ایک دوست اس سے ملنا چاہتی ہے۔

”اس کا ایک کام اٹکا ہوا ہے۔“ بکھرے کہا تھا۔ ”کئی روز پہلے میں نے اس سے تمہارا ذکر کیا تھا۔ تم حین چار دن پہلے رہے لیکن مجھے تم سے اس سلسلے میں بات کرنے کا خیال ہی نہیں رہا۔ اٹکا تھا آج صبح سارہ سے ملاقات ہوئی۔ اگر تم کبھی آدھ دن اور وہ جانو تو شاید اس کا اور تمہارا ملا جائے۔“

”کما خیال سے گھور یا؟“ تک نے سوال لگا ہوں سے

گھور یا کی طرف دیکھا۔

”مجھے تو کل ہر صورت میں ڈیوٹی پر جانا ہے تم چاہو رو جاؤ۔“ گھور یا نے کہا۔

”تمک ہے تم جلی گاؤ۔“ آج بیکری کی دوست سے مل لیتا ہوں۔ اگر کوئی متاع بخش بات ہوئی تو چند روز کے لیے رک جاؤں گا۔ بصورت دیگر کل واپس آ جاؤں گا۔“

”تمک ہے مجھے کوئی اعتراض نہیں۔“ گھور یا نے جواب دیا۔

اس کے دیکھنے بعد گھور یا کو ایئر پورٹ چھوڑنے کے بعد بیکریک ویلٹ کو لے کر چٹا کھانڈن میں واقع سارہ کے مکان پر پہنچ گیا تھا۔ یہ آبادی شہر کے ایک کنارے پر آباد تھی۔

مرلی کے ڈربے کی طرح چھوٹے چھوٹے مکان تھے۔ انہی دروہوں میں بعض مکان اتنے بڑے تھے۔ کہ وہ کچھ کچھ حیرت ہوتی تھی۔ سارہ کا مکان بھی بہت بڑا تھا۔ آدھ روفت کے لیے آگے الگ دو دروازے بڑے

گہٹ تھے۔ دو دروہ کھن کے درمیان تقریباً سو گز کا فاصلہ تھا اور دو دروہ کھن پر مسلح چینی محافظ بیٹھے ہوئے تھے۔ اندر جانے والے گہٹ پر بیٹھے ہوئے محافظ نے گاڑی میں بیکر کو دیکھتے ہی گہٹ کھول دیا۔ وہ بیٹھ بیکر کو پہنچاتا تھا۔ گہٹ میں داخل ہونے کے بعد آگے آگے گات بھی تقریباً سو گز دور تھی۔ اس درمیان میں مجھے غیر بصورت لانا تھا۔ تاکہ جس کے کناروں پر پختہ نہ ہو سکی۔

کار پورج میں رک گئی۔ اسی لمحہ ایک بوڑھا چینی

بڑا دھسے میں نمودار ہوا۔ اس نے پہلے مخصوص انداز میں تمک کے تعظیم دی پھر انہیں درانگہ روم میں لے گیا۔ یہ استقبال دیکھ کر کہ کہ یہ اندازہ لگائے میں شادی چیش نہیں آئی کہ بیکر نے پہلے سے اپنی ادھی اطلاع دے دی تھی۔

”تمہاری یہ دوست سارہ کوئی چینی خاتون ہے۔“

تک نے سوال کیا ہوں سے بیکر کی طرف دیکھا۔

”نہیں؟“ امریکی ہے لیکن جوانی میں ایک چینی سے عشق ہو گیا تھا جس کا نتیجہ شادی کی صورت میں لکھا اس کا شوہر داگک سوا سی تھی میں ایک چھوٹے سے شراب خانے کا مالک تھا۔ سارہ سے شادی کے بعد اس کا بیکس

پہچان چلا گیا۔ شادی کے بیس سال بعد اس کا انتقال ہو گیا تو سارہ کا داماد اس کا دربار میں اس کا ہاتھ بٹانے لگا لیکن کچھ عرصہ بعد وہ بھی کا ایک حادثے میں ہلاک ہو گیا تو سارہ کی بیوہ بیٹی آس بیکس میں شریک ہوئی۔ اس کے

چند بیٹوں بعد سارہ پر قاتل کا حملہ ہوا سارا بیکس اس کی بیٹی کا کامی نے ہسپتال لیا بہتر علاج اور مسلسل جھڑا شت

سے سارہ بولنے لگا اور کچھ عرصے بھرنے کے قاتل ہو گیا لیکن دھرم کے باہر نہیں نکل سکی تھی۔ تقریباً دو سال پہلے اس کی بیٹی کا کامی بھی انتقال ہو گیا۔ سارا سارہ کا دربار اس کے ملازموں نے سنبھال لیا ہوا ہے۔ وہ بیٹھے بٹھا چلا ہے

کس اس بیکس میں سارہ کی چینی شین کا بھی کچھ حصہ ہے اور اندرونی طور پر ان میں کوئی مجوزا بھی چل رہا ہے۔ اس کی تفصیل مجھے معلوم نہیں ہے۔“

تک ویلٹ جواب دینے کے بجائے درانگہ روم کا جائزہ لینے لگا۔ کمرے کی آرائش میں چینی ثقافت کی نشاندہی کرنے والی چیزیں زیادہ استعمال کی گئی تھیں۔

سینٹل چینی پر مہیا تھا جہ کا ہاکی زانت کا ایک چھوٹا سا مجسمہ رکھا ہوا تھا اس کے دائیں طرف ایک ادھر چینی مرد اور بائیں طرف ایک خوب صورت چینی عورت کی تصویر چاندی کے فریم میں لگی ہوئی تھی۔ اس عورت کی عمر

تک کے اندازے کے مطابق پینتیس کے لگ بھگ تھی ہوگی۔ جب کہ مرکزی کمرہ کا اندازہ بچاس کے لگ بھگ لگایا جاسکتا تھا۔ دو فریبوں پر چھوٹوں کے بار لگے ہوئے تھے جس سے تک کو اندازہ لگائے میں شادی چیش نہیں آئی کہ وہ دونوں مرحوم ہو چکے تھے۔ تک ویلٹ کو یہ بھی سمجھنے میں نہیں آئی کہ ان میں سے ایک سارا کا شوہر داگک سوار دور کی اس کی بیٹی کا کامی تھا۔ تک ویلٹ ابھی کمرے کا جائزہ لے ہی رہا تھا کہ ایک بوڑھا چینی ایک ڈبل چتر وکیل ہوا اندر داخل ہوا۔ ڈبل چتر پر چینی بڑھاپے چینی ہو گئی تک کے اندازے کے مطابق اس کی عمر پختہ انداز ستر کے لگ بھگ تھی ہوگی۔ اس کا رنگ سفید تھا جیسے سارا خون نہ پڑا لیا گیا ہو۔ چہرے پر بے شمار جھریاں تھیں وہ ہاری ہاری دونوں کی طرف دیکھ کر کمرائی اور انتہائی ہاتھ اٹھا کر ملازم کو بکھا شہ کر دیا۔ ملازم نے اس کی ڈبل چتر صوفے کے قریب چھوڑ دی اور دوسرے کمرے میں چلا گیا۔ اس کے چند ہی منٹ بعد ایک دوسرے چینی لڑکی بڑبڑوہ لے آئی۔ اس نے ڈربے سینٹل پر رکھ دی چالیوں میں توجہ انہی کو کر لیا ایک بیالی ان کے سامنے کھڑی اور اوپاس چلی گئی۔

توجہ کی چشموں کے دوران وہ کمرہ چھٹکرتے رہے توجہ ختم کرنے کے بعد بیکر دیکھا۔

”اچھا ابھی میں چلا ہوں۔ گاڑی چھوڑے جا رہا ہوں تم آ جانا۔“ اس نے تک سے خطاب ہو کر کہا اور رخصت ہو گیا بیکر کے جانے کے بعد ہی وہ دونوں اصل موضوع پر چھٹکرتے گئے۔

”میں یہ قتلوان چندی کرنا چاہتی ہوں بوڑھی سارہ نے اسے قتلوان کی تصویر دکھانے سے کہا۔“ بات درمل سے کہہ رہے تھے۔ قاتل کا حملہ ہونے کے بعد میری بیٹی یا کامی نے اپنی کزن شین کو اس بیکس میں شامل کر لیا۔ یا کامی کے انتقال کے بعد شین کچھ عرصہ تک میرا ہاتھ بٹاتی رہی پھر ایک روز اس نے انکشاف کیا کہ یا

کااشی پر برس اس کے ہاتھ فروخت کر چکا ہے۔ اس نے مجھے کچھ کفایت بھی دکھانے تھے جن کے بارے میں میں یقین ہے کہ وہ جیسی ہیں بہر حال میں نے اس سلسلے میں عدالت میں کسی دلائل کر رکھا ہے۔“ سارہ چند لمحوں کو خاموش ہوئی پھر بات جاری رکھتے ہوئے کہنے لگی۔ ”برس کی کلیت کا فیصلہ اب عدالت ہی کرے گی لیکن یہ قلعان حاصل کر میرے لیے بہت ضروری ہے۔ یہ میری بیٹی کی نشانی ہے جس پر میں نے قبضہ کر رکھا ہے میں نے اس سے کہا تھا۔ کہ اگر تم میری بیٹی کی یہ نشانی ہی مجھے دے دے تو میں وہ اس کے لیے بھی کر دیتا ہوں۔“ لیکن میں برقیست پر یہ قلعان حاصل کرنا چاہتی ہوں۔“

”کیا کااشی نے تم سے بھی یہ ذکر نہیں کیا تھا کہ اس نے میں کو برس میں شامل کر لیا ہے؟“ ک نے پوچھا۔ ”بالکل نہیں۔“ سارہ نے ہمیں کچھ نہیں کہا۔ ”اگر میں کوئی بات ہوتی تو یا کااشی مجھ سے اس کا تذکرہ ضرور کرتی۔ اس نے کسی کوئی بات مجھ سے نہیں چھپائی تھی البتہ ایک سال پہلے اس نے چند بلوں کی یاد دہانی کے لیے میں سے چند ہزار ڈالر کی رقم قرض لی تھی جو چند ہفتوں بعد واپس دی گئی۔“ یا کااشی کے پاس اس کی رسید بھی موجود تھی جو چاہے اس نے کہاں رکھ دی تھی مجھے نہیں دے دے۔“

”یہ قلعان اس وقت کہاں ہے؟“ ک دہلیٹ نے دریافت کیا۔ ”میں نے ایک سائیز پر ایک پرائیوٹ دفتر بنا رکھا ہے۔“ قلعان اس دفتر میں موجود ہے۔“ سارہ نے کہا۔ اس دفتر کا پتا تو تو مجھے کچھ آسان ہے۔“ ک نے کہا۔ ”آس کے علاوہ میں ایک اور بات کی وضاحت کرونا بھی ضروری سمجھتا ہوں۔“ بیکر نے ہمیں میرے بارے میں کچھ اور بھی بتایا ہوگا۔ واصل میرے چند اصول ہیں اور انکس کے لیے کچھ انڈیکس بھی جن میں بہلی

شرط ہے کہ میں اس فیس لینے دلیں لیکن اس اور۔۔۔۔۔“ بیکر نے مجھے سب کچھ بتا دیا تھا۔“ سارہ اس کی بات کاٹ کر مسکرائی پھر اندرونی دروازے کی طرف رخ کر کے ملازمہ کو بلا کر وہی دسی مگر ملازمہ صرف دھما دھما کر گئی۔ سارہ نے اسے جتنی زبان میں کچھ کہا۔ ملازمہ نے قہر سے خالی برتن اٹھائے اور واپس چلی گئی لیکن وہ صوف بھر کر سرے میں آ گئی۔ اس مرتبہ اس ہاتھ میں ایک خوب صورت فنڈیک موجود تھا جسے اس نے سارہ کے حوالے کر دیا۔ سارہ نے فنڈیک کھول کر ایک پھولا ہوا لفافہ نکال کر کد دہلیٹ کے حوالے کر دیا۔ اس میں پچیس ہزار ڈالر موجود ہیں اور میں نے دفتر کا پتا میں تمہیں بتا دیا تھا۔ اب میں تم آسانی سے وہاں پہنچ جاؤ گے۔“ سارہ نے کہا اور اسے دیکھا نہ گئی۔

”اس دفتر میں وہ کس قسم کا برس کرتی ہے؟“ ک نے پوچھا۔

”یہ دفتر واصل میرے بھائی کے باپ کا تھا۔ وہ کائنات کی اپورٹ کا برس کرتا تھا یہ کاروبار اب میں ہی چلا رہی۔ یہ اور شراب خانوں کے برس کی دیکھ بھال بھی وہ اس دفتر میں چیک کرتی ہے۔ دن میں ایک آدھ بار وہ شراب خانوں کا چیکری لگاتی ہے یہ دفتر رات گیارہ بجے تک کھلا رہتا ہے لیکن میں نے دماغیاں سے کام لیتا ہوں۔“ ک نے رات کے وقت دفتر کے دروازے پر ایک بڑا خرٹاک کھم کا حفاظہ موجود رہتا ہے۔“

”یہ میرا دوسرے کہ میں اس حفاظہ سے کس طرح فٹوں کا دفتر میں کس طرح داخل ہوں گا۔ بہر حال اس کام میں وہ چاروں لگ جائیں گے۔“ ک کہنے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔ ”میں انتظار کروں گی۔“ سارہ نے اپنا استخوانی ہاتھ اس کی طرف بڑھایا۔

ک دہلیٹ سارہ سے ہاتھ ملا کر دروازے کی طرف مڑا لیکن اس کی نظر اندرونی دروازے کی طرف اٹھی

دروازے پر لٹکا ہوا دبیر بدھ ہلا تھا اور اس نے پروے کے نیچے کیس کے بیچ رکھ دیکھے تھے لیکن وہ جو کوئی بھی تھا تیزی سے وہاں سے ہٹ گیا۔ ک کے دل میں بڑی بڑی یہ شبہ ابھرا کہ کوئی پروے کے پیچھے کھڑا اس کی باتیں سن رہا تھا۔

ک دہلیٹ جب باہر نکلا تو پورچ میں ٹکری کا ڈی موجود تھی اس نے اس ٹکری کے سامنے بیٹھے کر انجین اسٹارٹ کیا اور اسے الٹی دروازے سے پوری گیٹ کی طرف لیتا چلا گیا۔ اس گیٹ پر بھی ایک جتنی کین موجود تھا۔ اس نے گاڑی دیکھتے ہی گیٹ کھول دی۔

سارہ کے مکان سے فکل کر ک دہلیٹ نے گاڑی کا رنگ ریک سائیز کی طرف مڑ دیا۔ اسے وہاں بیٹھے میں زیادہ دیر نہیں گئی۔ یہ سالی علاقہ تھا۔ جہاں شام ہوتے ہی روٹن شاپ پر پہنچ جاتی تھی اس علاقے میں بے شمار رات کے آخری پہر ک لوگوں کی آمد و رفت جاری رہتی تھی۔ شہر میں جرائم کی سب سے زیادہ وارداتیں بھی اس علاقے میں ہوتی تھیں۔

شہین کا دفتر تلاش کرنے میں دہلیٹ کو زیادہ دشواری پیش نہیں آئی تھی۔ یہ ایک دو منزلہ عمارت تھی اور پرانے سے میں کسی پرانے کی اور گاڑیوں کا دھڑلے کا استعمال ہوتا تھا۔ اس کے سامنے گاڑیوں کے قریب کے ساتھ ہی حفاظہ کا مین بھی موجود تھا۔ لیکن اس سارہ نے بتایا تھا۔ وہ ایک دو کتا جتنی تھا۔ سرائے کے چھلکے کی طرح صاف تھا۔ سارہ نے لگا نہیں کہا تھا۔ وہ واقعی بڑا خرٹاک آدی تھا۔ دفتر والی عمارت کے دائیں طرف بھی ایک دو منزلہ عمارت تھی۔ اس میں جوا خانہ قائم تھا۔ دوسری طرف بھی دو منزلہ عمارت تھی لیکن شاید یہ عمارت خالی پڑی تھی۔ رنگ روشن اڑا ہوا اور سامنے کی دیواروں کا پتھر اوجھرا ہوا تھا۔ اندر کی جگہوں پر ٹیبلٹیں آوی

تھیں۔

ک دہلیٹ نے اس سڑک پر دو پتھر لگائے اور گاڑی کا رخ ایک بائیں سارہ کے مکان کی طرف مڑ دیا۔ اس مرتبہ اندھ جانے کے لیے اسے چند منٹ انتظار کرنا پڑا۔ کچھ بعد جب سارہ دروازے پر آئی تو ک دہلیٹ چند منٹ اندر آکر بھی بائیں کرتا رہا اور ہلا خرٹاک کے پروے کے نیچے کیس کے بیچ نظر آگئے تو وہ اصل موضوع پر آنے ہوئے ہوا۔

”مجھے افسوس ہے میڈم! میں آپ کا یہ کام نہیں کر سکتا۔“ ک نے کہتے کے ساتھ ہی لوٹوں سے مڑا ہوا۔

”کیوں؟“ سارہ نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔

”اس دفتر کا حفاظہ واقعی بڑا خرٹاک ہے اور مجھے اپنی جان بچیں ہزار ڈالر سے زیادہ خرچ ہے۔“ ک دہلیٹ نے کہا اور جواب کا انتظار کیے بغیر دروازے کی طرف بڑھ گیا جاتے ہوئے اس نے کئی اچھیوں سے اندرونی دروازے کی طرف بھی دیکھا تھا۔ اب اسے وہاں کسی کے بیچ نظر نہیں آئے تھے۔

☆

میڈم سارہ کو جواب دینے کے بعد ک دہلیٹ شہر کی سڑکوں پر واپس گزری کہ رات دس بجے کے قریب اس نے ایک ریسٹورنٹ سے کھانا کھایا اور پھر وہاں سے اٹھ کر دوبارہ ایک سائیز پر آ گیا گاڑی اس نے کرائے کی ایک پارکنگ کے قریب پرکڑی کر دی اور پھلتا ہوا اس ٹائٹ کلب کی طرف چلی گیا جوسٹ کے دفتر والی عمارت سے ملحق عمارت میں قائم تھا۔ ٹائٹ کلب کی عمارت میں دو منزلہ تھی۔ نیچے صے میں شراب خانہ اور جوا خانہ قائم تھا جب کہ اوپری کی منزل بھی دو حصوں میں تقسیم تھی۔ ایک حصہ ڈانک ہال اور دوسرا اس گورہ مشعل تھا۔

ک دہلیٹ ڈانک ہال میں آ گیا۔ یہاں اس نے

ک دہلیٹ نے اس سڑک پر دو پتھر لگائے اور گاڑی کا رخ ایک بائیں سارہ کے مکان کی طرف مڑ دیا۔ اس مرتبہ اندھ جانے کے لیے اسے چند منٹ انتظار کرنا پڑا۔ کچھ بعد جب سارہ دروازے پر آئی تو ک دہلیٹ چند منٹ اندر آکر بھی بائیں کرتا رہا اور ہلا خرٹاک کے پروے کے نیچے کیس کے بیچ نظر آگئے تو وہ اصل موضوع پر آنے ہوئے ہوا۔

”مجھے افسوس ہے میڈم! میں آپ کا یہ کام نہیں کر سکتا۔“ ک نے کہتے کے ساتھ ہی لوٹوں سے مڑا ہوا۔

”کیوں؟“ سارہ نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔

”اس دفتر کا حفاظہ واقعی بڑا خرٹاک ہے اور مجھے اپنی جان بچیں ہزار ڈالر سے زیادہ خرچ ہے۔“ ک دہلیٹ نے کہا اور جواب کا انتظار کیے بغیر دروازے کی طرف بڑھ گیا جاتے ہوئے اس نے کئی اچھیوں سے اندرونی دروازے کی طرف بھی دیکھا تھا۔ اب اسے وہاں کسی کے بیچ نظر نہیں آئے تھے۔

☆

میڈم سارہ کو جواب دینے کے بعد ک دہلیٹ شہر کی سڑکوں پر واپس گزری کہ رات دس بجے کے قریب اس نے ایک ریسٹورنٹ سے کھانا کھایا اور پھر وہاں سے اٹھ کر دوبارہ ایک سائیز پر آ گیا گاڑی اس نے کرائے کی ایک پارکنگ کے قریب پرکڑی کر دی اور پھلتا ہوا اس ٹائٹ کلب کی طرف چلی گیا جوسٹ کے دفتر والی عمارت سے ملحق عمارت میں قائم تھا۔ ٹائٹ کلب کی عمارت میں دو منزلہ تھی۔ نیچے صے میں شراب خانہ اور جوا خانہ قائم تھا جب کہ اوپری کی منزل بھی دو حصوں میں تقسیم تھی۔ ایک حصہ ڈانک ہال اور دوسرا اس گورہ مشعل تھا۔

ک دہلیٹ ڈانک ہال میں آ گیا۔ یہاں اس نے

کاٹی کا ایک کپ بچا کچھ دیر بیٹھا لوگوں کے چہروں کو کھدوتا رہا پھر وہاں سے اٹھ کر ڈانس فلوئر کی طرف چلا گیا۔ یہ ایک دستچاہل ناکہ و نقاشی کے وسط میں ڈانس ہوتا ہوا تھا۔ اس کے ایک طرف آکر کھڑا تھا اور بائیں اطراف میں صوفے بچے ہوئے تھے۔ جن پر تماشائی بیٹھے ہوئے تھے۔ اس ہال میں دو اور دروازے تھے۔ ایک بائیں طرف اور دوسرا آئین کی طرف چھٹکا تھا۔ دائیں طرف ایک اور راستہ تھا۔ جس کے سامنے پردہ لٹکا ہوا تھا۔ یکے نے وہاں سے گزرتے ہوئے پردہ ہٹا کر دیکھا۔ وہ صحت پر جانے کا زینہ تھا۔ کب دھلیٹ دینے کے قریب ہی ایک صوفے پر بیٹھ گیا اور فلوئر پر قفس کے ہوتے جڑوں کو کیٹنے لگا۔

اسے وہاں بیٹھے ہوئے زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ ایک اور عورت اس کے قریب آ کر کھڑکی کی اور ایک ہاتھ کب کی طرف بڑھا تاکہ دھلیٹ کو اس کا مطلب سمجھنے میں مدد دے گی اس نے اٹھ کر عورت کا ہاتھ پکڑا اور دوسرا ہاتھ اس کی کمر میں ڈال کر تمام جڑوں میں شامل ہو گیا۔

دو عورت اگر چہ اوپر عرصی لیکن خاموشی پر کشش تھی۔ کب دھلیٹ اس کے ساتھ تقریباً دس منٹ تک ڈانس فلوئر پر تھرتھرا رہا۔ پھر فلوئر سے باہر آ گیا۔ اس نے عورت کا ہاتھ چھوڑ دیا۔ جب ایک صوفے پر بیٹھا اور کب دھلیٹ صوفے کے پیچھے اس کو پکڑا اور کہا جہاں زیادہ عورت چاند لے جسے نکالوں اسے اطراف میں دیکھا رہا۔ کب دھلیٹ بھی اس کی طرف متوجہ نہیں تھا۔ اس نے موقع پا کر پردہ ہٹا دیا اور دینے میں داخل ہو گیا۔

صحت پر پہنچ کر اس نے چاروں طرف کا جائزہ لیا۔ صحت پر پانی کے اور وہ بیڈ ٹیک کے علاوہ ایک کچھ نہ کرہ بھی بنا ہوا تھا جس کا دروازہ منتقل تھا۔ وہ اس دیواری طرف آ گیا جو شین کے دفتر والی عمارت سے ملتی ہوئی تھی یہ دیوار تقریباً آٹھ فٹ اونچی تھی اور اس کے اوپر پتھر چاچ

فٹ کی بلندی پر خاردار تاریں اس طرح لگی ہوئی تھیں کہ لمبی کانچہ کسی انسان میں سے نہیں گزر سکتا تھا۔ دیوار کی بلندی اور تاریں غائبانہ اس لیے لگتی تھیں کہ اس طرف تانت کلب تھا۔ ممکن ہے کسی موقع پر تانت کلب میں بنگلہ ہوا ہو اور لوگ صحت سے دوسری عمارت پر کود گئے ہوں اور آئندہ الٹے باتوں سے بچنے کے لیے شین نے اپنی طرف کی دیوار اونچی کر کے خاردار تاریں لگا دی ہوں۔ کب دھلیٹ کچھ دیر وہاں کھڑا رہا اور پھر دابھی آ گیا۔ تھوڑی دیر وہ ڈانس روم میں رہا پھر گھر کا فلوئر پر واقع جوا خانے میں آ گیا۔

کب دھلیٹ شراب پی جائے گا کا خیال نہیں تھا لیکن کبھی کبھار صحت پر عورت خدیوہ پر یہ فعل کر لیا کرتا تھا۔ آج بھی کبھی اس کی عورت حال کی وہ شین کے دفتر میں داخلے کا راستہ تلاش کرتا جا رہا تھا۔ اس لیے وہ یہاں آیا تھا اس نے دراصل میز مہارہ کا کس دابھی نہیں کیا تھا۔

کس لینے ہوئے جب اس نے پردے کی آڑ سے کسی کو پکڑا اور سادہ کی باتیں سنتے ہوئے پاپا تھوڑی دیر بعد دابھی جا کر اس نے سادہ کو قفس دابھی کر کے کس لینے سے معذوری کا ظہور کر دی تھی۔ اسے یقین تھا کہ اس کی سادہ کو بے دلا چھوڑتی تھی تھا۔ شین کو ضرور پتا تھا کہ اگر چوری کرنا جانتی ہے اس کے کچھ دیر بعد کس دابھی کرنے کا مطلب یہ تھا کہ وہی "حاسوس" ہے کچھ لے کر اب قعدان کو کوئی خطرہ نہیں لیکن یکے نے بہر حال یہ طے کر لیا تھا کہ وہ قعدان ضرور چوری کرے گا۔

کب دھلیٹ رات دو بجے تک سو رہا۔ اور دوسری مشینوں پر جوا کھیل رہا جب معمولی قسمت نے اس میں تہہ بھی اس کا ساتھ دیا تھا۔ جب اس نے ذمیل چشم لگا تو اس کی عیب میں تقریباً دو ہزار ڈالر کی اضافی رقم نکلی ہوئی تھی۔ آخری بازی کھیلنے کے بعد وہ تانت کلب سے باہر نکل آیا۔ شین کے دفتر کے سامنے سے گزرتے ہوئے

اس نے گردن کھاکر دیکھا۔ محافظ کے کیبن کی جی جمل رہی تھی۔ کب دھلیٹ کھلتا ہوا کچھ دور نکل گیا پھر دابھی پلٹا اور دفتر کے ساتھ والی خالی عمارت کی کانچہ والے کے قریب دھک گیا یہ دیوار تقریباً پانچ فٹ اونچی تھی اور اس کا پلاسٹر میز اوپر ہوا تھا۔

مڑک پر لوگوں کی آدھرفت جاری تھی۔ کب کچھ دیر وہاں کھڑا رہا پھر اسے عیبی طرح لگا وہاں تہا بہت چھپتی سے دیوار پر چڑھ کر دوسری طرف کو گیا۔ اس کے کونے سے وہ کب کی انگلی کی آواز پید ہوئی جس کی نکلن کب دھلیٹ کو یقین تھا کہ شین کے دفتر کا پکڑا رہا جاگ رہی ہے۔ راقا تو ٹھیک ٹھیک سے خوشی اس نے اس کے کونے کی آواز نہیں سنی ہوگی۔ اس کے باوجود چھپنے وہیں دیکھا اور جب اسے یقین ہو گیا کہ اب کب کی قسم کا خطرہ نہیں ہو سکتا تو وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر عمارت کے دروازے کی طرف چلے لگا۔

دروازہ بند تھا لیکن باہر کٹے سے تالا بھی لٹخ نہیں آ رہا تھا۔ یکے نے ٹوٹ کر دیکھا دروازے میں ہمیشہ قفس کی موجودگی کے آثار بھی نظر نہیں آتے تھے۔ اس نے دروازے کو آہستہ سے دھکیلا۔ جس سے اعلاہ ہوا کہ اندر کی طرف سے کٹائی لگی ہوئی تھی۔ کب نے ادھر اُدھر دیکھا۔ دروازے کے دونوں طرف قفس کی کے علاوہ داخلے کا کوئی اور راستہ نظر نہیں آیا تھا۔ اس نے دروازے پر ایک باہر قسمت آ زما کی کمر کا مانی نہیں ہوئی وہ دائیں طرف والی کٹائی کی طرف بڑھ گیا۔ اس کی کٹائی میں صرف ایک شیشہ سلامت تھا باقی سب ٹوٹے ہوئے تھے۔ کب دھلیٹ اندر ہاتھ ڈال کر ٹوٹے لگا۔ چلدی اس کی انگلیاں جھنجھی سے ٹکر گئیں اس نے جھنجھی کی کٹائی کا پتہ معلوم دیا اور پھر بڑھ کر دوسری طرف کو گیا۔

یہ کمرہ بالکل خالی تھا۔ مڑک پر کبے ہوئے اسٹریٹ لیمپ کی تھوڑی بہت روشنی اس کے کمرے کی طرف رہی تھی۔ کب دھلیٹ اس دروازے کی طرف بڑھ گیا وہاں تین

طرف نظر آ رہا تھا۔ دروازے میں داخل ہو کر وہ کب گیا۔ یہاں گہری تاریکی تھی اور اسے سامنے کی کوئی چیز بھی نظر نہیں آ رہی تھی۔ اس نے جب سے چلنا شروع کیا تو اس کی آواز سننے پر وہ روک گیا۔ اس کے سامنے کبے کا جائزہ لینے لگا۔

یہ کمرہ پہلے کمرے سے بڑا تھا اور اس میں کئی پرانی چیزیں اور کرسیاں ڈھیر کی صورت میں ایک دوسرے کے اوپر پڑی تھیں۔ کب کو اعلاہہ لگانے میں دشواری پیش نہیں آئی کی عمارت بھی دفتر کے طور پر استعمال ہوتی رہی تھی۔ جس کا نتیجہ اس ایک کمرے میں ڈھیر کر دیا گیا تھا۔ نیچر پر بھی گرد مٹی ہوتی تھی اور فرش پر بھی گرد مٹی ہوتی تھی۔ موجودگی کی جگہوں سے دیواروں کا پلاسٹر اڑا ہوا تھا۔

اس کمرے میں بھی اندر کی طرف ایک دروازہ تھا۔ کب دھلیٹ اس طرف نکل گیا اور قفس کمرے میں گھومتا ہوا۔ اس مرکزی ہال کمرے سے آ گیا جہاں اوپر جانے کے لیے لکڑی کا زینہ تھا۔ وہ اوپر چڑھ گیا۔ اس کے بوجھ سے زینے کے تختے چرچائے گئے۔ جس سے کب کو اعلاہہ لگانے میں زیادہ دشواری پیش نہیں آئی کہ یہ عمارت کئی برسوں سے خالی پڑی تھی۔

شین کمرے کا جائزہ لیتے ہوئے وہ چونک گیا یہ کمرہ ایک خالی دفتر کی دیوار سے تالا بند تھا اور مانی دیواریں اسے ایک خاص نظر آئی تھی۔ یہ خلا تقریباً ایک انچ چوڑی اور سات انچ لمبی تھی۔ اگر دوسری طرف سے کمرے میں روشنی نہ پوری ہوتی تو شاید اس خلا کو کسی نندہ کھسکا۔ وہ کھنکھنے سے مل جھک کر اس خلا سے جھانکنے لگا۔

دوسری طرف کا کمرہ دفتر کے طور پر آراستہ تھا اور اندر ڈھم روشنی کا بلب۔ محل پر تھا لیکن کب کی موجودگی کے آثار نظر نہیں آ رہے تھے اور سارے ایک آئینہ بھی نہیں جس پر لیکن اونچے تپ رایتھر اور فزنی استعمال کی چیزیں رکھی ہوئی تھیں۔ کمرے کے فرش پر تالین بچھا ہوا تھا اور

کریاں اور سونے بھی نظر آ رہے تھے۔

مک نے دیوار کے خلا میں اٹکی ڈال تو تھوڑا سا پلاسٹر ابھر گیا۔ اس کے ساتھ یہ کشاف بھی ہوا کہ یہ دیوار کھڑکی کے تختوں کی بنی ہوئی تھی جس پر پلاسٹر چڑھا ہوا تھا۔ اس دیوار پر ہاتھ بھرتے ہوئے مک کے ذہن میں ایک جی خیال ابھرا اور اس کے ساتھ ہی اس کے ہونٹوں پر غصے کی مسکراہٹ آ گئی۔ وہ دیکھ کر کھڑا ناخوش کی روشنی میں کمرے کا جائزہ لیتا رہا مگر وہاں سے ہٹ کر باہر آکر دیکھنے کے راستے چھت پر آ گیا۔ چھت پر بھی کالھ کا ڈھیر ابرو تھا۔ اس کے ایک طرف تو شیمن کے دفتر والی عمارت تھی اور دوسری طرف والی عمارت چار مندرگئی۔ پشت پر بھی ایک تین مندرگئی عمارت کی وہ چھت چھت کا جائزہ لیتا رہا مگر چھت سے اتر کر ڈال ظور کر گیا۔ یہاں آتے ہی اس نے درج جھا دی پہلے کمرے میں آتے ہی اسے لٹک جانا چاہی وہی دروازہ کھلا ہوا تھا اور اندر کی کمرے سے ہاتوں کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ کم از کم یہ آواز دہی جو چینی زبان میں باتیں کر رہے تھے۔ انہوں نے بھی شاید مک کی موجودگی کو محسوس کر لیا تھا کہ دیوار کی طرف سرک گیا۔ اس لحاظ سے ایک بھاری آواز ابھری۔

”کون ہے..... یہاں کون ہے؟“

مک دلیٹ نے جواب دینے کے بجائے اس کھڑکی طرف چھٹا لگ کر دلی دلی کہاں سے وہ اندر داخل ہوا تھا۔ دروازے کی طرف وہ اس لیے نہیں بھاگا تھا کہ اندر جو کچھ بھی تھے دروازے ہی کا رخ کریں گے۔ وہ انہی کپڑوں والے پتے مائی تھا کہ نضا فائز آواز سے گونج گئی۔ گولی تک دلیٹ کے لیے کہ قریب دیوار میں تھی اس نے دوسری طرف چھٹا لگائے میں دیر نہیں لگائی یہی لمحہ ایک اور فائز اور سادہ ساتھ ہی کوئی آواز چینی زبان میں پچھنے لگ نک نے اٹھ کر ایک طرف دوڑ لگی لیکن اس کے ساتھ ہی اسے بڑی طرح چٹک جانا پڑا۔

تیسرے فائر کے ساتھ ہی عمارت کے اندر سے کچا عورت کی چیخ بھی سنائی دی تھی۔ جس سے مک نے یہ اندازہ لگا لیا کہ عمارت کے اندر دو آدمیوں کے ساتھ کوئی عورت بھی تھی۔

وہ دوڑنا ہوا ایک کھلی میں داخل ہو گیا اور پھر مختلف کھیلوں میں ہوتا ہوا وہاں سے بہت دور دو دروازہ اس مرکز پر نکل آ پلازہ پر قدم اٹھاتا ہوا اسے کلب کی طرف منتقل کیا۔ مک کو قیاس تھا کہ کھانے ہوئے کمانے اس کی شکل نہیں دیکھی ہوگی۔ اس لیے پچکان لیے جانے کوئی اندیشہ نہیں تھا۔

جب وہ شیمن کے دفتر کے سامنے پہنچا تو وہاں لوگوں کا جھرم تھا۔ اس پاس دو تین ناخوش کلب سے لوگ فائز مک کی آواز سننے ہی وہاں جمع ہو گئے تھے۔ مک دلیٹ بھی جھرم میں شامل ہو گیا لوگوں کی باتوں سے معلوم ہوا کہ پہلی دیران عمارت میں ایک عورت کو کل کر دیا گیا ہے اور وہ لوگوں کے جان کے مطابق غریب ہونے والے دونوں آدمی چینی تھے اور مندرگئی چینی ہی تھی۔

ابھی چند ہی گز سے تھے کہ پولیس سائرن کی آواز سنائی دی۔ دلیٹ نے اب وہاں رکتا مناسب نہیں سمجھا اور پھر سے نکل کر پارکنگ لائٹ کی طرف چل دیا۔ جہاں اس کی کار کھڑی تھی۔

☆

مک دلیٹ اس چینی عورت کے قتل کی خبروں میں گہری دلچسپی لے رہا تھا چرا اخبارات میں شائع ہو رہی تھی۔ اخباری اطلاع کے مطابق چین نای وہ عورت خلیات فرود رفت کرنے والے ایک گروہ کی سرگرمی تھی جو پہلے ہی سے پولیس لسٹ پر موجود تھی۔ اخبارات کے مطابق پولیس نے اس خیال کا اظہار کیا تھا کہ چین کون کون کے گروہ کے قتل کیا تھا۔ چین کے گروہ وہ تھے باقی ہوئی ہو اور اس نے گروہ کے آدمیوں کو پولیس

کی دھمکی دی ہو۔ بہر حال حقیقت کیا تھی مک دلیٹ اس مسئلے میں کچھ نہیں جانتا تھا۔ اسے صرف یہ ملتا تھا کہ قتل کی موجودگی میں ہوا تھا اور اس قتل نے اس کے کام میں بہت سی رکاوٹیں پیدا کر دی تھیں۔ پولیس نے اس دیران عمارت کے کیمپ پر ایک مسلح کا نشیمن قیامت کر دیا تھا۔ ظاہر ہے کہ نشیمن کی موجودگی میں مک دلیٹ اس عمارت کے قریب بھی نہیں چھٹک سکتا تھا جس کی بات بھی اسی طرح کی کہ وہ زیادہ دن انتظار نہیں کر سکتا تھا۔

قتل کے اگلے روز بیکر نے مک دلیٹ کو آڑے ہاتھوں لیا تھا کہ اس نے میڈم کا کیس لینے کے بعد وہاں کیوں کر دیا تھا کہ دلیٹ نے اسے بھی کی نہ کسی طرح فرغی دیا تھا۔ جب کہ حقیقت اس نے قتل نام چوری کرنے کا اختیار کر لیا تھا۔

دردن انتظار کرنے کے بعد مک دلیٹ ایک بار پھر سرگرم عمل ہو گیا۔ سامنے کے راستے سے عمارت میں داخل ہوا اب ممکن نہیں رہا تھا۔ شیمن کے دفتر کے دوسری طرف واقع ناخوش کلب سے بھی شیمن کے دفتر کی عمارت میں داخل ہونا مشکل تھا۔ جب کہ وہ اس حقیقت سے بھی پوری طرح واقف ہو چکا تھا کہ اس خالی عمارت سے شیمن کے دفتر میں داخل ہوا جاسکتا تھا۔ اس لیے اب وہی راستہ رو گئے تھے۔ یا تو خالی عمارت کے ساتھ والی عمارت کی چوٹی منزل کی چھت سے اتر جاتا یا پھر پہلی طرف والی عمارت کی چوٹی منزل کی چھت سے اتر جاتا یا پہلی چھت کی طرف واقع تین منزلوں عمارت سے کل وقوع کا ایک مرتبہ پھر جائزہ لینے کے بعد اس نے پہلی طرف والی تین منزل عمارت کو ترجیح دی تھی۔ اب وہ تین منزل عمارت کے بارے میں معلوم حاصل کر رہا تھا۔ جس کا دروازہ دوسری طرف کی گئی تھا۔

یہ پہلی عمارت تھی جس میں دو دروازوں کے چھوٹے قلیٹ بنے تھے صدر دروازے کے اندر ایک طویل دلداری تھی جس کے دائیں بائیں گراؤ ظور کے لٹیٹوں

کے دروازے تھے وہ قلیٹ دائیں طرف اور دو بائیں طرف راہداری کے اختتام پر اوپر جانے کا ذریعہ تھا۔ اسی طرح اوپر بھی راہداریاں تھیں۔ جن کے دائیں بائیں قلیٹ تھے۔

مک دلیٹ شام بھی جے کے قریب اس عمارت میں داخل ہوا اور دیکھنے لگا کہ ہوا تیسری منزل پر پہنچ گیا۔ وہ چھت والے ذریعے کی طرف بڑھتا ہی چھت کا رخ کرنے کے ساتھ والے قلیٹ کا دروازہ کھلا اور ایک اوپر مڑ گئی عورت بائیں طرف اس نے گھورتی ہوئی نگاہوں سے مک کی طرف دیکھا۔ مک نے ایک آدمی کا فریضہ کر کے اس کے بارے میں دریافت کیا کہ وہ عورت تلی میں سر ہلاتی ہوئی ذریعے کی طرف بڑھ گئی۔ مک دلیٹ وہیں کھڑا رہا وہ عورت ذریعہ آواز کھینچنے لگی نگاہوں سے اوپر چل دی تھی دلیٹ مڑ کر تیزی سے چھت کے ذریعے کی طرف بڑھ گیا۔

چھت بالکل سیاہ تھی۔ ایک طرف پانی کے اور دوسرے ٹینک کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔ چھت کی مندرجہ قریب تین فٹ اونچی تھی۔ چھت پر کئی جگہوں پر تقریباً ایک فٹ اونچے چلڑے نظر آ رہے تھے جس کا مطلب تھا کہ چوٹی منزل بنانے کا ارادہ بھی رہا ہوگا مگر پھر شاید یہ دگرماہرک کر دیا گیا تھا۔

مک دلیٹ پہلی دست والی مندرجہ کی طرف آ گیا یہاں سے دوسری طرف کی سرک نظر آ رہی تھی لیکن اس دیران عمارت کا کیمپ نہیں آ رہا تھا۔ جہاں چینی عورت کے قتل کے بعد ایک کا نشیمن چین کر دیا گیا تھا اور یہ بات مک کے قریب سے پہنچ رہی تھی اس طرف سے عمارت کا انچھل طرح کا رخ دیکھنے لینے کے بعد مک دلیٹ اس تین منزل عمارت سے باہر آ گیا۔

دوران اس نے شہر میں گھومتے پھرتے ہوئے گزرا اس دوران اس نے ضرورت کی کچھ چیزیں بھی خریدی تھیں اور پھر رات دو بجے کے قریب وہ دوبارہ دیران

عمارت کی پشت والی تین منزل عمارت میں داخل ہو رہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں کسٹوں کا ایک بیک تھا جس میں ضرورت کی چیزیں بھری ہوئی تھیں۔ اس عمارت کے گیٹ پر کوئی چوکیدار نہیں تھا اس لیے اسے اندر داخل ہونے میں بھی کوئی پریشانی نہیں ہوئی تھی۔ چمت تک جاتے ہوئے کسی بھی سے آسانا سناٹا نہیں ہوا تھا۔

چمت پر پہنچ کر اس نے عقبی منزل پر سے دوسری طرف کا جائزہ لیا۔ سڑک پر گاڑوں کا کھلایاں آدھ روک تھکی۔ ٹرک نے پیچھے ہٹ کر کسٹوں کا ایک بیک کھول لیا اور اس میں سے ٹھکان کی دسی کی بولی بیڑی نکالی۔ جس کا ایک سر اس نے چمت پر ایک کف اور اچھے بلر میں پھنسا دیا اور دوسرا دروازہ سے نیچے اٹکا لگا۔

تک دیوٹ نے اس دربان عمارت میں داخل ہونے کا فیصلہ کر کے بہت بڑا خطرہ مول لیا تھا وہ جانتا تھا کہ اس عمارت میں ایک صورت کا کلں ہو چکا ہے پولیس کو قتل کی سزا سنائی ہے اور ایک مسلح کاٹشیل بھی عمارت کی گھرائی پر موجود ہے اگر وہ بھاگ گیا تو قید سے سیدھے قتل کے الزام میں دھار لیا جائے گا۔

بیڑی چمت سے تقریباً پانچ فٹ اونچی وہ گلی تھی کہ نے فیصلہ کیا کہ بہت پریشانی ہو رہا تھا۔ سب سے پہلے طے پر بیکر کو روک دیا۔ آجکی سے چمت پر ان کی آمد و رفت طاعنا میں چلا رہا ہے۔ اچھے جانے والے ذہین کی طرف بڑھنے لگا۔

فرسٹ فلور پر پہنچ کر اس نے نیچے سے چٹل مارچ نکالی اور اس کی صفہ روک تھکی میں چلا ہوا اس کمرے سے پہنچ گیا جس کی دیوار زمین کے دفتر سے ملتی ہوئی تھی وہ دیوار کے قریب اس جگہ پہنچا۔ اچھا! تھوٹوں میں خلا تھا۔ وہ تاریخ کی روٹیں میں کچھ دیر تک خلا کا جائزہ لیتا رہا۔ پھر بیک سے اس کو بڑا اندر نکال کر کچھوں پر چڑھا ہوا پسترا دیویر نے لگا۔

یہ پہنچنے لوانچ چڑھ کر اور تین تین فٹ لمبے تھے۔ پسترا دیویر کے بعد تک نے کچھوں کا جائزہ لیا اور ایک ایک

کر کے انہیں جگہ سے اکھاڑنے لگا۔ تمام پہنچے اس کو بے ڈریے جڑے ہوئے تھے۔ چتھیں اکھاڑنے میں اسے کوئی دشواری پیش نہیں آئی تھی تھخے اکھاڑنے کے بعد اتنی خلا میں ہی کہ وہ آسانی سے دوسری طرف جا سکتا تھا۔ دوسرے کمرے میں دم دھروٹی کا بلیسٹ مر رہا تھا۔ کہ نے فیصلہ لیا تھا اور جب کہ دوسری طرف سے گیا۔ شاید ٹرک یا اسٹیشن کا دفتر تھا۔ سامنے آفس ٹیبل کے دائیں

آسانی سے کھل گیا۔ اس سے آگے ایک مختصر ریلواری تھی ایک کمرہ سامنے تھا اور ایک دائیں طرف ریلواری کے انتظام پر اس نے سامنے والا دروازہ کھولا ہے بھی کوئی چوکیدار نہیں تھا۔ پھر وہ دائیں طرف والے کمرے کی طرف متوجہ ہو گیا۔ یہ دروازہ لاک تھا اس نے جیب سے

چابیوں کا ایک کچھ نکالا اور مختلف چابیوں آڈانے لگا۔ ایک چابی کا کام کمرے کا لکٹ کی ہنگی آواز سے مل گیا اس نے نہایت آہستگی سے چٹل کر کھار کو روک دیا اور اندر داخل ہو گیا اور اندر داخل ہونے کے بعد اس نے دروازہ

بھیر دیا اور مارچ کی صفہ روک تھکی میں کمرے کا جائزہ لینے لگا۔ پھر بڑھوٹی پر تھے ہی اس کی آنکھوں میں چمک بھر آئی تھیں کہ دفتر کا نقشہ کی ہاپ والی بیڑی پر چٹل فون اور دفتر کی استعمال کی دیگر چیزوں کے ساتھ داخل کا وہ قلمدان بھی رکھا تھا جس کے لیے تک دیوٹ نے اتنا بڑا خطرہ مول لیا تھا۔

میز کے قریب پہنچ کر اس نے قلمدان اٹھا لیا جو خاصا بڑی تھا۔ قلمدان کی دو چیزیں بھی موجود تھیں جو تصویر میں دکھائی گئی تھیں وہ قلمدان کو دیکھ رہا تھا کہ یہ دہلی ریلواری میں بھاری قدموں کی آواز سنائی دی کہ نے قلمدان تھیلے میں ڈال لیا اور دروازے کی طرف دیکھنے لگا۔ قلمدان کی آواز اس طرف آ رہی تھی قدموں کی آواز سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ کوئی نیم نیم آدمی تھا۔ تک دیوٹ دروازے کی آڑ میں ہو گیا آواز دروازے سے مرگ

گئی کسی نے چٹل پر ہاتھ رکھ کر اسے گھمایا۔ دروازہ چڑھا ہٹ کی ہنگی آواز کے ساتھ خستہ چلا گیا۔ کوئی بھی تھا۔ یقیناً چمک گیا۔ کیوں کہ اس کو لکٹ کی ہنگی ہی غریب سنائی دیتی تھی پھر ایک بھاری آواز سنائی دی۔

”کون سے اندر کون ہے؟“ جملہ دو مرتبہ جیتی اور انگریزی زبان میں پوچھا گیا تھا۔

تک دیوٹ دروازے کے پیچھے دیک کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے فیصلہ کیا کہ وہ ایک بھاری دروازہ پر ہندی طرح کھل گیا۔ سب سے پہلے ایک بھاری بھر کم ہاتھ اندر داخل ہوا جس میں اوشیاں تھیں آٹھ کا خوفناک رہا اور دبا ہوا تھا۔ وہ ہاتھ آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگا۔ تک کی نظریں اس رہا اور پر ہی ہوئی جیسے چند سیکنڈ بعد وہ آدھی بھی اندر آ گیا وہ زمین کے دفتر کا خوفناک منظر اٹھا لیا تھا۔

جیسے ہی ایک قدم آگے بڑھا تک دیوٹ نے اس کے کھلبوں پر ہندی قوت سے لاٹ، رسید کر دی وہ ٹھس کر رہا ہوا سامنے والی میز سے چاگر لیا اور ریلواری میں اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر میز کے دوسری طرف جا کر اٹھا اور اس سے پہلے کہ وہ جیتی خستہ تک نے دروازے کی آڑ سے کھل کر ریلواری میں چھٹا تک دیوٹ اور دوڑنا ہوا اس پہلے کمرے میں داخل ہو گیا جس طرف سے آیا تھا۔

وہ دوڑنا کی دیوار کی خلا سے نکلا ہے تھا کہ زمین کے دفتر میں کسی جگہ فائر کی آواز گونجی تھانی نے شاید سے خوفزدہ کرنے کے لیے کوئی چلائی تھی تک دیوٹ دیرین عمارت کی چمت پر آ گیا کسی وقت زمین کے دفتر سے ایک اور فائر کی آواز سنائی دی۔ جیتی خستہ فائر پھل ہی ہو گیا تھا جو اندر سے فائرنگ کر رہا تھا۔

چمت پر پہنچ کر تک دیوٹ اس دیوار کی طرف دوڑا جہاں دسی کی بیڑی لگی ہوئی تھی۔ اس نے کیٹوں کا بیک کندھے سے لٹکا دیا اور بیڑی پر لٹک کر اوپر چڑھنے لگا۔ وہ ابھی آخری سے چوکی بیڑی پر تھا کہ زمین کے دفتر کی چمت سے شور سنائی دیا اس نے گرن کھما کر دیکھا۔

چمت پر دوڑا دی تھے ایک کٹھن کا محافظ دور دور واقع لادہ پولیس کا ٹیشل تھا۔ جسے اس دیرین عمارت پر زمینیں کیا گیا تھا۔ انہوں نے غائب سے دیکھا لیا تھا۔ کاٹشیل نے پہلے چمک کر اسے ڈانک دیا پھر بھاگ کر دیا۔ کوئی تک سے چند فٹ دور دوڑا پر ہی وہ تیزی سے اوپر چڑھا۔ مندر پر کھڑا دوسری طرف کونے کے لیے پر قوی رہا تھا کہ ایک فائر ہوا جس میں اسی وقت تک نے چھٹا تک دیوٹ جیتی آکر اسے چھٹا تک لگا۔ تک کی لکٹ کی ہنگی تھانی ہو جاتی تو کوئی اس کی کسی تک یا کٹھن پر ہیست ہو جاتی چمت پر کونے کے بعد وہ زمین کی طرف دوڑا دوڑا جیتی کے اندر اندر وہ عمارت سے باہر آ چکا تھا۔ وہ ٹکٹے کے بجائے فیصلہ سنا لیے اس گلی میں دوڑنا چلا گیا جہاں اس نے کھڑکی کی تھکی کا ریلواری کرتے ہوئے اسے اب تین منزل عمارت سے بھی شور سنائی ہے رہا تھا۔ اس نے مسکراتے ہوئے گاؤں گزرتی میں ڈال اور ایک سیلر پر بھاگ پڑا۔

تک دیوٹ اپنے دوست جگر کے مکان کے ایک کمرے میں بیٹھا تھا۔ اس کے قلمدان کو آٹ پلٹ کر دیکھ رہا تھا۔ بڑا خوب صورت قلمدان تھا۔ دو دھواں دھیل کے ٹکڑے پر میرین رنگ کی دھاریاں اس طرح بنی ہوئی تھیں جیسے خادار تاریں لگائی گئی ہوں جو خسرو کی کے علاوہ اس میں بھاری دھاریاں تھیں کوئی چمک تھیں اس کی تھیں کوئی اہمیت دی جا سکتی ہو۔ میڈم سارہ نے کہا تھا کہ وہ اپنی مرحوم بیٹی کی یادگار کے طور پر اس قلمدان کو حاصل کر رہا تھا جسے کین ہے ایک دیوٹ کا تجربہ تھا کہ کوئی معمولی سی چیز چوری کرانے کے لیے کچھوں بڑوں دھاریاں طرح خرچ

کھیں کر دیتے تھے۔ چمک نے رشتے ناؤں کے بارے میں بھی اس ابھی طرح جانتا تھا۔ رشتے ناؤں کے حوالے سے اس نے جب بھی کوئی چیز چرائی تھی اس میں کوئی نہ کوئی راز ضرور نکلا تھا اب یہ قلمدان اس کے خیال میں کسی خاص اہمیت کا حامل ضرور تھا۔

اس نے قلعہ ان کے تمام چیزیں نکال کر رکھ دی تھیں وہ کچھ دیر تک قلعہ ان کو آٹ پلٹ کر دیکھ رہا تھا پھر قلعہ ان ایک طرف دکھ دیا اور دوسری چیزوں کو اٹھا کھڑا کر دیکھنے لگا۔ اس وقت سیاہ روشنائی والا قلم اس کے ہاتھ میں تھا۔ قلم کے آخری سرے پر ایک چوڑیاں سی سی ہوئی دیکھ کر وہ چمک گیا۔ اس نے سرخ روشنائی والا قلم اٹھایا۔ اس کے آخری سرے پر بھی اسی قسم کی چوڑیاں سی سی تھیں۔ اس نے ایک اور بات بھی سمجھ لی تھی کہ وہ دونوں قلم ہاتھوں سے تھمے دوڑتی تھے اور پھر کچھ دیر بعد اس نے یہ راز بھی معلوم کر لیا۔ دونوں قلم ہاتھوں کے نہیں بلکہ کسی دھات کے بنے ہوئے تھے۔

دو تختہ کا دیوٹ کے ذہن میں ایک اور خیال ابھرا۔ اس نے قلعہ ان اٹھا کر سامنے رکھ لیا اور دونوں قلم اس طرح اٹالے ہوئے رکھ دیے کہ ان کے نب دالے سرے باہر تھے وہ دونوں قلموں کو آہستہ آہستہ سمجھا تا رہا اسے یوں لگا جیسے چوڑیاں ہوئے اور ان کے اندر کسی جگہ فٹ ہو رہی ہوں وہ قلموں کو سمجھا تا رہا اور پھر اس کے ہونٹوں پر خفگی سی گہرا سم آگئی وہ جیسے قلموں کو سمجھا تا رہا تھا۔ قلعہ ان کا یوں آہستہ آہستہ راز کھڑا ہوا تھا۔ قلعہ ان کا قلم میں دو حصوں میں تقسیم ہو کر مندرجہ کے اٹھنے کی طرح اُپر اٹھ گیا۔ ایک دیوٹ نے قلعہ ان اٹھا کر دیکھا تو اس غلام کے اندر کوئی کاغذ نہ تھا کیا وہ کچھ ہوا تھا۔ اس نے کاغذ نکال لیا اور غلام سے دیکھنے لگا۔ اندر کی طرف قلعہ ان کے پچھلے حصے میں بار ایک قبضے پر دی ہوا مہات سے فٹ کیے ہوئے تھے۔ کئے کاغذ نکال لیا۔ وہ اٹھانے پہنچے تھا جس پر غائب ہوئی تھی۔ ایک دیوٹ جیسے جیسے غائب ہوتا گیا اس کی آنکھوں کی چمک بڑھتی گئی تھی غائب کر کے اس نے کاغذ نہ کر کے کوٹ کی جب میں رکھا لیا اور قلعہ ان کی طرح بند کر کے ایک میں ڈال لیا۔

اسی رات تک دیوٹ اپنے دوست بھڑکے کو لے کر سیرم سارہ کے مکان پہنچ گیا کچھ دیکھ کر سارہ کی بیوی تھی۔

”فہمک ہے بہت بہت شکر ہے!“ سارہ نے کہا اور اندر کی طرف منہ کر کے کسی کو نکال کر سیرم کی دیو فہمک جی ملازمہ اندر آئی تھی۔ ایک دیوٹ نے یہ بات خاص طور پر نوٹ کر لی تھی کہ کبھی یہ راز قلعہ ان دیکھ کر اس کی بیوی تھی کہ جس نے کچھ دیکھنے میں دیر نہ لگی کہ اس میں دیکھی ملازمہ چمپ کر ان کی ہاتھیں رانی تھی۔ سارہ نے جتنی زبان میں ملازمہ سے کچھ دیکھ کر اندر چلی گئی کہ کچھ دیر بعد اس نے وہی غلام لاکر سارہ کے حوالے کر دیا۔

”یہ تیرا بیوی نہیں ہے تم نے میری بہت بڑی مشکل حل کر دی۔ تمہارا بیوی اساتھن کسی نہیں بھولوں گی۔“ سارہ نے غلام کو ایک طرف بڑھا کر دے دیا۔

اس کے بعد ایک دیوٹ زیادہ دیر تک وہاں نہیں دیا۔ سارہ کے کئے کے مکان سے نکل کر اس نے بھڑکے کو وضت کر دیا اور غلام کو اپنے کئے کے دفتر کی طرف روانہ ہو گیا۔

ابھی رات کے آٹھ بجے تھے اور شین دفتر میں موجود تھی ایک کوئین تک پہنچنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی تھی۔

”فرمائیے! تم آپ کی خدمت کر سکتی ہوں؟“

شین نے اسے کرسی پر بٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کیا۔

”میں دراصل کسی بڑس کے سلسلے میں یہاں نہیں آیا۔

دراصل انسانی ہمدردی مجھے یہاں بھیج لائی ہے۔“ کچھ دیر بعد۔

”کیا مطلب! میں کبھی نہیں!“ شین نے اسے گھورا

”مہادیو کے سلسلے میں تمہارا کسی سے بھڑا چل رہا ہے؟“ کئے نے سوالیہ لہجہ میں اس کی طرف دیکھا۔

”ہاں! لیکن میں کن ہوا کر دیوں چھوڑ دو؟“

”مجھے اپنا دوست سمجھو۔ میں تمہیں فائدہ ہی پہنچاؤں گا۔ نقصان نہیں کریں اس سے پہلے میں اس بھڑکے کی تفصیل جاننا چاہتا ہوں۔“ کئے نے کہا۔

شین چہرے اس کی طرف دیکھتی رہی پھر اسے بتانے لگی کہ یہ لیا چڑا بڑس اس کے باپ کا تھا۔ اس کی ماں کے انتقال کے بعد باپ نے سارہ کی بیوی شادی کر لی تھی اس کی پہلے سے ایک بیوی موجود تھی۔ سارہ اس کو خوش نہیں تھی کہ کئے کا باپ راکھ سوانی ساری جانیہ اور سارہ کی بیٹی یا کاشی کے نام کو دے لیکن وہ اس کے لیے تیار نہیں تھا بلکہ اس نے اپنا وصیت نامہ تیار کر دیا جس میں شین کو اس کا جائزہ اور کوئی وارث قرار دیا گیا تھا راکھ سو کے انتقال کے بعد کا دربار سارہ اور پھر اس کی بیٹی نے سنبھال لیا۔ اس دوران راکھ سو کا وصیت نامہ کسی طرح یا کاشی کے ہاتھ لگ گیا جسے اس نے چھپا کر رکھا۔ کچھ عرصہ بعد یا کاشی کا بھی انتقال ہو گیا اس کے بعد شین اور سارہ کے درمیان چھادیو کے سلسلے میں مقدمہ بازی شروع ہو گئی۔ شین اس وصیت نامے کی تلاش میں تھی مگر اسے باپ کا وصیت نامہ مل جائے تو عدالت اس وصیت نامے کی روشنی میں اس کے حق میں فیصلہ دے سکتی ہے شین نے یہ بھی بتایا کہ سارہ اسے ہر اسامہ کرنے کے لیے دو حصے بٹھانے سے استعصال کر دی ہے سارہ کے خیال میں وہ وصیت نامہ دفتر میں کسی جگہ پوشیدہ ہے جس کی تلاش میں سارہ مختلف آدمیوں کے ذریعے اس کے دفتر میں دراندازی کرانی دیتی ہے کل رات پھر کوئی آدمی دفتر میں گھس آیا تھا جس کی بڑس سے

ماربل کا قلعہ ان چا کر لے گیا۔

”مجھے یقین ہے کہ اس وصیت نامے کے ہونے ہوئے دنیا کی کوئی عدالت تمہیں تمہارے حق سے محروم نہیں کر سکتی۔“ کئے دیوٹ نے اس کی ہاتھیں سننے کے بعد وصیت نامہ جیب سے نکال کر اس کی طرف بڑھا دیا۔

”یہ... یہ... تمہیں کہاں سے ملا۔ شین وصیت نامہ دیکھ کر حیرت زدہ رہی ہوگی۔

”اگر تم کوئی انتقامی کارروائی نہ کرنے کا وعدہ کر دو میں تفصیل بتا سکوں گا۔“ کئے بولا۔

”میں وعدہ کرتی ہوں کہ میں تمہارے پاس کسی اور کے خلاف کوئی انتقامی کارروائی نہیں کروں گی۔ تم تو میرے سب سے بڑے دشمن ثابت ہوئے ہو۔“ شین نے کہا۔

کئے دیوٹ نے اسے پورے دھانے کی تفصیل بتادی آخر شین وہ یہ کہتے ہوئے اٹھ گیا۔

”میں چودھر ضرور ہوں لیکن میرے بھی کچھ اصول ہیں میں کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتا اور پھر تم جیسی مبین اور معصوم لڑکی کی حق تلفی تو براشت ہی نہیں کر سکتا۔“

”سارہ! مسٹر دیوٹ! اکہاں پہلے بھڑکے مجھے شہر ادا کر کے کاموٹ کر دو۔“ شین نے کئے کی اپنی کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

”اگر زندگی میں پھر کبھی ملاقات ہوئی تو تمہیں ایسا موقع ضرور دوں گا۔“ کئے نے کہا اور تیزی سے باہر نکل گیا۔

شین حیرت سے روزانہ کے ایک طرف دیکھتی رہی پھر ہاتھ میں چکرے ہوئے اپنے باپ کے وصیت نامہ کو دیکھنے لگی جس نے اس کی قسمت بدل دی تھی۔ ایک دیوٹ نے اسے اٹھانے کے طور پر اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ وہ کچھ بھی نہیں کہتی کہ ایک چودھرا کے لیے رحمت کا فرشتہ ثابت ہوگا۔

رات اور کنواں

کہتے ہیں کہ اگر انسان کچھ کر گزرنہ کی
تہاں لے اور منزل کی جانب قدم اٹھائے قدرت
آپ ہی آپ اس کی مدد گسر ہو جلتی ہے
اور راستہ کی ساری کھٹنا فلیں اور انیتیں
شکست کھا جاتی ہے۔

عبدالمجید صدیقی

ایک باحوصلہ نوجوان کی روداد وہ بیہوشیوں کے بہت میں جا بیٹھتا تھا

ہم تین دوستوں نے ٹوٹے بارہ والے شرمیلے گم دیکھے
کاہرہ گرام بنایا مگر سے کل کر سینا کی طرف روانہ ہوئے
'راتے میں ایک پارک جرجن کے نام سے مشہور تھا اس
کے قریب ایک کنواں تھا جب ہم اس کنویں کے قریب
پہنچے تو دیکھا ایک لڑکی دوڑتی ہوئی آئی اور اس کنویں میں
کوئی ہم بہت پریشان ہوئی لڑکی کو بچانے ہمارا ایک
ساحلی کنویں میں اتار گیا اس نے لڑکی کو کندھے پر ڈال کر
اوپر آنے کی کوشش کی مگر چونکہ لڑکی بیہوش تھی اس وجہ سے
ادھر ادھر لڑکھ جاتی تھی ہم نے اپنے دوست کو مشورہ دیا
'اس لڑکی کو اس کی ساری سے اپنی پیٹھ پر باندھ لے اس
نے ایسا ہی کیا اور باہر نکل آیا ہم نے جلدی سے لڑکی کو
اس کی ساری میں پیٹھا اور زمین پر لٹا دیا اس کو کنویں میں
لانے کی کوشش کرنے لگے تاکہ وہ ہوش میں آ جائے اور
ہم اس کو اس کے گمراہہ جہاں چاہے بچھا دیں۔

لڑکی فشب کی تھی' پھر روجواں' بچھا ہوا جسم مگر
رکت پر کالا چست بلا ڈز۔ افسر کسی قیامت سے گمنام
تھی چاند کی روشنی میں اور یادہ سینن لگ رہی تھی۔ اس پر
چاند اور بادلوں کی پیچیز چھاؤ چاند بھی شاید اس بیہوش
چاند کو دیکھتے ہی رہتا چاند ہاتھ اور بالی شراست سے چاند



سے اپنی ہلک جیاس مٹاتے ہیں یا بھوکے پیاسے عیروہ جاتے ہیں۔

ایک دوست آؤ کو کو لینے کیا ہم دو اس حسین لاش کے پاس اس کے ہوش میں آنے کا انتظار کر رہے تھے لڑکی کو شاید ہوش آ رہا تھا اس کے سینے کے زید دم دیکھ کر خوش بھی ہوئی اور ہماری جیاس کی شدت بھی بڑھ گئی شاید ہم شیطان بنے والے تھے ہوا کے بجائے مزار پر لیٹے والے تھے کہ خمیرے نہیں لٹکا رہا کیا کرتے ہو اس مردہ کو ہم نہیں کوئی اس لذت سے کی؟ تو فریاد نہ لگ سکا کی طرف بڑھ رہے ہو انا دنیا کی دنیا آخرت خراب کر رہے ہو فخر دار! فخر دار! کوئی تو سے نکال کر کتوں سے ڈال رہا ہے۔

میں ڈال رہا ہے۔ لڑکی نے آٹھیں کھولیں اپنے اطراف نظر ڈالی ہماری طرف دیکھ کر پانی پانی کی بہت سی ہلکی ہلکی آواز اس کے منہ سے نکلی بہت سی فہمیت محسوس کر رہی تھی یہ نہیں سمجھتا ظلم اور ظلم ظلم ہوا تھا اس پر کہاں سے اس قدر تباہی قدم اٹھایا تھا! میرا دوسرا ساسی پانی لینے چلے جیاس میں کہا اب میں اس کے پاس آؤ لاشی تھا اور وہ میرے پاس کیٹھے بیوی تھیں کسی کی جیاس لڑکی کے پاس ایسی بدوشی میں نہیں رہا بارے گھبراہٹ کے میرے پیسے پھوٹ رہے تھے لڑکی پھر سے خاموش ہو گئی میں اس کو پھوڑ کر بھاگ جانا چاہتا تھا کہ اپنی ادب آواز پر چنگ کیا۔

”کون ہو تم؟ کیا کر رہے ہو یہاں؟ کہاں سے لائے ہو اس لڑکی کو؟ کون ہے لڑکی؟ اتنے سارے سوالات سن کر میں دگر بھر گیا۔

”میں..... میں ہوں۔“

”کہاں سے لائے ہو لڑکی؟“

”یہ..... یہ کونسا..... کونسا..... میں نے گھبراہٹ سے کہا۔

”کیسا کونسا کونسا..... میں میں میں رہ رہے ہو؟ ٹھیک سے

مناؤ؟ کون ہے لڑکی؟ کیا حالت کر دی ہے اس کی؟“

لڑکی نے آٹھیں کھولیں۔ میرا پانی اپنی اس نے تحفہ سی آواز میں کہا ”ایک زور دار پھنجر میرے گال پر اڑا رہی لڑکا کر رہا ہے۔“ ٹھیک ٹھیک بناؤ بدھماں دوت تیری ساری بدھماں نکال دیں کے ہلکی بھوں کو شکر یہیں فریاد پھر میرا رہا آج کل جیٹا۔“

لڑکی ہوش آ چکی تھی اس قدر سخت دروں مڑاواں سے گھبرا کر وہ بھی میری طرح ایک ایک کر کے بھوکنا جانتی تھی کہ میرے ہوش ہو گئی ایک ایک نہیں مابین کے اس کے ہاتھ پاؤں باہر کر گازی میں ڈھل دو ہوش ٹھکانے آ جائیں گے اور پھر ایسی ہوا۔

پتہ نہیں تھی وہ اور تھی دو درم روک میں پڑے رہے کیونکہ مجھے بھی بیہوش کر دیا تھا اور جب میں ہوش میں آیا تو ایک دربان بیٹھے میں تھا صاف حیران رہ کر دیکھ کر اعزاز ہوا کہ کیسے بھی ہوں۔ کچھ کی کرتے ہوں ہیں غصہ پسند ہے میرا جی میں ہنستے آٹھا اور دیکھنے والی کوئی نظر نہیں آیا نہ کوئی جاوڑا تھا۔ یہ بلکہ کافی پرانا لگتا تھا کیونکہ دیواروں پر رنگ دروں نہیں تھا دیواروں اور چیت کا پلاٹر تک جگہ سے اکڑا ہوا تھا کمر جیاس کی ہر چیز میں صاف تھری اور پیلٹے سے رکھی ہوئی تھی اعزاز ہوا کہ یہاں ہوتی تھی ضرور ہیں گرنہ کی صورت مرد پانچپے آواز سنائی دے گی میں نے اپنے دونوں ہاتھوں کی تصفیوں سے سر کو پھڑکھڑکے دے کر شاید بیہوش کا اثر بیک بانی ہو گیا یہاں چلتے چلتے کروڑوں دیکھنے کے ساتھ بہت سی چیزیں پتے سے جاوڑا لگتا تھا میں انج باجھ میں گیا کہاں بھی ہر چیز پیلٹے سے رکھی تھی کیٹھے صاف نہیں رہا تھا سامان بھی نہیں تھا صاف حیران تو یہ میں یہ سب دیکھ کر حیران رہ گیا میری بھڑ میں نہیں آ رہا تھا کہ اتنی ساری آسائشیں مہیا کرنے والوں نے آخر مجھے اس طرح کیوں لایا ہے میں نہا ہو کر ہاتھ درم سے باہر آ سامنے دیوار کے پاس ایک بیک ہور کر رہی تھی میں کرسی پر بیٹھ گیا۔

”جی خبر..... میں نے ایک لڑکی کی آواز سنی دیکھا تو ایک حسین دوشیزکی اس کے ہاتھوں میں ایک ترے کی شاید میرا نشانہ لائی تھی منڈول دو خوبصورت جسم کی اس دوشیزہ نے مسکراتے ہوئے کوسے میز پر رکھی۔ آپ ناشتہ کیجئے میں پھر حاضر ہوتی ہوں“ جاتے جاتے اس نے پلٹ کر پوچھا کھانے کے بعد آپ کیا لیں گے؟ جائے کا بیانی کا کھانا؟ میں نے جاتے کا کہا اور اس نے مسکرا کر میری طرف دو سر جھکی گئی وہ تقریباً پندرہ کی اس کی آدمی والوں پر مسکرت تھا پھر اس نے کوزہ لگاتا ہوا تھا کہ اس کی طرف دیکھتے ہوئے شرم آتی تھی۔ ناشتے سے فارغ ہو کر ان سب طسائی باتوں پر فخر کرنا تھا کہ پھر اپنی خوبصورت مسکراہٹ کے ساتھ آئی آپ کی جائے لائی ہوں جب ڈشیں نے شہر یا دیا کہ نہ مسکرائی۔

”کوئی تکلیف تو نہیں جتا ہے؟“

”جی نہیں آپ کے ہوتے ہوئے کیا تکلیف ہو سکتی ہے؟“

”کیسی چیز کی ضرورت؟“

”کیا کچھ میرے ساتھ باتیں کر سکتی ہیں؟“

”ضرور جتا ہوں یہاں لائے ہوئے کھاناؤں کا خیال رکھنا میری ذمہ داری ہے۔“

”لائے ہوئے کھانا؟“

”شاید لگائی دور دیرانے میں آچاند نہیں کر سکتے۔“

”آپ اپنی دیکھتی ہیں؟“

”جی ہاں! کبھی کبھی روز سب ہی ہوتے ہیں۔“

”سب؟..... کتنے لوگ ہیں یہاں؟“

”میں ضرور میں ہوتی ہوں۔“

”ہائی دور جو میں کہاں ہیں؟“

”اسے اپنے کام پر لگتی ہیں۔“

”میرے ساتھ ہی ایک لڑکی آئی ہے یہاں وہ کہاں ہے؟“

”آئی ہے نہیں تم نے اس کی کیا تھا اس کو لارڈ لارڈ تھا بچاری

کو ایک شخص نے اندر داخل ہوتے ہوئے کہا۔“ پولیس جنہیں دھوکہ دیا ہے یہاں اخبار خود بڑا ہلو تو بہتر ہے۔ آرم کر لو پھر سب کر رہا ہے کچھ جیو جیو آرم کر نے دواں کو اور وہ دونوں مجھ کو لگا پھوڑ کر چلے گئے میرے دماغ میں بہت سے سوالات اٹھتے رہے میں نے تو اس لڑکی کو کئی کئی بار دیکھا ہے یہاں وہ کتنا ہوش اس کی جان بچانی تھی اور وہ زندہ بھی تھی جب ہی تو ان لوگوں نے ہم دونوں کے ہاتھ پاؤں ہاتھ کر گازی میں ڈالا تھا پھر وہ میرے کیے کی اپنا تو نہیں کران لوگوں نے ہی اس کو لارڈ لارڈ اور ان تمام میرے سر؟ کچھ بھی ہوش خطرے میں ہوں یہاں میرے ساتھ کچھ بھی ہو سکتا ہے مجھے ہوش دھواں سے کچھ لگتا ہوا سب سے پہلے اس لڑکی کا پتہ لگنا ہوگا جو میرے ساتھ لائی گئی۔

ان لوگوں کے جانے کے بعد جو سوالات ذہن میں ابھر رہے تھے میں میں اس نے بہت ڈر گیا تھا اور ان میں الجھ گیا تھا ذہن سے بوجھ کم کرنے کے لئے میں نے اخبار اٹھایا سامنے ایک بڑی سرٹی میرے اور اس لڑکی کے بارے میں لائی تھی شہر کے بہت بڑے کرڈیٹی تاجری بوجھ کیٹھے لگتا تھا ”کل رات تقریباً لوچے سے ایک لڑکے کے ساتھ عابثی ہے اس نے سیاہ پلاڈ اور پیلے رنگ کی ساڑھی پہنی ہوئی ہے اس نے کونسی میں صلاحات دے گی تھی“ تین لڑکوں نے اس کو کتوں سے لگایا تھا۔ آگے بڑھنے کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ میں سب جانتا تھا میں نے اخبار بے دے میز پر پھینکا ہے مقدمہ کمرے میں چکر لگا رہا سوچ رہا تھا کس طرح ان حالات کا مقابلہ کروں کیسے بھٹکا راپاؤں کیسے بھاگ نکلوں مجھے بہت ہوشیاری سے کام لینے کی ضرورت ہے ذرا سی غلطی یا بد بانی ہوئے پر جان جاسکتی ہے۔

”کی چیز کی ضرورت تو نہیں؟“ یہ جو بھی اسام باکی کسی جگہ سے نہیں۔“

”لو جو بد مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں تنہائی سے

لگا رہی تھی، نگارہ اس کی مدد کر رہی تھی، مجھے زخموں سے تکلیف ہو رہی تھی میں بری طرح چیخ رہا تھا کہ مجوبہ نے ڈانٹا۔

بس اب جب ہو جاؤں میں نے کہا تھا میں خود کوئی راستہ نکالوں گی مگر میں یہی رہا تھا وہ کیا لہذا بتائی ہوئے کا نتیجہ؟ اب سنو کسی سے کہو نہ کہنا جتنا میں نے سمجھا ہے اس سے آگے کہو نہیں، ایک لفظ بھی نہیں، ورنہ جان سے جاؤ گے، ہمیں کچھ بھی زندہ رہنا ہے، نگارہ کے کہنے کا انتظار کر رہے ہیں پھر اس نے ایک انگشتیں دیا میں فینڈر کی آغوش میں چلا گیا، چند نہیں رات کب ختم ہوئی، دن کب نکلا، مجھے مجوبہ نے چکا تو لچ کا وقت تھا میرے کمرے میں ہی پہنچایا گیا لچ سے فارغ ہو کر وہ میرے پاس آئی میرے زخموں کو دیکھا، مجھے سے کہہ رہا تھا کہ مجھ کو شاید مجوبہ نے سب کچھ سمجھا لیا تھا، پھر انہوں نے مجوبہ کی طرف دیکھا۔ "اسکی حالت میں تو ہر کوئی ایسا ہی کرتی ہے کرتا ہے، بلدی تو ایسا نہیں ہوتا، کوئی بات نہیں، ان کا خیال رکھنا۔" شام کی جانے کے بعد وہ اپنے کاموں پر چلے گئے۔

اب میں مجبور محسوس کر رہا تھا، دروازہ معلوم نہیں کیا مرم تھا، کیا انگشتیں تھا مجھ میں جان ڈال دی گئی، باہر کرسیاں لگا دی گئی تھیں۔

"آؤ باہر چلے ہیں۔" نگارہ نے مجھے پکڑ کر اٹھانا چاہا میں نے منع کر دیا۔

میں تکلیف ہوں خود چل کر جاؤں گا۔

"دیر کی گزرا ہے ابھی کیا بات ہو سکتی ہے۔" مجوبہ نے مجھے چائے کا کافی کے بجائے کوئی شراب دیا، شراب پینے کے بعد میں نے فرحت محسوس کی، قہامت بھی دور ہو گئی۔

"مجھے امید نہیں تھی کہ آپ جیسا بزدل اپنی بلدی جان پکڑے گا۔"

"مجھے بزدلی کا طعنہ نہ دو، مجوبہ میں ایک غیر متاثر

بہادر مرد ہوں۔"

"اے رہے ہو بھائی، بہادر اور مرد جہاں بات اور لگات کا نتیجہ کچھ بھی ہو۔"

"مجھ کو دیکھی اپنا خون کو۔" نگارہ نے بیڑی سے کہا۔

"اب آگے کیا کرنا ہے سوچو؟ ہمیں تو یہ بھول رہا اس آگیا ہے مجوبہ، یہ بھی کوئی زندگی ہے؟ گنت سے گنت۔"

"اچھا، راز کی لاش ہم مان گئے، اب زور دینے کے کہا ہے، کھانا خنڈا کر کے کھانا چاہئے، روز نہ مل جاتا ہے۔"

"مجوبہ مجھے بتا دینا یہاں سے باہر جانے کے کتنے راستے ہیں؟"

"ایک ہی راستہ ہے، وہ سامنے کیٹ نظر آ رہا ہے لیکن دونوں طرف کیٹ کے خون غوار کتنے ہیں، انجکس کی غیر آدی کو زندہ نہیں چھوڑے، یہاں آئے جانے والوں کی کمی سوچتے ہیں ان سے پتا نہیں ہے۔"

"اچھا، یہ بتا دیں، تیرہ پتھر کرنے والی کوئی دوائی ہے؟"

"سوائے تینڈر کی کوئی اور انگشتیں کے کچھ نہیں کیا آپ کا مطلب کون کون بیٹھ کر رہا ہے؟"

"آپ نے سچ بھائی، مطلب یہی تھا۔"

"دوسرا راستہ بھی تو نہیں چاروں اطراف غار وار تاروں کی باز ہے جس سے لگتا بہت مشکل ہے۔"

"نہ کوئی بات نہیں، دیکھا جائے گا، اللہ باک ہے کوئی راستہ بھی نکل آئے گا، اب میں محسوس محسوس کر رہا ہوں، خودی دیر لیں۔"

صبح اٹھ کر آئے، سب پہ چل جائے گا، نہ مگرمان میں وہ لوگ ہوتے ہیں ہم پہنچا کیسے داریں گے؟" مجوبہ نے خندہ خفا کر لیا۔

"کوئی بات نہیں ہم یہ کام رات ہی کو انجام دیتے ہیں۔"

نگارہ نے کہا۔

"بالکل ٹھیک، کل شام کو جانے کے بعد جب یہ بد سماں چائیں گے، انشاء اللہ ہم بھی اپنے اپنے گھر لوں کو چلے جائیں گے۔"

بھاگ جائیں گے۔

دو پہر کے کھانے پر مجوبہ نگارہ نے مجھے دائیں بائیں سے پکڑ کر کھانے کی میز تک پہنچایا، میں نے بھی خودی انجکس کی کد پکینے والے کمرے زور دیا، میں دو بد سماں نے انجکس کی کد پکینے کی کد پکینے سے فارغ ہو کر پوچھا کہ کبھی طبیعت سب آگے آپ کی؟

"کچھ کچھ محسوس کر رہا ہوں۔"

"میرا خیال ہے دو ذمہ داریوں میں ٹھیک ہو جاؤ گے۔"

اپنے ذہن پر زور نہ دیا، آرام کر لیا، مجوبہ نے نگارہ کی آپ کو پور نہیں ہونے دے گی، بس ذرا ہوشیار رہو دیکھا میں روزہ تکلیف میں آ جاؤ گے انہیں آرام کرنے دیں۔" مجوبہ نگارہ کی طرف دیکھ کر کہا کہ اس دو دنوں نے مجھ سے میرے دائیں اور بائیں ہو کر مجھے کمرے میں پہنچایا، میں نے مجوبہ کو روکنا چاہا، اس نے ماسٹرروں کی موجودگی کا اشارہ دیا۔

"انشاء اللہ چائے پر ملاقات ہو گی، جب تک اجازت۔"

شاہ کو مگر مزے نہ چائے لے رہے تھے۔" کچھ کچھ میں آگے کہیں؟ یہاں سے کمرے میں گئیں؟" نگارہ نے کھانے لگا کر نہ کر، نگارہ جس کا کوئی تین دنوں میں اللہ اس کا یاد دہکار ہوتا ہے، دیکھیں یہ کالی پیسہ بھلا ہے، یہاں پر چھیلیاں بھی گھومتی ہیں، جس ہم کو پانچ پچھلیوں کو رات ہو گا اس کے بعد ہم آزاد۔

وہ کہنے لگا، "وقت آئے ہے سب پہ چل جائے گا، نہ مگرمان میں وہ لوگ ہوتے ہیں ہم پہنچا کیسے داریں گے؟" مجوبہ نے خندہ خفا کر لیا۔

"کوئی بات نہیں ہم یہ کام رات ہی کو انجام دیتے ہیں۔"

نگارہ نے کہا۔

"بالکل ٹھیک، کل شام کو جانے کے بعد جب یہ بد سماں چائیں گے، انشاء اللہ ہم بھی اپنے اپنے گھر لوں کو چلے جائیں گے۔"

دیکھا کہ یہ ہے کہ ان پچھلیوں کو مار کر کتوں کے گوشت میں ملا دیں گے، گوشت کھا کر کتے تائیں گے، انہیں نش اور پھر پکڑا، اللہ میں کا بیالی دے، مت دے۔"

نگارہ نے انجکس کا ہاتھ اٹھ کر دھوا گیا۔

اپنے چان کے مطابق شام کی جانے کے بعد ان بد سماںوں نے یہ ہم نے پچھلیاں مار دیں، کتوں کے کھانے میں ملا دیں، کتے گوشت کھاتے ہی لیے لیے لیٹ گئے اور ہم اس غار وار باز سے باہر آ گئے، مجوبہ نے بتایا وہ لوگ اس راستے سے آتے جاتے ہیں، کیوں نہ ہم اس راستے کے مخالف سمت میں چھلیاں کتنی دور چلتا پڑے اور ہم مخالف سمت میں چل پڑے، کافی دور چلے پھر اس ایک پتھر مرگال کی آگے ہمارے حوصلے اور بڑھ گئے۔

اب اس امید پر کہ اب کوئی نہ کوئی سوا دی لای جانے کی اور ہم اپنی منزل پا لیں گے، کچھ دور چلے پھر دو کتے جتان نظر آئیں، جب وہ قریب آئیں تو ہم نے لٹ آ گئی، وہ پٹرونگ پر لٹس تھی، ہم نے ان کو ساری کھانی سادی، وہ بہت خوش ہوئے کیونکہ ہمارے لئے پر ان کی ترقیاں دھام مچتی تھیں۔

پہلے ہم کو اس کرڈیٹی تاجر کے گھر لے گئے جس کی بہو ہمارے ساتھ تھی، جینی وہی لڑکی جس نے کتوں میں چھلاک لگا دی تھی، وہ اب میرا دی وڈو لڑکی اور میرے ساتھ اپنی بہو کو دیکھ کر بہت خوش ہوا کیونکہ دو لڑکیاں اور میری بہو کے ساتھ میں، کچھ لٹس کا جان کا شک وشبہ یا میرے اندر بڑھ چکی تھیں، کتے کا تھوڑی تھیں کر سکا تھا اس شخص نے نگارہ کے گھر والوں کو کتوں پر خود بخوبی دئی، میرے گھر والے بھی آ گئے، کچھ مجوبہ کے گھر والوں نے اس کو قتل کرنے سے انکار کر دیا، اب وہ کہاں جانی کسیری ای سے اس کو گھٹے لگا دیا۔

☆.....☆.....☆

● ● ●



غلط راستہ

گناہ کے راستے پر چلنے والی ایک خاتون کا قصہ، دو دیوچوں اور شراب کے موجودگی میں اپنے محبوب کے ساتھ رنگ برنگی خناری میں گھر اس نے اپنے محبوب کے راستے کا خانا بھی صاف کر دیا مگر

انور فخر ہار

معاذ اللہ اپنے معاشرے میں کھیلنے جھگڑنے والے گناہ آلود ذرائع کی دودھ

جب اس کی شادی ہوئی تو اس کی سیلوں نے اسے بڑا پیار کیا تھا۔

”دو بیڑی تیری تو لاری نکل آئی۔“

اس نے اچانک جتنے ہوئے پوچھا تھا۔ ”کیسی لاری؟“

اب انجان میں نہ کیا چھیل چھیل۔۔۔ کیسی لاری؟ کم ہوتا ہے۔۔۔ ہمارے ہاں باپ تو بیٹوں کی شادی کے موقع پر اس طرف توجہ ہی نہیں دیتے۔۔۔ لڑکا لڑکا ہوتا ہے۔ چاہے اس کی عمر کتنی ہی زیادہ ہو۔ دین کے بارے میں تو جتنے معلوم ہے اٹھارہ برس کی چھوٹی کو چالیس بیٹیاں برس کے بڑے سے زیادہ یا اس کے ماں باپ نے۔“

”اے ہے چالیس برس کا مرد بوڑھا کب ہوتا ہے۔“ اس نے پوچھا کہ یہ کیا تھا مرد کی دل میں خوش ہو رہی تھی کہ اس کے ماں باپ نے اس کے لیے

دلہنی بڑے چھیل چھیل کا انتخاب کیا ہے۔ ریتھ کی عمر اس سے کم نہیں تو زیادہ بھی نہیں ہوئی۔ ماں بپانے کی تلاش تھے اس میں اس کی عمر 19 سال گھنٹی تھی۔ ”مرد وہ جانتی تھی کہ اس کی اصل عمر 22 برس ہے۔ جبکہ ریتھ کی عمر بھی 19 سال ہے۔ 22 سال کی گھنٹی کی تھی۔ جب ریتھ کا رشتہ آیا تھا تو دذریاں نے بہت ہاتھ پیرا تھا مگر مجھے ابھی شادی نہیں کرنی۔ اتنی جلدی بھی کیا ہے۔؟“

ہاں ابھی تو تیرے دودھ کے دانے بھی نہیں پوئے ہیں۔۔۔ اس کی ماں نے چال پر ہاتھ رکھ کر کہا تھا۔ ”مجبوری تھی تو ہائیں برس کی ہو گئی ہے تیرے دونوں بچہ ہمارے پیارے دوستوں کی رہے گی؟“

اس نے مزید بات نہیں بڑھائی تھی۔۔۔ سوچ کر کہ اس کی بات کا بنگلو مادیاتی ہیں۔ میں نے تو اس لیے اس رشتے سے انکار کیا تھا کہ۔۔۔ کبھی یہ نظروں میں کوئی اور تھا۔۔۔ میں تو تکیا سوچ رہی تھی کہ اس کے گھر سے رشتہ

آگے گئے۔۔۔ اس کی ماں آ کر میرے لیے اپنی بھولی پھیلا دے گی لیکن اور میرے کسی کے آنے سے پہلے ابھر سے کوئی ٹپک گیا۔ اس نے سنا اس کا باپ اس کی ماں سے کہہ رہا تھا۔ مجھے تو زیادہ پسند ہے لوٹ کر اپنا صحت مند عمر ہی زیادہ نہیں۔ پچیس سال سے بھی عمر کم ہوگی اور سب سے بڑھ کر میرے روزگار ہے۔ معقول خواہ ہے تم کیا کہتی ہو اس کے بارے میں؟“

”اے لو۔۔۔ میں کیا کہوں گی؟ جب اتنی اچھی باتیں اس میں موجود ہیں اور وہ کم پونڈ بھی ہے۔ تو بھرا لگا کر کیا سوال ہوتا ہے۔؟“ اس پر ماں بولا تھا۔

”اس سے بھی ذرا بچ چلو۔“

”اس سے کیا پوچھا۔؟ تم بھی کمال کرتے ہو۔ یہ کوئی کلمہ بھی شہر ہے۔۔۔ جب تمہارا رشتہ آیا تھا تو میرے ماں بابائے مجھ سے کب پوچھا تھا۔؟“

”جھ۔۔۔ اس نے ماں کی بات سن کر اپنے آپ سے کہا تھا۔۔۔“ یہ تو سلیا گئی ہیں اپنی شادی کی مثال دے رہی ہیں جو آج سے پچیس سال پہلے ہوئی تھی۔“

آج کا دور ہے جنگ بدمع صدی پہلے کا دور نہیں اور دودھ کو کوٹ کر مچائی کی طرح ترقی یافتہ نہیں اس لیے دذریاں کو بھی کل کر مخالفت کرنے کا حوصلہ نہیں تھا۔ جبکہ دوسری طرف سے کوئی پیش رفت بھی نہیں ہوئی تھی۔ اس لیے اس نے خاموش رہا تھا مگر بچا ہوا جب ایک دن اس نے اپنی دوست کلوم سے اس رشتے کا ذکر کیا تو اس نے پوچھا۔ ”بھلاہہ ہے کون۔؟“

”مجھے زیادہ تو معلوم نہیں اس کے بارے میں دذریاں بولی۔“ پر راتہا ہے۔۔۔ سائیکلوں کی مرمت کرنے والی دکان میں کام کرتا ہے۔ ۲۰ سال کا ریتھ ہے۔“

”ریتھ۔۔۔“ کلوم نے تیرا جی بھری خوشی کے ساتھ پوچھا۔

”ہاں۔۔۔ کیا تو اسے جانتی ہے۔؟“

کلوم نے جواب دینے کی بجائے ٹپک کر اسے دلیوج

لیا اور بے اختیار اس کا ہوسہ لینے لگی۔۔۔ ”اے اے اے یہ کیا ہو گیا ہے۔؟“

”جھ۔۔۔ تیری قسمت پر پیار آ گیا۔۔۔ اور وہ تو کسی لکھی جبر سے کم نہیں۔۔۔ ہماری جی سی میں رہتا ہے۔۔۔ جاتے ہیں تو کیا اسے دیکھ کر آج نہیں جرتی ہیں۔۔۔ اس کے کس شادی شدہ ہوں۔۔۔ روتہ میں بھی۔“

لہجہ بھرکا ہے بڑا اچھا کھا کلوم کی زبان اس کی تعریف سن کر کرا لگے لہجہ دھڑکی تھی۔ ”یہ سائیکلوں کی مرمت کا کام تو پو پو کندہ ہے۔ ہاتھ پاؤں مناسب کالا ہو جاتا ہوگا۔“

تموڑے ہی دلوں کے بعد دذریاں اور ریتھ کی شادی ہو گئی تھی۔ جو کئی آئینوں دیکھتا کئی کہتا جانا سورج کی جڑوں سے۔۔۔ ساری لڑکیاں دذریاں کی قسمت پر رشک کرتی تھیں مگر خروخرو دذریاں اعدہ سے خوش نہیں تھیں۔

کیوں۔۔۔؟ یہ اس نے کسی کو بتایا نہیں تھا۔۔۔ نہ ہی کبھی اپنی کیا بات سے ریتھ کو کسی اس کا پتہ چلنے آیا تھا۔ البتہ کچھ دلوں کے بعد اس نے نکار سے دوبارہ ملنا شروع کر دیا تھا۔ ”دذریاں اٹھاپہ تو اپنے فیصلے پر پچھتا رہی ہے۔۔۔“

”سمال کرتا ہے تو بھی۔۔۔ اس نے غصہ ہی آہ بھر کر کہا۔“

لڑکی کا بھی کبھی کسی فیصلہ ہوتا ہے۔ وہ تو اس کا باپ کی کوٹھی سے بندو گئے ہوئی ہے۔۔۔ ”اتنا کہہ کر دوسری کی بھر چند لوں کے بعد نکلتی ہے۔“ ”قصہ تو یہ کہ اس نے ریتھ کے لیے تھا ہے تو اتنا بھی نہیں ہوا کہ کسی کو اپنے ریتھ کے لیے ہمارے گھر بھیجا۔۔۔ جو ان جہان بیٹیوں کے ماں باپ زیادہ دلوں گھر میں بٹھائے نہیں رکھتے۔ ریتھ کا رشتہ آ گیا۔ اس لیے میرے بڑوں نے ہاں کر دی۔“

شادی سے پہلے کسی ایک دن وہ بچارے سے لٹی تھی۔۔۔ دلوں نے خوب ایک دوسرے سے شکوہ کیا ہے کہ تھی۔

اپنے دل کی بھڑاس لٹی تھی۔۔۔ بھڑدزیاں لٹی تھی۔ ”شاید ہمارے مقدر میں جدائی ہی لکھی تھی۔ مگر میرا یہ شادی

شاید میرے لیے بڑی ہی ثابت ہو۔ جس طرح میں نے اسے مقدر کا لکھا کچھ کر قبول کر لیا ہے تو مجھے ہونے کی کوشش کر سب اس کے علاوہ کوئی اور چارہ کار بھی نہیں۔

اس نے بخار کو تو جوہلے کا مشورہ دیا تھا۔ مگر خود اسے بھلا نہ سکی تھی بخار اس کا دور پار دشت اور بھی تھا۔ شادی سے پہلے دیر میں اس کے گھر بھی آ جاتا تھا اور شادی کے بعد بھی گھر اور رشتے کے گھر بھی چلا جاتا تھا۔ جیکر دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر کسی بھی دور تہائی میں بھی ملاقات کر لیتے تھے۔ وقت گزرتا رہا۔ دیر میں ایک بچے کی ماں بھی بن گئی۔ لیکن وہ رشتے سے خوش نہیں تھی۔ بلا پروں کے تعلقات ٹھیک ٹھاک ہی تھے۔ رشتے کو بھی کسی محسوس نہیں ہوا کہ اس کی بیٹی دیر میں کیا بات ہے اسے پسند نہیں کرتی۔ رشتے کی اور دور محترم پر رہنے دار بھی بھی کہتے تھے کہ دونوں میں بیوی ایک دوسرے سے خوش ہیں۔ دیر میں اسے بھی کسی کو اپنے دل کی چھاس کے بارے میں سوچنے کا موقع نہیں دیا تھا۔ البتہ بخار سے اس کی خفیہ ملاقاتوں کا سلسلہ گویا جاری تھا۔ جب بھی اس کا دل زیادہ ہونے لگتا وہ اس سے ملنے چلی جاتی۔ ایک دن اسکی ہی ایک ملاقات کے دوران بخار نے اس سے کہا۔ ”دیر میں! تو اس طرح مجھ سے ملنے نہ آیا کر۔“

”کیوں؟“ کیا میں اتنی بری ہو گئی ہوں؟ کیا میں ڈان اور چیل ہو گئی ہوں کہ تجھے مجھ سے ملنے سے ڈر لگنے لگا ہے؟“

”مجھ سے نہیں مجھے اپنے آپ سے ڈر لگا ہے۔“

”اپنے آپ سے ڈر۔“ دیر میں اس سے اور قریب ہو گئی اور اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولی۔ ”کیا تو کافی مر رہی ہو گی؟“ اپنے آپ سے ڈر نے کیا کیا مطلب ہے؟“

”مجھے اپنے آپ کو سنبھالنا مشکل ہو جاتا ہے۔“ اپنے

جذبات پر قابو ہو رکھا۔ یہ کہتے کہتے اس پر ایک جنونی کیفیت ہی طاری ہو گئی تھی اور کچھ اپنے آپ کو قابو میں نہیں رکھ سکتا تھا۔ اور اسے جس بات کا ذوق تھا۔ وہ بات ہو گئی۔ پھر جب وہ وہیں شادی تو اسے شرمندگی کے وہ دہان حریف نہ رک سکا کہ اب دیر میں سے آگے نہیں کیے چارے کا۔ دوسری طرف دیر میں پرانی پر ایک مستی چھائی ہوئی تھی کہ اپنے آپ کو ہوا میں اڑتی محسوس کر دیتی تھی۔ بڑی دیر بعد اپنے آپ کو نازل کرنے میں کامیاب ہو گئی مگر اس کا رواں رواں کیوں تک سرشاری کی کیفیت میں جم رہا۔ اب اسے احساس ہوا تھا کہ اس نے بخار کو کھڑکھٹا نقصان اٹھایا ہے۔ تیس تیس سال کے بخار دار پائیں نہیں برس کے رشتے میں اتنا نمایاں فرق تھا۔ رشتے نے تو ایک دن بھی اسے جتنی سرت سے ہٹا کر نہیں کیا تھا۔ اسکی ماں کی آدھی خوشی بھی اسے بھی نصیب نہیں ہوئی تھی۔ ایک دن تہائی میں بیٹہ گر وہ بہت دلی اور اپنی قسمت پر قائم کیا کہ اس شادی نے اسے کتنے بڑے خرابے سے دور چار کر دیا۔

کئی دنوں کی کوشش بیکار کے بعد بخار نے ملاقات وہ ایک دم اس پر چڑھ ڈالی۔ ”کہاں مگر گئے تھے۔؟“ وہ بیچارہ سخت شرمندہ تھا ذرا توقف کے بعد سر جھکانے ہوئے نکلا۔

”تھما تھما بزم ہوں جسر اجا ہے مجھ سے۔“

دیر میں رونے لگی۔ اور وہ ڈر گیا۔ اسے چپ کرنا چاہا۔ اس کے آنسو پوچھنے کی کوشش کی تو وہ اور زیادہ شدت سے رونے لگی۔ ”بخارا تم نے۔۔۔“ یہ کہتے کہتے اس کی لپٹا بندھ گئی۔

”مجھے معاف کر دو۔“ یہ وقت تمام دھاتاقی کھرسکا۔

”نہیں معاف کر دوں گی۔“ دیر میں نے بڑی اپنی اعزاز میں کہا۔ ”تم نے مجھے کھوکھراپنے آپ پر ہی نہیں۔ مجھ پر بھی بہت ظلم کیا ہے۔“ اور اس کے پینے پر مارے مارے اسے لپٹ گئی۔ وقت بدستور دوڑتے ہوئے

ہوئی۔ ”میں ایک نامکمل زندگی۔۔۔ آسودہ زندگی بسر کر رہی ہوں۔“

بخار بکھلا بکھلا ہوا تھا کہ اس کی سمجھ میں نہیں آیا۔

”دیر میں! کیا کھد رہی ہے؟“ اس بات کا کیا مقصد ہے؟“ مگر دیر میں نے اسے زیادہ غور فکر کرنے کا موقع نہیں دیا۔ وہ ایک بار پھر جذبات کے دھارے میں بہہ گیا تھا۔ لیکن آج دیر میں کے اس جھلنے نے اسے نام ہونے کا موقع نہیں دیا تھا۔

”اب بھی تمہاری سراسر ہے کو دفا تو تا میری عمر وہاں دور کرتے رہو۔“ مجھے بھی خوشیوں سے ہٹا کر کرتے رہو۔“

بخار کو بھلا کی انکار ہو سکتا تھا۔ اس ملاقات کے بعد سارے بند میں کل گئے تھے جو اگلی ملاقاتوں میں ملنے کی چلے گئے۔ دونوں خوش تھے کہ گمشدہ لعل انہیں مل گیا تھا۔ ایک دوسرے کو کوٹنے کے باوجود ایک دوسرے سے مل گئے تھے۔ مگر بخار ڈرتا تھا اور دیر میں دیر میں سے کہتا تھا۔ ”دیر میں! ام لعل مارا سے پر چل رہی ہے۔ کسی خدا خواست ہماری یہ چوری چھپے کی ملاقات میں بڑی نہیں تو۔۔۔؟“

دیر میں ہنس پڑی۔

”کیوں؟“ ہنسی کیوں ہو۔۔۔؟ اس میں ہنسی کی کیا بات ہے؟“ بخار نے حیران ہو کر پوچھا۔

”چور کا پکڑا ہے جانے ہی کا خوف ہو تو چوری کیوں کرے؟“ وہ کیا کاٹا ہے۔“ بخار کیا توڑنا تھا۔؟“

”ہاں۔۔۔ یہ تو میں بھی جانتا ہوں، جو رو کر یا وہ مر گیا۔ مگر یہ تو کچھ ہے کہ سو دن چور کا۔۔۔ ایک دن۔۔۔“

”مجھ کو ہو۔۔۔ میں تمہیں بھانجے نہیں دوں گی۔۔۔“

میں دوسری بار انہیں بھوکے کاندھوں پر کھینچ کر کھینچ کر۔

”بھرا مال ان کی چوری چھپے کی ملاقات میں جاری رہیں۔ وقت گزرتا گیا۔ یہاں تک کہ دیر میں دوسرے

بچے کی ماں بن گئی۔ ایک دن رشتے نے اس سے پوچھا۔ ”یہ بچہ کا ہے؟“

دیر میں ایک دم چمک پڑی۔ ”کیا مطلب۔۔۔؟“

”مطلب یہ کہ اس کا سبب نہیں دیشیں۔“ دیر میں نے وضاحتی سے کہا۔ ”مگر اس کا مطلب نہیں کہ تم مجھ پر ایسا اور چما اڑا کر ڈالو۔“

دیر میں نے اگلی ملاقات میں بخار کو غور کر دیا تھا کہ اب وہ اس کے گھر نہ آئے۔ رشتے کو کوشہ ہو گیا ہے کہ میں تم سے چھپ چھپ کر ملتی ہوں۔“

”اگر نہ آئے۔۔۔؟“ اس میں تھا کہ مگر کتنا ہوں؟ وہ تو اسے دونوں کے بعد ہمارے ملنے سے بچے کو کھینچتا تھا۔

”مجھ کو فطش ہو گیا۔ وہ کھرا تھا۔ یہ بچہ کا ہے؟“ اس کا بچہ تھا اور وہ پرانی تو نہیں۔

”بخار جس دیا۔“ اُسے ہاں۔۔۔ یہ تو میں نے بھی نہیں سوا تھا۔“

دیر میں کی ہنسی اب آہستہ آہستہ پھر ہو گئی تھی۔ اب رشتے سے اس کے تعلقات بڑی تیزی سے بگڑتے جا رہے تھے۔ وہ بات بات پر بڑی کو کھنکھانے لگا تھا۔

دیر میں اگر کسی بات پر ترکی پر ترکی جناب دے دیتی تو اس کے گال پر پھیر مارنے سے بھی گر نہیں کرتا تھا۔ کسی بار اس کا ہنسی ہاں کاپی ہاں کی ساس سے اس کے بچے کی فطانت کرے لیکن یہ سوچ کہ اس نے ایسا نہیں کیا کہ اس طرح بات بڑھتی تھی تو کسی چھپے کی ملاقات میں خفیہ ملاقاتوں کی بات بھی سامنے آئے گی اور ان ملاقاتوں کے راستے میں

سراب کے بعد

دو صورت کا بد صورت تھا مگر اس کا دل بہت خوب صورت تھا۔ میں اسے اپنی کم عمری کی وجہ سے نفرت دے دیتی تھی۔ مگر وہ مجھے "محبت" دینے جا رہا تھا۔ شاید اسی لئے کہا گیا ہے کہ صورت نہیں سیرت چادری ہونی چاہئے۔ تو میرا میں صورت کا کپڑا سیرت کا شہکار تھا۔ اور میں کم ظرف صورت کو دیکھ کر اپنی دنیا اور آخرت دونوں بر باد کرنے پر تکی ہوئی تھی لیکن پھر اچانک ہوا کا رخ بدل کر اور میرے گناہوں میں بہا دیا گئی۔

ایم ایلیاس

ایک خودکشی کی چادر میں پٹی اپنے صحن کی دیوائی کی داستان جو اپنے صحن کے آگے گہرا کر کے کو چلتی تھیں

بعض اوقات انسان کیا سوچتا ہے اور کیا ہوتا ہے؟ میں نے جو سوچا تھا وہ پورا نہیں ہوا تھا۔ اس میں قصور کس کا تھا.....؟ میرا یا میری اس سوچ کا جو میں نے سوچا تھا۔ مجھے نہیں معلوم کہ جب کوئی لڑکی جوانی کی دہلیز پر قدم رکھتی ہے تو کیا سوچتی ہے؟ کیا خواب دیکھتی ہے لیکن میں نے آجائز جوانی میں جو سوچا اور خواب دیکھا تھا وہ یہ تھا کہ میرا شریک حیات بہت خوبصورت و چمکدار اور زائد ہوگا۔ لیکن میرے خواب دیکھا باز ٹھٹھے تھے۔ میں نے خواب و خیال میں بھی نہیں سوچا تھا کہ میرے والدین مجھے اپنے ہی ہاتھوں سے ساری زندگی کے لئے دردناک جہنم میں دھکا دے دیں گے۔ یہ کوئی میرے سوچنے والے باپ نہ تھے۔ سیکے والدین تھے۔

ابو نے میرے لئے جیون ساقی کا انتخاب کرتے وقت مجھے نہ تو میری پسند کے متعلق کچھ پوچھا اور نہ میری کوئی رائے لی اور نہ ہی انہوں نے راشد کے بارے میں کیا خیال کر دہ کس طرح بد صورت کا ہے۔ آیا وہ میرا جڑے ہے لیکن..... انہوں نے باپ ہونے کی حیثیت سے ایک سے ایک لئے بھی شاید یہ بات نہیں سوچی کہ میری بیٹی کے لئے وہ

کبھی بھی لحاظ سے سوزوں میں ہے اور یہ بے جوڑ ثابت ہوگا۔ ہر باپ کو اپنی بیٹی سے بہت پیار ہوتا ہے اور اس کی خوشی کو مد نظر رکھتے ہیں۔ معلوم نہیں انہوں نے راشد میں ایسی کون سی خوبی دیکھی تھی کہ اسے خود ہی پسند کر آئے اور پھر اس کا رشتہ بھی منظور کر لیا۔ انہوں نے کسی سے رائے مشورہ نہیں لیا اور نہ ہی گھبرا کر گھبرا کر دالوں کو دکھایا۔ یہ تعجب خیز اور ناقابل فہم بات تھی۔

ابو شادی بیاہ اور لڑکیوں کے معاملے میں دقیقہ دوسی خیالات کے آدمی تھے۔ اس جدید دور میں انہوں نے لڑکے کی صورت تک نہیں لی۔ جب کہ آج کل لڑکی اور لڑکے ایک دوسرے کو دکھا کر ان کی پسند یا پسند کی رائے لی جاتی ہے لڑکی کے پسند کرنے پر بات ختم کر دی جاتی ہے۔



راشدگی میں اور بہت کم سن ہوئے تھے۔ آئی قیصر وہ صورت
 فکل کی ایسی تھی۔ چاہے نظر رکھا دیتی تھی۔ باقی
 نے راشد کے چہرے نے بھائی راحت کو کھینچا تھا۔ وہ نہ
 صرف خوب صورت اور دلچسپ تھا بلکہ روز قدیم بھی تھا۔ اسی
 سے یہ اعزازہ کیا تھا کہ راشد کی سرخ و پید رنگت کا خوب
 صورت اور اسٹائٹ ہوگا۔ شادی سے صرف ایک دن پہلے
 میری دو ایک سلیپس اور شرٹ وار پہنوں نے مجھے بتا کر
 راشد کی بھی لگاؤ سے میرا جو نہیں ہے۔ اگر اس
 میں کوئی کشش ہے تو وہ کہ اس کی ملازمت بہت اچھی
 ہے۔ اور اہل پڑائیں بھی مضبوط ہے۔ بال بال دھڑکتی
 جب اسے راشد کے بارے میں سوچا تو کوئی کئی کئی
 آگزیٹیو تھی مجھ پر میں نے جو خواہاں کہ نہ جانے
 کتنے خوب صورت گل بنائے تھے وہ ایک ایک کر کے سہار
 ہو گئے۔ ایک ایک کو شادی کی کٹی خوشی ہوتی ہے۔ اس کا
 اعلاہ مردائیں کر سکا صرف وہی لڑکی کر سکتی ہے جس کی
 شادی ہو رہی ہے۔ شادی کی ساری خوشی ملیا میٹ ہو کر رہ
 گئی۔ اب چلوں کہ شادی میں ایک دن وہ گیا تھا اس
 لئے اب کچھ نہیں ہو سکا تھا۔ اگر وہ چارہ دن کل راشد
 کے بارے میں مجھے پتا چل جاتا تو میں کی سی نہ صورت
 سے اس شادی کو دیکھتا۔ اسے کوئی کشش تھی۔ اس میں
 شادی کرنے کے لئے کسی قیمت پر تیار نہ ہوتی۔ میں
 آخری وقت طوفان یا کوئی بگاڑ کر کرتی تو کوئی ساتھ نہ
 دیتا۔

میں بہت حسین اور بے اختیار پر کشش تھی۔ مجھ میں غیر
 معمولی دل کی طاقت اور چاہ تھی۔ مجھ پر جوانی فوٹ کر رہی
 تھی۔ مجھ میں جو وہ جہاز ہمارے ڈاکٹر تھا وہ نہیں اور بار
 وقار تھا۔ میرے جسم کے شیب و فراز مردانہ لڑکیوں
 اور کونوں کی توجہ کر لیتے تھے۔ خاندان میں کوئی لڑکی
 میرے مقابلے میں نہ تھی۔ میری دوسرا رنگت میں اور کیا
 مردوں کی کمزوری تھی۔ میں اور نہیں بھیجی چاندی
 بہو کی تلاش میں نکلتی ہیں اور لڑکے خواہوں میں دیکھتے

ہیں۔ مجھے اپنے حسن و جمال اور شباب پر بڑا انا تھا۔ کیوں
 نہ ہوتا اور کیوں نہ کرتی؟ جب کہ معمولی اور سارو لے
 رنگ کی لڑکیاں انسانی پھرتی ہیں تو کیا مجھے اس بات کا حق
 نہیں تھا کہ میں اپنی خوبصورتی پر انسانی پھرتوں کا
 کرد۔ میں ایک بھلی تعلیم یافتہ لڑکی تھی۔

میرا کم زور دھڑدار مجھے روتا ہوا دیکھ کر میرے گھر والے
 بھی کہتے رہے کہ میں ان سے جدا کی گئی تھی۔ میرے گھر والے
 ہو رہی ہوں۔ شادی والے روز ایک مرد سے کچھ کر لیں
 بنا دیا گیا۔ میں ایک تعلیم یافتہ لڑکی ہو کر بھی کسی قدر بے
 بس اور بھوری تھی۔

سہاگ کی پہلی رات میں میں نے راشد کو کھینچا تو دل پر
 ایک چاک پڑ گئی۔ میری پہنوں اور سلیپسوں کی غلط فہم
 کہا تھا۔ وہ ایک بد صورت شخص تھا جو ہر کے روپ میں
 ملا۔ ایک ایسا بے کشش مرد جسے ایک بد صورت اور کٹی
 پسند نہ کرے۔ میری سلیپس اور خاندان کی لڑکیوں میں
 جو شادی شدہ تھیں ان میں کسی کا شوہر ایسا بد صورت نہ
 ہوگا۔ وہ روز دراز مرد صنف متوا تھا لیکن بے رنگ تھا۔
 چہرے پر بچپن کے بچے کے لئے درختے۔ شادی میں
 شریک خاندان کی لڑکیوں کو نہیں دیا تھا کہ میں ایک بد
 صورت شخص کے بچے بنا دھڑکتی ہوں۔ بڑی بچہ نہیں
 ہوتی تھیں۔ کچھ مرد پیش اور ابوی سے کہے بغیر نہ کہ میں
 کر عارفانہ کی بات کی مراد ہی تھی؟

سہاگ رات ایک لڑکی کے لئے اس کی زندگی کا سب

ان میں سے لہو آنے کا تیلہ بچھے آپ چننا پڑا۔
 اس رات میں نے اپنے آپ کو ایک مردانہ کی طرح
 اس کے حوالے کر دیا اور جہز زیبائی سے برداشت کیا کہ جو
 میرا شوہر میرا چاہیہ کیا خاندان کیا تھا۔ میرے دل نے
 نہ تو کوئی خوشی محسوس کی اور نہ ہی وہ کیف و سرور محسوس ہوا
 جو ایک جوان لڑکی پہلی بار کسی مرد کی آغوش میں سہاگ
 کی پہلی رات پاتی ہے۔ مجھے ایسا لگا تھا جیسے میں کسی گدھا
 نشاندہ میں رہی ہوں۔ میں اس سے جلد سے جلد نہجات
 پانے کے لئے دل میں دعا میں مانگ رہی تھی۔ میری
 ساری زندگی میں میں کی لذت کے ناکہ نہیں آئے تھے کہتے
 ہیں کہ سوسلی پر بھی نیند آجاتی ہے۔ مگر مجھے پہلے کب
 لئے بھی نیند نہیں آئی۔ رات کے آخری پہر کب میں روٹیں
 طوفانوں کی زد میں رہی تھی۔

وہ ایک فاتح بن کر کمرہ خیز ہو گیا۔ طوفانوں نے مجھے
 تاخت و تاراج کر دیا تھا۔ میری حالت ایک متوح
 ملائی کی تھی ہو کر رہ گئی تھی۔ صحن سے پورا چور جوڑ
 جوڑ رو کر رہا تھا۔ اس نے کسی سے رہی سے مجھے نہ کیا
 تھا۔ تفسیر کیا تھا۔ میں نے نہ چاہتے ہوئے اس کے چہرے
 کو دیکھا۔ بڑے غور سے اور ترپ سے میرے دل
 میں نفرت کی شعلہ پلہ لگی۔ میں سوچنے لگی۔

اپنے دل میں نفرت کا زہر لے اس کے ساتھ زندگی گزار
 سکوں گی۔؟ میرے جسم کا ہلک سا ہلکا کر گیا ہے۔ گا۔
 صبح گنگار میرے بڑے آئینے کے سامنے کھڑی ہال
 سنوٹے ہوئے سوچ رہی تھی کہ دنیا میں میں ایک
 ہی حسین عورت نہیں ہوں جس کی شادی بد صورت مرد
 سے ہوئی ہو۔ ایسی خیار شادیاں ہوئی ہیں اور ہوتی رہتی
 ہیں۔ میں کی ایسی کئی حسین لڑکیوں اور بے پناہ خوب
 صورت عورتوں سے واقف تھی اور ان سے میری کئی دوسر
 ہوئی تھیں جن کے شوہر بد صورت اور بے پناہ بد صورت
 تھے۔ وہ ان کے ساتھ ایک پرست اور ذہنی زندگی گزار
 رہی۔ ان کے خوش رہنے کی وجہ یہ تھی کہ میری بھینس

نہیں آئی تھی۔ میں یہ بات سمجھنے سے قاصر تھی کہ ان
 عورتوں نے اپنے شوہروں کو کس طرح اور کیسے قبول کر لیا
 تھا۔ ان کی آغوش میں کیا وہ خندیں ہوتی ہوں گی؟ ان
 کے بوسے کراہت انگیز نہیں بن جاتے ہوں گے؟
 جب مرد انہیں اپنے بھندے بھندے کٹا نہاتے ہوں گے تو کیا
 انہیں ایسا محسوس ہوتا ہوگا کہ کوئی ہمیشہ یافت مردان
 کی جہز زیبائی سے بے ترستی کر رہا ہوگا؟ ان کی باتوں
 سے ایسا لگتا تھا کہ وہ اپنے آپ کو بڑے ادنیٰ مگر مجتہ
 اور خود پرکری کے شوہروں کے حوالے کر دیتی ہیں جنہیں خاص
 عورت بن جاتی ہیں۔

میرا کچھ خیال اور بھی آتا تھا کہ شاید وہ اس سے
 بھگور کر رہے ہوں کہ ان کے عبادی خدا ہیں۔ ان طاقت ور
 مردوں کے مقابلے میں وہ کم زور اور ناک صفت تھیں۔
 ان کی غلامی جس محرم مردان کی روح کے مالک تو نہیں بن
 سکتے تھے۔ میں نے غیر محسوس انداز سے یہ بات کی تھی کہ
 کیا وہ اپنے شوہروں کی آغوش میں دل پر پھر نہیں لگتی تھی
 ہیں؟ ان کا جواب پتا نہیں۔ وہ بغیر کسی تذبذب اور تامل
 اور بے دھشتی کے شوہر کی آغوش میں۔ قرب میں سرشاری
 اور بڑی محبت عورت کرتی ہیں۔

میری دور کی شہرت کا شہرہ میری ہم جماعت وہ
 بھگتی تھیں اور بہت حسین دیکھل اور طرح پر دیا تھی۔ اس کا
 شوہر موٹا بھلا اور کھار پتہ تھا۔ ایک روز میں نے
 اس سے مذاق مذاق میں کہا کہ شاید تمہارے
 والدین نے اسے ایک کٹھن سے تمہاری شادی کر کے اچھا
 نہیں کیا۔ تمہارا اس سے کوئی جوڑ نہیں۔ اگر میں تمہاری
 جگہ ہوتی تو خود کو کٹی کر بھی ہوتی۔ ایسے شخص کی آغوش کا
 تصور بڑا ہی کراہت انگیز ہے۔ تو وہ بری سے اس کے
 ساتھ جوڑا ہوا ذہنی زندگی گزار رہی ہو وہ بڑی لذت ناک
 ہوگی وہ دھیرے یہ یہ غلط فہم کر بہت ہو رہی۔ اس
 نے مجھ سے کہا کہ وہ دھیرے سے میری سے اس کا
 شوہر ہے اور اس کی محبت زندگی اور عزت ہے۔ وہ اس کا

کوئی بہانہ کر کے اسے رکھنے نہ دیتی اور اسے واپس اس کے گھر لے کر دیتی۔ وہ بڑا خوش تھا کہ کراچی پہنچ جانے سے پہلے اسے سوخا لے گیا۔ میں جلد ہی ہونے کی دعا کہیں مانگتی رہی۔

وہ کوئی ڈیڑھ ایکڑ کراچی میں رہا تھا۔ میرے لیے بے دن بڑے پر سکون تھے۔ رات جیسے ٹھوڑے بچ کر سوتی تھی اس کا وہ دن میں ٹپکتی نیند اور آواز تھا۔ وہ مجھے تانا تھا کہ کس طرح اس کے رات دن بے کیف گزر رہے ہیں اور ایک ایک دوسری کی طرح اس پر بھاری ہو رہا ہے۔ اس نے مجھ سے کہا تھا کہ میں کراچی آ جاؤں۔ بھئی نے اسے ایک بہت ہی اچھے ہوٹل کے کمرے میں رہاؤں تھا۔ وہی ہوئی ہے۔ وہاں پانچ بجے ٹار ہوا تھا کہ میرے کراچی شہر میں بڑا سن ریمپیاں اور ہسپتال ہیں۔ ساحل سمندر بھی ہے کبھی نے ایک ساحل سمندر پر بٹ لے رکھا ہے ہم کسی دن رات کے وقت وہاں جا کر تفریح کر سکتے ہیں۔ چاندنی راتوں میں نہا نہیں گئے تیریں گے خوشیاں اور مستیاں کریں گے۔ میں تمہارے لئے یہاں کا ایسا لپاس دوں گا جو میرا اور امریکہ کی عورتیں ساحل سمندر پر پہنتی ہیں۔ اس لپاس میں تمہارے حسن و شباب کی گھر بھر مایاں راتیں ہو جائیں گی۔ اس دن رات سہاگ کی پہلی رات کی طرح ہوگی۔ اس کی یہ باتیں بڑے پسند کی اور دل کو بردہ اپنے دل میں۔ یہ ذات کو تھوکر دیتی تھیں۔ میرے دل کے کسی کونے میں بھی یہ امران پیچے ہوئے تھے۔ میں بھی زندگی کی ان رنگینوں سے محظوظ ہوا اور لطف اٹھاتا چلتی تھی۔ اس کی بد صورتی آؤ سے آجاتی تھی۔ میں نے اس کے ساتھ کراچی جانے سے صاف انکار کر دیا تھا۔ علاج کا بہانہ کر لیا تھا۔ دوسری طرف میرا دل کراچی جانے کے بہت چارہ چارہ تھا۔ مجھے کسی اپنے دل پر پھر کھانا ہوا تھا۔ میں ریسپورڈ ساتھ ساتھ رہتی رہتی تھی۔

یہ دن کسی سہانے خواب کی طرح بیت گئے۔ جیسے ایسا کا

جیسے میں کسی پائندہ یہ شخص کے دست بند سے محظوظ رہی ہوں۔ وہ کراچی سے آیا تو ان کی کی طرح..... میں اپنے آپ کو طوفان سے کیسے اور کب تک بچا سکتی تھی۔ بکھرے کی اس کب تک خبر نہ سکتی تھی میری حال ایک ٹھکے کی تھی جو طوفان میں پس ہو کر رہا تھا۔ میں سرد لاش بنی رہی تھی اور کیا کرتی۔

اس نے ایک ہفتے کے بعد ایک اچھا مکان مال ٹاؤن میں کرایہ پر لے لیا۔ میری دلچسپی شادی ہونے والی تھی یہ مکان چھوڑنا پڑ رہا تھا۔ اس میں اس کی تلاش نہ تھی اور پھر کبھی اس کا کرایہ دے رہی تھی۔ اندھے کو کیا جانے وہ انھیں..... اس نے مکان میں اسے اور آواز دیا تھا۔ تھی۔ یہاں وہ دنوں کے سوا کوئی اور نہ تھا۔ تمہاری اور اس کی قربت میرے لئے سہاں دور تھی۔ ایسا لگتا جیسے ہم اس مکان میں اپنی سون مٹانے آئے ہوں لیکن یہ اپنی سون ہی نہ تھا۔ ایسا لگتا تھا وہ مجھے ٹھوکر کے لایا ہوا تھا۔ تمہاری ایک ایک لمبے سے فائدہ اٹھا لے کہیں میں اس کے ساتھ سے نکل جاؤں۔

راشد کو شادی کے گاڑی بھی دے رہی تھی۔ وہ شام کے وقت مجھے اپنے ساتھ کھانے..... پارٹوں میں اور دوستوں کے ساتھ ملے جانے چاہتا تھا۔ میں اس کے ساتھ جانے سے امتناع کر دیتی تھی۔ اس کے ساتھ جانا مجھے ایک آنکھ نہیں بھاتا تھا۔ بد صورت شوہر کے ساتھ نہیں جاتے ہوئے تھی سبھی اور شرمیلی کا احساس ہوتا تھا میرے حسن و حیا کی کوئی چیز ہی۔ میں عمارت کے احساس تھے لیکن وہ بھی کسی کی سی تھی کوئی اپنے گھر نہیں ملاتی تھی۔ شادی ہوئے تھیں ماہ کا عرصہ ہو رہا تھا۔ اب تک میرا انداز ہی اسی طرح نہایتیں ہوا تھا۔ میں نے سوچا کہ ہلکی سے کہوں کہ میرا شوہر اور اس کی حرکات و سکنات اور یہ ذاتیت اب تک ہوتی چاہی ہے۔ آخر یہ سلسلہ کب تک چلا رہے گا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی دن میں نفیابی مریض بن جاؤں.....؟

دوسری طرف میں نے راشد کو جیسے اپنا زرخیز غلام بنا لیا۔ وہ میرے اشاروں پر چلتے اور اپنے کاغذ ہوا۔ کبھی بن جاتے تھے اس کی امید نہیں تھی۔ میرے حسن جہاں سونے اسے کسی پتھر کی طرح پھلکا کر رکھ دیتا تھا۔ اس لئے کہ میں اس کی کمزوری بن گئی تھی۔ آخر میں کیوں نہ ہوئی تھیں حسن اور کشش کے خزانوں سے مالا مال ہو گئی۔ جب وہ چپکے اور ہلکے سے سولہ میں آتا تھا اور کسی دوسری طرح بند پائی ہو کر طرح طرح کی تحریکوں کے لگتا تھا تو اس سے بری طرح بے رفتی باقی باقی میری طرح جھڑک دیتی وہ دوسری طرح راستے پر آ جاتا تھا..... اسے بہت ترسائے اور پھلانے کے بعد پندرہ ویں دن میں صرف چند لمبے دو تھیں۔

میں اس کے ساتھ اس بے اعتنائی اور بے رفتی اور سرد مہری کا سلوک کرتی تھی کہ وہ مجھے طلاق دینے پر مجبور ہو جائے۔ اسے طلاق دینے پر اسی طرح آمادہ کیا جاسکتا تھا۔ اس کے علاوہ کوئی اور صورت نہیں تھی۔ اس سے طبیعت کی میری سب سے بڑی خواہش بن گئی تھی۔ طلاق کی صورت میں میرے لئے دوسری شادی مشکل نہ تھی۔ اس لئے کہ میں تو جوان اور حسین بھی تھی۔ میرا جواں جسم اور گداز خواہت سے عوامان میں اور لئے اور جانے والوں میں حسن و سیرت موجود تھی جو مجھے بچا کر لے جاتے تھے۔ میں نے اس سے نہایت پائے کے لئے شاہ فرخی شہر کر دی تھی۔ کبھی اس نے اس فنون فرخی پر بھی افس نہیں کی مگر میں محسوس کرتی تھی کہ اسے میری شاہ فرخی چاہی تھی پسند نہیں ہیں۔ وہ میری راضی کے کدے سے چپ رہتا ہے۔ میں رات کے کھانے کے بعد غریب سنگھار کا شہ خرابی کے لباس میں جو سب سے چاب کئے رہتا تھا شہ کو دکھاتا ہے۔ جاتے ہے۔ وہ بڑے دم میں میرے انتظار میں بستر پر دیک کر دوش بدلتا رہتا پھر میرے پاس آ کر قہر کی دیکر بیٹھ جاتا ہے۔ اسے اپنی دلی پائندہ ستانی

اور دیگر پر مگر اسوں کے محظوظ سے کوئی بھی دل نہیں نہ تھی۔ اس کی دل بھی کا کچھ صرف میری ذات تھی۔ مجھ میں جو جتنی خبر سکتی تھی وہ اس میں کہاں ہو سکتی تھی۔ وہ میرے بے اعتنائی سے دل شکستہ سے بستر پر چلا جاتا۔ ایک مرتبہ وہ ایسا بے پروا ہوا کہ مجھے گود میں اٹھا کر لے گیا اور میرا شب خوابی کا لباس چاد لیا۔ میں اس کے ہاتھوں کھلتا نہ تھی۔ میں نے بڑی حراست کی اور وہاں گیا لیکن میں تاکام رہی۔ جب میں نے اس کی خوب خبر لی اور کہا کہ میں کیسے چاہی ہوں تو اس نے میرے سامنے کاغذ پڑھے اور دھندلا کہ کیا وہ اس کی خبر نہیں کرے گا تو میں نے اپنا اور وہ بدل دیا۔ پھر اس نے اپنی حرکت نہیں کی۔

وہ کوئی نہیں چھینا تھا۔ اسے اس بات کا اندازہ تھا کہ جب وہ گہری نیند میں غرق ہو جاتا تھا تب میں اپنی بند کر کے بستر پر سونے کے لئے دروازہ ہلاتی ہوں۔ وہ میں برس کا پورا عمر تھا۔ اپنے فخر میں وہ بیچر کے عہد سے فائدہ اٹھاتا تھا۔ اس نے میری بے اعتنائی اور سرد مہری سے محسوس کر لیا تھا کہ میری حرکات و سکنات اور باتوں میں نفرت کی بو آتی ہے۔ میں اسے نفرت کرنے لگی ہوں۔ شادی کو چھ ماہ کا عرصہ ہو چکا تھا اس نے مجھ سے نہایت سے ہنسنے کوئی گہری محسوس نہیں کی تھی۔ اس کا خیال کر کے میں بھی نہیں کی تھی۔ اس سے بگڑی گئی تھی۔ جب اس نے اسے ہاتھوں کا احساس ہوا تھا وہ اس پر دیکھ کر ہنسنے لگا تھا۔ میری ایک دیر بے شاہی شدہ کی نیلوفر نے مجھ سے پوچھا کہ کیا تم اپنے شوہر سے خوش ہو؟ جب میں نے اسے ساری باتیں بتائیں تو اس نے پہلے تو مجھے بری طرح ڈانٹا اور پھر مجھے شہرہ دیا کہ اپنے شوہر کے ساتھ اس قسم کا سلوک نہ کرو اس لئے کہ وہ کسی وقت بھی بھگ سکتا ہے۔ وہ خوب صورت نہ ہوا تھا کیا ہوا.....؟ اس کے پاس گاڑی ہے اس کی ایک بیٹی ہے۔ اور اس کی ایک بیٹی ہے۔ اس کے دفتر میں بہت ساری جوان لڑکیاں

اور سین عورتیں بھی کام کرتی ہیں۔ میری ایک کزن بھی اس فتر میں چاب کرتی ہے۔ وہ بتاتی ہے کہ کچھ لڑکیاں ایسی ہیں جو چٹا کرکے دھاتی میں رہتی ہیں۔ اگر اس نے ان لڑکیوں میں دل رکھ لیا تو تم کیا کر گئی؟ اگر اس نے جسمیں طلاق دے دی تو تمہاری ذات اور خاندان پر بہت بڑا دھاوا چلا جائے گا۔

میں نے اس کی باتوں کو بھئی اور مذاق میں اڑا دیا اس لئے کہ میں دل سے جانتی تھی کہ وہ مجھے طلاق دے دے۔ اگر وہ فتر کی کسی لڑکی یا عورت میں دل چسپی لیتا تو میری صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا تھا۔ اور میری عمر میں یہ بات جانتی تھی کہ کوئی حسین اور جوان لڑکی راشد میں بھولے سے دل چسپی نہیں کی۔ کیوں کہ وہ بد صورت شخص ہے۔

میرے دو بے نئے اسے دل گرفتہ بنایا۔ اس نے مجھے نہ صرف اپنے ساتھ ہا رہے ہانا بنگر دیا بلکہ گھر میں بھی دیر سے آٹا شروع کر دیا تھا۔ ہم ایک کمر ایک صحت ستے انتہیں اس طرح رہے گئے تھے۔ رات کے کھانے کے بعد میں ٹی وی کے سامنے بیٹھ جاتی۔ فلمیں دیکھنے لگتی۔ وہ خواب گاہ میں لیٹا کوئی ناول پڑھتا رہتا۔ پھر میرا انتظار کے بغیر اس طرح سو جاتا تھیسے اس میری ضرورت اور طلب نہ ہو۔ اس نے مجھے چھوڑا اور یادداشت کا تباہ کر دیا تھا۔ وہ سدرمان کا سلسلے ہوئے تھے۔

ایک روز میں سر پیر کے وقت اسی کے ہاں جانے کے لئے تیار ہو رہی تھی۔ چوں کہ راشد کے رات دس بجے سے پہلے آنے کی امید نہیں تھی اس لئے میں وقت کڑا کر کے لئے جا رہی تھی۔ میں بھی شام کے وقت نیلوفر کی کسی اور کنبلی کے ہاں پہنچ جاتی تاد وقت کاٹ سکوں۔ اچانک لیلی فون کی بجلی بجی۔ میں نے ریسپونڈر اٹھا کر بیل کھانا تو دوسری طرف کوئی لڑکی تھی۔

”اس سے رازد کمال صاحب گھر پر تشریف رکھتے ہیں؟“ اس نے اپنی رشتی آواز میں پوچھا۔ ”اگر میں تو

ان سے بات کرادیں۔“

”کی نہیں۔۔۔“ میں نے جواب دیا۔ ”وہ رات دس بجے سے پہلے گھر نہیں آتے۔۔۔ شاید اس وقت دفتر میں ہوں گے۔“

”دفتر میں؟“ میں نے پہلے دفتر میں ہی فون کیا تھا تو معلوم ہوا کہ ٹھوڑی دیر پہلے ہی وہ دفتر سے نکلے ہیں۔۔۔۔۔ اس کا لہجہ بڑا یقین اور شاکست تھا۔۔۔۔۔ ”میں نے انہیں شام پانچ بجے کا وقت دیا تھا۔۔۔۔۔ اگر ان کا فون آیا۔۔۔۔۔ یادہ گھر آگئے تو ان سے کہیے کہ۔۔۔۔۔ ہا زمین کا فون آیا تھا۔۔۔۔۔ بلینز ایڈس۔۔۔۔۔ بہت بہت شکریہ۔۔۔۔۔ اللہ عاذا۔“

اس نے جواب سے بغیر پتھر ریسپونڈر کھدیا تھا۔ میں نے بھی ریسپونڈر کھدیا تھا۔۔۔۔۔ یہ نازین کون تھی؟ میں نہیں جانتی تھی۔ یہ پہلی عورت تھی جس کا فون آیا تھا۔ جب مجھے لگا نیلوفر کی بات یاد آئی اس نے کہا تھا کہ میری سر مہر کی ہے رشتی اور بے اعتنائی سے راشد بھگ سکتے ہیں تم اس کی بھری ہو اسے یہ سن پہنچتا ہے کہ جب اس کا دل کرے میں باور دانی اور علیحدہ زجیت ادا کرنے تم اسے چھوئے اور ہم آغوش سے روک نہیں سکتی ہو۔ تم نے جو بتایا تھا کہ اس رات وہ اپنے جذبات کا اس طرح سے نشانہ بنایا جس طرح اسے اپنے جذبات کا اس طرح سے نشانہ بنایا جو رات اور ایک انوکھا انداز لڑکی کو بے رحمی کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ تمہارا دفاع اور مزاحمت کوئی کام نہ سکا۔ تم نے اسے بہت بری طرح ہماڑ دیا۔ یہ تم نے اچھا نہیں کیا۔ اسے تم آہوریز کی زیادتی اور بے رحمی کا نام نہیں دے سکتیں۔

اس نے کہہ دیا تمہارا شوہر ہے۔ میرا شوہر میرے ساتھ اس طرح جیسا آئے تو میں خوش اور سرشار ہو جاؤں۔ اس لئے میں ایک عجیب طرح کی نظاٹ انگیزی ہوئی ہے۔ اس اور میرے ہونے کے بعد شوہر میں بہت کم دالیا نہ جن شوہر جیسی ہوئی ہے۔ ایک دگر اعداد ہوئے۔ عورت مرد کی گرجی اور جد ہا بیت کو ترستی ہے اور خواہش کرتی ہے کہ ہر رات سہاگ کی پہلی رات کی طرح ہو۔

میں نے ان تمام خیالات کو بھجک دیا۔ کیوں کہ ایک فزکی کا فون کرنا یہ بات ایک طرح سے اچھی تھی اور میرے حق میں جاری تھی۔ اور پھر یہ کہ میرے حق میں جاری تھی۔ وہ دوسری عورت کے چکر میں پڑ کر مجھ سے نہات پانے کے لئے مجھے طلاق دے دے اور اس بات کا سو فیصد امکان تھا کہ مجھے طلاق دے سکتا تھا۔ آج کا دن میرے لئے خوشی اور تباہی کے دن کی طرح تھا۔ میں نے اس عورت کے لب و لہجے میں اور اس کی گفتگو کی آواز سے محسوس کیا تھا کہ وہ ایک خوب صورت اور حسین قسم کی لڑکی ہے۔

آج رات راشد بہت دیر سے گھر آیا تھا۔ وہ تقریباً ساڑھے گیارہ بجے آیا تھا۔ جب سے اس بات کا احساس ہوا تھا کہ میں اس سے سخت غمزدہ ہوں شادی کو تین دن گزر جانے کے بعد میری سر مہر کی میں نہیں آئی ہے جب سے دوسرے سے گھر آئے لگا۔ اس رات کا بھی اس نے بہت اثر لیا جب اس نے مجھے اپنے بازوؤں کے زور پر قابو کر کے بے بس کر دیا تھا۔ میں باوجود کوشش کے اس کی گرفت سے نکل نہیں سکتی تھی۔ میں نے اسے خوب غنائی بھی کہہ کر بھیڑی۔۔۔۔۔ ورنہ مفت اور دوشی ہو۔ میں نے اس سے بھی دیر سے گھر آنے کی پیشکش بھی کی اور دوسری میں نے اس کی ضرورت محسوس کی تھی۔ وہ گھر میں داخل ہوتا تو اس کا چہرہ ساہٹ ہوتا۔ سیدھا خواب کا شہ جلا جاتا۔ بکڑے بدل کر نہتہ جگر دھو کر پانہا کر کھانے کی میز پر آتا۔ میں چوں کہ کھانا کھا چکی ہوتی تھی اس لئے وہ اکیلا خانوٹی سے کھا کر اٹھ جاتا تھا۔ بھی کسی اس کے اور میرے درمیان چند رگی جھلوں کا جال نہ ہوتا۔ وہ اپنے کمرے میں چلا جاتا اور میں برتن سینٹ کر دھو کر فٹسٹ گاؤں میں جاتی۔ بھی کئی اونچی اڑیٹھن فلم آتی ہوتی تو میں اس کی ڈی وی نیلوفر کے ہاں سے لارڈی وی ڈی پر کھیتی۔ تم نے میرا کونجی تو میرے دل پر ایک چوٹ کی گئی۔ میں سوچتی کہ کاش میرا شوہر بھی اس کی سیر دیکھتا

ہوتا اور اس میں کے بازوؤں میں سا جاتی وہ میرے چہرے پر بھجک جاتا۔

آج وہ آتا تو بیکر بولا ہوا شخص لگ رہا تھا۔ اس کا چہرہ کسی ان جانی خوشی سے دمک رہا تھا۔ اس کی سرشاری سے میرے دل کا ایک ان جانا خوف سا دامن کر ہوا کہ کچھ سے کہن مانی نہ کرے اور اس رات کی طرح فٹسٹ گاہ سے گود میں اٹھا کر بیلردم میں ملے جائے۔ پھر قابوس کر کے بے بس نہ کر دے۔ اس کا امکان بھی میں تھا کہ میں دن سے میں نے اسے چھوئے اور بوسہ لیکے نہیں دیا تھا۔ اگر وہ مجھ لڈی کر تا تو میں اسے باز نہیں رکھتی تھی۔ میں نے اسے نازین کے ٹیلی فون کے بارے میں بھی نہیں بتایا۔ آج اس نے مجھے ذرا بھی لفٹ نہیں دی اور دنی دیکھنے کی ضرورت محسوس کی۔ پھر وہ بیلردم کی طرف بڑھ گیا۔ میں کھانے کا پیسے کے لئے بیلردم کی طرف گئی۔ پھر دایز پر رک گئی کہ کہیں وہ اس خوشی میں چپکنے کی کوشش نہ کرے میں نے دیکھا کہ وہ دھماکہ مچنے کے آئینے کے سامنے کھڑا ہائی کی گر کھول رہا تھا اور کئی فلمی گیت گنگنا رہا تھا اور ہمارا قہار اس کا چہرہ کی تیز روشنی کے بلب کی طرح روشن تھا۔ اس کی آنکھوں میں سرسرت کی سرخی پھول رہی تھی۔

”کیا آپ کھانا کھا چکیں گے؟“ میں نے کڑوا سا منہ بنا کر ہونے پر چھانے۔ میں بیز پر کھانا چن رہی ہوں۔ آپ بدلتے سے آج بھی۔۔۔۔۔ ”کھانا۔۔۔۔۔“ اس نے جواب دے دینے وقت میری طرف پلٹ کر دیکھا بھی اس گورا نہیں کیا۔ ”کی نہیں۔ میں اپنے ایک دوست کے ہاں کھا کر رہا ہوں۔ پیٹ بھر اہو ہے۔ میں نے نہیں بتانے کے لئے فون کیا تھا کہ سر پیر کے وقت میں رات کا کھانا کھا کر آؤں گا۔ تم میرے لئے کھانا نہ کرنا۔۔۔۔۔ پھر ایک بجے بعد۔۔۔۔۔ شاید تم گھر پر نہیں تھیں۔ شاید کسی کنبلی کے ہاں چل گئی تھیں۔“

”ہاں۔ میں سر پیر کے وقت گئی ہوئی تھی۔“

جان نہیں اور صاحب کے جانے کے بعد اُن کی قسمیں..... صبح
میں نے صاحب کو آپ کا پیغام پہنچا دیا تھا.....“
”کیا ہیں..... میں وہی کس دو.....“ میں بڑبڑای گی۔
دوسرے لمحے میں نے اپنے آپ کو کنوئیل لایا مگر میں نے
مزید وہ لینے کی غرض سے پہنچا..... آپ کا بہت بہت
شکریہ کہ آپ نے صاحب تک میرا پیغام پہنچا دیا..... کیا
صاحب فخر میں سوچ رہی ہیں؟“
”نہیں ہیں.....“ اس نے جواب دیا۔ ”وہ کس
صاحبہ بٹ کے ساتھ کھے ہوئے ہیں..... کیا کوئی پیغام
دینا چاہتے تھے.....“
”کیس صاحبہ بٹ کو ن صاحبہ ہیں.....؟“ میں نے
پہنچا..... آپ کو زمّت نہ ہو تو بتا دیں..... کیوں کہ اس نام کی
میں.....؟“

میں ان کے ساتھ رہی ہیں۔۔۔ کراما نے ہی تو جب
 کر لیا تھا۔۔۔ اور میں آج اس ہوٹل کا کل آیا ہے۔۔۔
 سات ہزار سات سو۔۔۔“

”اوہ۔۔۔“ میں بے ہوش رہا۔۔۔ سوچنے لگی کہ اس سے کیا
 کہوں؟۔۔۔ اس نے رانا کے سارے کروت بیان کر
 دیے تھے۔ ایک بار ہاتھ کا موصوف نے بیکریٹری کو بھی
 نہیں بخشا۔ اس نے اس دل جلے بھئی میں ساری
 باتیں کہہ ڈالی تھیں۔۔۔

”کس شاعر نے چوہدی۔۔۔ کوئی پیغام تو نہیں ہے۔۔۔؟“

میں اس کا کیا قصداً نہ ضرور دوں؟ آپ کو خیال تو نہیں
 کرسکتی؟

کرتا پھر بے ہمتی کے بلے۔۔۔ ہمتی جوتی۔۔۔ چھاپے
اس نے جتنی جلدی جان چھوٹ جائے۔
میں سکون اور خوشی کے لئے مانتی ہے آپ کی طرح
ترپ رہی تھی۔ یہ مجھے اس طرح لگتی تھی کہ وہ طلاق
دے دے۔ اس کے لئے ایک ہی راستہ اور ایک ہی تدبیر
تھی کہ میں اس سے نفرت اور خواریت سے پیش آؤں اور
مسلمان بنی کے تعلقات نہ رکھوں۔ اگر اس کے قریب آتا
چاہا تو ہمارا دوسرے۔۔۔ یہ جڑوں کن۔۔۔ ساتھ کھل کر میرے
ڈرائے پھر رہے ہو کیا اس نے جی نہیں سمجھا؟ شاید یہ بیغض
میں کن کر رہی ہیں اور چاہے اور میں اس سے ناگوار افکار
اور عقائد پر چل کر نہیں جاؤ گا۔ میرے خاندان میں ایک طلاق کا
سلسلہ جاری تھا۔ ہر ایک کن کر کا شوہر بد حسن سے
تعلقات استوار کرے ہوئے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ میری
کزن خیم بیچوں کی ماں تھی۔ پردوں میں ایک عورت جن
کی آمد و رفت تھی۔ گو میری کزن سے خوب صورت اور
خوبش خلق تھی۔ میری کزن جس برس کی تھی۔ وہ عورت
جیسا کہ میں اس کا شوہر دیکھ میں طاعت کرتا تھا۔ اس
کی کوئی اولاد نہ تھی۔ صرف ایک بوڑھی ماسی تھی۔ جو رات
کو خواب اور گولیاں کھا کر سو جاتی تھی۔ پھر ان بی بی کے
ہاں کاروبار تھا کہ ایک دن اس کی اس عورت کا شوہر
جیسا کہ میں صرف ایک بیٹے کے لئے آتا تھا۔ اس کی
بھوی تھی کہ آخر میں کس لئے اتنا کام ہو؟ ہمارا اپنا
یکہ میرے اور ایک کمرہ کرنا یہ ہر اٹھایا ہوا ہے جس نے اتنا
کر لیا تھا کہ ہمارا زندگی آسانی سے گزربہ ہو سکتی
ہے۔ لیکن اسے دولت کمانے اور بڑا آدمی بننے کی دھن
سوچ تھی۔ اس کے جنون نے بیوی سے یہ دیکر کیا کیا تھا۔
بھوی شوہر کی بھائی کے فرات میں چلتی رہتی تھی۔ اس کے
بہذات و اسامات کی گھر نہ تھی۔ پھر ایک دن وہ
میری کزن کے شوہر کی بھوی میں یکے ایک طرح کر پڑی
تھی کہ وہ زمانہ جہنم کا قلم ہو گیا۔ یہ میری کزن کو
سکے ہو ایک فیض تھی۔ ایک روز پردوں کی آسانی

خواب گاہ میں آکر کپڑے بڑے ہلٹیاں سے بڑے کھڑکی
تین چار مہینے اس کی نظروں کے سامنے بے غامخ ہوا
کی طرح رہی۔ وہ درجہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ میرا خیال
تھا کہ مجھے اس حالت میں دیکھ کر خود پر کاہنہ پانے کا
میرا ہاتھ پکڑ کر برسر میں بھیجے گا۔ میں اس کے بالکل
سامنے تھی لیکن قاتل شاہنشاہ۔

دوسری دن شام پانچ بجے وہ دفتر سے گھر آیا تو میں نے
سوچا کہ شاید اس کی عیادت کے لئے اسے دھکار دیا ہو۔ اس
لئے آج وہ جلدی گھر آ گیا کہ گھر میں بیٹھیں پانی ہوئی
ہے۔ رات اس نے جو مجھے کپڑے بدلے دیکھا تھا اس
سے یہ سمجھا کہ میں رات اسے خوش کرنے کے سوا میں
کچھ نہیں کر سکتی۔ کیونکہ اس حرکت سے فائدہ اٹھایا جائے۔ لیکن
اس نے میرا اعزاز و فلاح بہت کر دیا۔ اس نے فیض بٹانا اور
فصل کیا۔ جب کہ وہ روزی و شبہ اور فصل کا تھا۔ آج صبح
بھی کیا تھا۔ پھر اس نے کپڑے بدلے۔ شادی و ملاسوٹ
فکال کر پہنا میں اسے تیار ہوتا ہوا شست گاہ سے دیکھتی
رہی تھی۔ وہ تیار ہو کر آیا اور پھر اس نے کہا۔

”میں ایک لمبی تقریر میں شرکت کرنے کے لئے
جار ہاں۔ رات دس گھنٹہ ہو چکی۔ تم لیکن گھر پر کہ
کیا کر رہی۔“ کہو تو میں نہیں جہاد ہی کے ہاں چھوڑنا
چاہوں۔ جلدی سے تیار ہو جاؤ۔ گئیں مجھے رہ نہ ہو
جائے۔“

میں نے اس کی بات سن کر اسے آکر اس کے خیال
سے سوچا کہ کہہ کر دیکھوں۔ کہنے میں کیا حرج ہے۔
دیکھوں کیا کہتا ہے۔

”میں ای کے ہاں رہنے کے لیے جانا چاہتی ہوں۔“
میں نے کہا۔

”صرف انہیں بلکہ کچھ دن رکنا چاہتی ہوں کیا داک
چاہوں؟“

”چلی جاؤ۔“ اس نے بے نیازی سے جواب دیا۔
”جتنے دن رکنا چاہو رک جاؤ۔ اس میں تو پھینے کی کیا بات

ہے؟“
اس کا جواب سن کر میں بہت حیران ہوئی۔ دوسری
طرف خوشی بھی ہو رہی تھی۔ حیران اس بات میں کہ اسے
مجھ سے ایک رات میں ہمدار ہوا منکر نہیں تھا لیکن اب وہ
بکھودہ ای کے ہاں رہنے کی خوشی سے اجازت دے رہا
تھا۔۔۔۔۔ مجھے خوشی اس بات سے ہو رہی تھی کہ کچھ دنوں تک
اس کی انہیں صورت دیکھنے کو نہیں ملے گی۔ وہ میری جدائی
میں کسی ماہی ہے آپ کی طرح ڈنڈا رہے گا۔ اور اس کی
ساری ساری رات اگلے دن پر ٹوٹی ہوئی گزرے گی۔

کیا ہوا جو وہ دوسری ٹریڈوں اور عورتوں کے ساتھ رنگ
راگیاں مٹاتا ہے۔ ان عورتوں میں مجھ جیسی عیسائی عورتوں
میں بھی ایک تھیں۔ لیکن وہ بکھودہ ایک رات ہی میں ایک شہ
سیلیاں سمیٹتی تھیں کہ جہاد اٹھ گیا ہزار ہاں ہے۔ جہاد ہاں شوہر
کسی اور عورت کی طرف نہیں دیکھ سکتا۔ اسے راتوں کو
میری یاد ستانے کی۔ میری جدائی شاق گزرے گی
۔۔۔۔۔ میری حسرتاں بایاں تو پائی گی۔ کہ کہہ میں اس سے
بکھی گرم جوشی سے جوش نہاں گی۔ نیلوفر کے مشورے کے
مطابق دن میں ایک بار میں اسے خوش ہونے دیتی
تھی۔ بڑی ناگواری اور تنہائی اور سرد دہری سے مجھے سرد
لاں ہوں۔ گڑی کھیل گولی دوا ملتی سے اتاری ہوں۔

اس میں جذب میں نے خود پر دہری سے جوش آنے کی
حالت میں کئی تھی لیکن وہ تو جیسے ایک اور درہم مفت تھا
جس بات کا خیال نہیں کرتا اور نہ محسوس ہوتا تھا کہ میں
اس کے ساتھ کسی طرح سے جڑ پائی ہوں۔ بس وہ تو ایک
گدھہ بن جاتا تھا۔ اس کی ہلکائی اور مردود ہونا میرے
قریب ہی نہ سمجھتا کہ اس بے کیف لہجے سے تو جہر ہے
کہ آری ایک لمبی نیند لے کر اٹھے۔ میں نے دل میں
فیصلہ کر لیا تھا کہ میں ای کے ہاں ایک مہینہ رہوں گی۔ اگر
وہ درہان میں آکر لے گیا اور مجھ پر دھڑکی کی طرح ٹوٹ
کر وہ مجھے جلد سے جلد اپنی زندگی سے لٹا لے مجھ پر ہو

جا گیا یا پھر مختل ہو کر تنہا غلط میں اپنا وہ فیصلہ بنا دے گا
جس کے لئے میں بے چین رہی ہوں۔

اس سے اتنا بھی نہ کہہ کر وہ میرے تیار ہونے کا انتظار
کرتا اور ای کے ہاں چھوڑنا چاہتا تھا۔ اس نے اس لئے
میرے تیار ہونے کا انتظار نہیں کیا کہ اسے رات دس گھنٹہ
تھی۔ لیکن وہ چون کہ وقت پر پہنچنے کے لئے یہ بات تھا
اس لئے مجھ سے معذرت کر کے نکل گیا۔ میں ای کے
ہاں جانے سے پہلے نیلوفر کے ہاں چلی گئی تاکہ ایک ڈیڑھ
گھنٹہ گزراؤں۔ ای کے ہاں جا کر کیا کروں۔ اب تو ای
کے ہاں ایک مہینہ ہی رہا تھا۔ اور میرے پاس دفتی
تھا۔ نیلوفر سے حال دل کہہ کر اپنی بیگ لٹائی۔

نیلوفر کے ہاں ایک عورت بھی بائیں کمری تھی۔ اس
عورت کی عمر پچیس سال تھی۔ اس کی بیوی۔ بلاشبہ وہ
سے کچھ کم عمر اور پرکشش تھی۔ میں نے اس کے
حسن و شباب اور چسپائی شباب کو سراہا۔ اس نے کیا قسم
اور کیا رعایت پائی تھی۔ نیلوفر نے ہم دونوں کو آپس میں
تعارف کرایا۔ اس کا نام صاف تھا۔ میں نے محسوس کیا کہ
وہ بے حد اداس اور مضموں ہے۔ دل گرفتہ اعجاز میں بائیں
کمری تھی۔ اس کی اس طرح کی میری مجھ سے ملازمتی۔

کیوں کہ دل میں اچھا چہرے سے ابھر کر نکلتی تھی۔
”تم بڑے اچھے موقع پر آئی ہو۔“ نیلوفر نے کچھ دیر
کے بعد ایک موقع پر کہا۔ ”تم صاف ایک زندگی سے سخت
سیکھو۔ اس نے وہی عین ٹھٹکی کی جو میں کمری ہوں اور
مزے کرنا چاہتی ہو۔۔۔۔۔ وہ فطرتی اس کی ساری زندگی کا
روگ بن گئی ہے۔ میں سوچ رہی تھی کہ میںیں لمبی فون
کر کے ملاؤں۔ یہ ایک اچھا خیال ہے کہ تم خود ہی آگئی ہو۔“
”بھئی فطرتی۔“ صاف سے نیلوفر کی بات سن کر
میری طرف حیرت سے دیکھا۔ ”کیا آپ کی شادی ہو چکی
ہے۔؟“

”طلاق کی حماقت۔“ عاقبت ڈانڈیٹھی۔۔۔۔۔ میرے
جواب دینے سے پہلے نیلوفر ہل گئی۔ ”اس کی شادی کو

چھ سات مہینے ہو چکے ہیں۔ یہ بھڑک رہے شوہر سے
طلاق لینے کیلئے نفاذ تیار کر رہی ہے۔ راستہ ہموار کر رہی
ہے۔“

”وہ کس لئے۔؟“ صاف سے بڑی بڑی خوب
صورت اور سیاہ آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ ”کیوں
آپ کے شوہر آپ سے عمر میں پچیس تیس برس بڑے۔۔۔۔۔
یا پھر کلام و جہاد اور کئی مزاح محسوس نہیں ہیں۔؟ ان
مردوں کو کچھ اور پرکشش اور جوان عورتوں سے شادی
نہیں کرنی چاہئے جو کئی مزاح واقع ہوتے ہیں۔۔۔۔۔“

”جہنم ایسی کوئی بات نہیں ہے۔“ نیلوفر نے فطرتی میں سر
ہلا دیا۔ ”اصل بات یہ ہے کہ ان کے شوہر ہمارا کار کالے
رنگ اور بد صورت ہیں۔۔۔۔۔ یہ جگہ سن چوں کہ غصہ فام
ہیں اس لئے اپنے سیاہ فام شوہر سے نفرت کرتی ہیں۔
شادی سے خوش نہیں ہیں۔ اور۔۔۔۔۔ ان کی تنہا اور سب
بڑی آرزو یہ ہے کہ اپنے سیاہ فام شوہر سے طلاق
لے کر کسی خوب صورت مرد سے شادی کر کے گھر بسا
لیں۔۔۔۔۔ جیسے بہت سارے امیدواران سے شادی کی راہ
دیکھ رہے ہیں۔“ نیلوفر کا لہجہ مٹھرا ہوا تھا۔

”کیا آپ طلاق لینے کے بعد اس بات کی امید ہے
کہ آپ کی دوسری شادی جلد ہو جائے گی۔؟“ صاف سے
نے مجھ کو محسوس سے میری آنکھوں میں ہانپتے ہوئے
پوچھا۔ ”کیا آپ نے کسی سے اس لگائی ہوئی ہے۔؟“
”کوئی نظر نہیں ہے۔“

”تمی ہاں۔۔۔۔۔“ میں نے سر ہلا دیا۔ لیکن میں نے نہ تو
کسی سے اس لگائی ہوئی ہے اور نہ ہی کوئی نظر میں موجود
ہے۔“

”تو پھر آپ نے کیسے یقین کر لیا۔۔۔۔۔“ وہ سوالیہ
نظروں سے دیکھنے لگی۔ ”کیا آپ کو خوش فہمی ہے کہ کوئی
۔۔۔۔۔“

”آپ جانتی ہیں کہ حسین اور پرکشش لڑکیوں کا کیا
کال ہے۔“

میں نے سر ہلادیا۔" اس لئے جلد دوسری شادی کی توقع ہے۔

"یہ بات آپ قلم از وقت اسے اعتماد اور وثوق سے کہنا پڑ گھری ہیں۔" وہ میرے ساتھ جہاز سے ملے نہیں لگ رہی تھی۔

"اس بنا پر کہ..... میرے خاندان میں دو تین لڑکے مجھ سے شادی کرنے کے خواہش مند تھے..... میری شادی تیار کرنے کی..... خاندان کے کسی لڑکے سے میری شادی ہو جاتی پھر میری تمنایں پور ہو جاتیں۔ اس لئے میرے ابو نے ان میں سے کسی ایک سے شادی کرنے کے بجائے میری شادی خاندان سے باہر کر دی۔ پھر لڑکے والے خاموش ہو گئے۔ راجسٹی اور بدعری نے ہو گئی۔"

"دینے کے شوہر..... حراج..... دانت اور طرار کے کیسے ہیں؟ کیا وہ صاحب حیثیت ہیں؟" وہ جیسے برا انڈولے رہی تھی۔

"پول تو ان میں بہت ساری خرابیاں موجود ہیں..... مجھ سے بہت محبت کرتے ہیں۔ محبت شاید اس لئے ٹوٹ کر کرتے ہیں کہ میں بہت سین ہیں..... شاید اس وجہ سے میرا خیال بھی بہت رکھتے ہیں۔ اخلاق اور لکھار ہیں..... اپنے دفتر میں جو کچھ ٹیکس کی فرم سے اس میں منجبر کے حقد پر ہیں..... میں نے تفصیل سے بتایا۔ ان میں صرف خرابی ہی ہے کہ وہ بد صورت ہیں۔"

"آپ صرف اتنی ہی بات پر ان سے طلاق لے رہی ہیں؟" اس کے لیے جس شدید حیرت بھی تھی۔ "یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔!"

"آپ کے نزدیک یہ کوئی بات ہی نہیں؟" "میرا لہجہ بد ہو گیا۔" یہ تو میرا دل ہی جاتا ہے کہ میں ایک بد صورت شخص کی بیوی بن کر کس کرب اور ذلت اور محنت سے گزر رہی ہوں..... مجھ پر تو قیامت ٹوٹ پڑی ہے..... میں بتائیں سکتی ہوں کہ مجھے اس کے ساتھ نہیں آتے جاتے اور نہ سمجھیں کو کھر بلانے کی خیالات اور

کراہت ہوئی اور شرمندگی اٹھائی پڑتی ہے۔"

"اگر آپ نے اپنے شوہر سے طلاق لے لی تو یہ سمجھے کہ..... آپ نے خود ہی جیروں پر کھڑی ماری ہے..... وہ سچی کہہ رہی ہے کہ میں نے جو سات برس پہلے ایسی ہی ٹھٹھکی کی تھی جس کا فائدہ آج تک بھگت رہی ہوں....."

"میں صرف اتنا تھا کہ میرا شوہر بد صورت نہ تھا۔ وہ ایک معقول شخص تھا۔ وہ میرے خراب پورے نہیں کر سکتا تھا..... میں ایک خراب بک نہ زعمی جا چکی تھی۔ گاڑی ہو..... نہایت آراستہ اور لکڑا دھگر ہو..... اسے ہی ہو....."

"شہزادوں کی طرح رہوں۔ زعمی بھی میری طرح مسین اور رنگین ہو..... یہ وہ بات تھا کہ میں نہیں صرف محبت سے بالال کر سکتا ہوں۔ تم جو چاہتی ہو وہ میرے پس کی بات نہیں ہے۔ میں اس سے کیا کر سکتا ہوں اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے..... پھر میں نے اپنے حسن نے دم میں آکر اس سے طلاق لے لی۔ شادی سے پہلے میرے خاندان میں بہت سارے مرد مجھ سے شادی کے خواہش مند تھے۔ لیکن طلاق لینے کے بعد کوئی بھی مجھ سے شادی کر کے کھر سنے کے لئے آئے نہیں جو بھلا اس لئے کہ مجھ پر طلاق کا دار لگ چکا تھا۔ ہمارے معاشرے میں اس سے بدنامی اور عورت کے لئے کوئی نہیں ہے۔"

"طلاق لینے کے بعد میں ایک شوہر زدہ ہو کر رہی۔ میرے دودھ سے جیسے شخص اٹھ گیا۔ لوگ مطلقہ کو بڑی نفرت اور عداوت کرتے دیکھتے ہیں۔ میں نے جس بنا پر طلاق لی اس نے مجھے اور گوارا دیا۔ میں ذات آزمیزی زعمی نہ گزرائے گی۔ میں چاہتی تھی کہ میری شادی ہو جائے۔"

"کسی بھی مرد سے..... اب میں ایسے خراب نہیں دیکھوں گی جس نے مجھے اپنی ہی خردوں میں ڈبلا اور بدنامی کر دیا۔ آخر میرے گھر والوں کی پانچ برسوں تک دودھ و دھپ کرنے کے بعد میری شادی ایک ایسے مرد کے ساتھ ہو گئی جو بڑا دھار اور مہاراجوں کا باپ ہے۔ اس کی بھلی بیوی میری ہے۔ اس شخص سے شادی کرنے کے بعد میں

خوش ہوں اور نہ سکون سے ہوں..... وہ مجھے کالیاں دیتا اور مارتا بھی ہے۔ ایسے ایسے دیتا ہے کہ میرے دودھ پر تازہ پانی گتے ہیں۔ آج مجھے محسوس ہوتا ہے کہ میرا پہلا شوہر اس سے لاکھ دور ہے بہتر تھا۔ اس نے عزت اور محبت سے رکھا ہوا تھا۔ عورت کے لئے شوہر کی محبت ہی بہت کم ہوئی ہے۔ اس سے طلاق لینے کے بعد مجھ کو داہرا روگ ہو گیا ہے..... خدا کے لئے آپ ایسی ٹھٹھکی ہرگز نہ کریں۔!"

"آپ جیسی مسین و ذلیل عورت کی شادی ایک بوڑھے شخص سے کر دی آپ کے گھر والوں نے؟" "میں نے تجب سے کہا۔" "یہوں نے آپ کی ہر اور خراب صورتی کا خیال نہیں کیا.....؟ کیا نہیں دیکھا کہ اس شخص کے چار بیٹے ہیں؟ کیا ایک طرح انہوں نے آپ پر کوئی ظلم نہیں کیا.....؟ آپ کو ملے والا دو تین نہیں.....؟"

"میرے گھر والے کہتے ہیں کیا.....؟" وہ ایک گھبرا سانس لے کر بولی۔ "میرے لئے کوئی اچھا رشتہ نہیں آ رہا تھا..... جو اتنا مجھے اور میرے بے مثال حسن و شباب کو دیکھا مہتر ہو جاتا لیکن یہ بات بے نظیر نہیں رہتا کہ مجھ میں ایسی کوئی خرابی تھی جس کے باعث مجھے طلاق ہو گئی..... اس لئے ہرگز مجھ سے دور بھاگنا جیسے میں کوئی بلا ہوں۔ چڑھتی ہوں۔ آج بڑا دن ہوں..... سچ بوجھے تو میرا یہ حسن و شباب میرے لئے طاب بن گیا تھا۔ اب لگتا تھا کہ ساری زعمی اس سے نجات نہیں ملے گی۔"

"میں نے بھی گمانے ہوئے اس شخص سے شادی کرنا کیوں منظور کر لیا کیا اس طرح آپ اپنی ٹھٹھکی کا فائدہ نہیں بھگت رہی ہیں؟"

"میں نے اس لئے اس شخص سے شادی کرنے پر رضا مندی ظاہر کر دی تھی کہ اپنے گھر والوں پر بوجھ نہ پڑے گی۔"

"وہ دل کرنا ادا عازے سے لے گئی۔" "میرے والدین زندہ ہوئے تو میں اپنے گھر میں ذلیل اور بے گھرا ہوتی..... بھائیوں کا گھر میرے لئے جہنم بن گیا تھا..... بھائیوں

نے طعنے دے کر میرا جینا حرام کر رکھا تھا۔ اس لئے میں نے شادی کر لی۔ شادی کے بعد پتا چلا کہ مجھ کی جنم میں بھتیجی ہیں۔"

"آپ اس بوڑھے اور غریب شخص سے طلاق کیوں نہیں لے چکی ہیں؟" "میں نے اسے مشورہ دیا۔" "آپ آج بھی ان لوگوں میں ایک ہیں.....؟ میں اس سے طلاق لے کر کہاں جاؤں گی.....؟ میرے گے بھائیوں سے پروردگار نے بند کر دیے ہیں..... میرے خاندان کے مرد مجھ سے شادی کرنا نہیں صرف کھلونا بنا چاہتے ہیں..... میں نے انہیں آکر زد کر دیا..... اب میرے قریب کتنا نہیں جا چکی..... میں اس جنم میں جانا نہیں جا چکی..... انعام دہر کرنے اور دل کی بھڑاس نکالنے کے لئے کبھی گھبراؤ نیلوفر کے ہل چلی آتی ہوں۔"

"تھوڑی دیر بعد وہ چلی گئی تو نیلوفر نے مجھ سے پوچھا۔" "کیا صاف عورت کی کہانی اس کی زعمی تھہری آٹھیں کھولنے کے لئے کافی نہیں ہیں؟"

"اس میں اور مجھ میں بڑا فرق موجود ہے۔" "میں نے جواب دیا۔" "میں ابھی بوجھان ہوں..... اور میرے گھر والے مجھ پر جان چڑھتے ہیں جب میں نے نیلوفر کو رشاد کی رنگ رلیوں کی روداد سنائی تو وہ گھر بند ہو گئی۔" "پارہ یہ بہت برا ہوا۔" "یہ سب تمہاری وجہ سے ہے۔"

"نیلوفر مجھے دیکھ دیر تک بھائی اور نصیحتیں کرتی رہی۔ مگر میرے کالوں پر جوں تک نہیں دیکھی..... اور نہ میں اس سے صاف ہوئی کاتوں کا کوئی اثر لیا۔ صاف معافی سے ڈوف عورت تھی جو اس نے جلد باری سے بھائی کی نصیحت کے بوڑھے شخص سے شادی کر لی تھی۔ میں اس کی جگہ ہوتی تو ایسا نہ کرتی۔ میں اس سے خاصی دیر تک بحث و مکرار کر کے اسی کے پاس رکے چلی گئی۔ پھر میں نے رات اسی کے پاس کر دی..... سچ ہوا کہ اس کے اپنے گھر آئی تاکہ کپڑے لے کر اسی کے پاس رہنے چلی جاؤں۔"

"تم اپنی اسی کے پاس..... کچھ دن رہنے کے لئے گئی

154



سُرنگ

دولت اور آسائش جب مد سے زیادہ باہمی ہو۔
میاں سے میاں گھس بھی لگتا پاتا ہے۔
دولت مند گرانے کی تمنا ہی اور شیرازوں کا قصہ دو
زندگی میں جد جلی پا جاتی تھیں۔

شری مہینہ صدیقی

مشہور و زمانہ ہر اپنے حکم کار جان لشکر کسی ہو تجھ اور چکر دینے والی گھنٹی

روز کی ناک پر ٹٹنی کی ہوئی تھی۔ بہت داری
معمولی سی مٹی لیکر نے سو پا کر اسے بنا دیا۔
مگر پھر اس نے ارادہ بدل دیا۔ اس کے بجائے اس نے
زرد اور سرخ گدردن والی ٹٹنی کی ترقیف شروع کر دی۔
”خوب“ اس نے ٹٹنی کو چھوئے ہوئے کہا۔
روز کو چونک ہو کر پڑا۔ یہ کس کوئی تیس تیس سال کا ہو گا
وجہ یہ سنا۔ ٹٹنی انھیں اور ہر دار بال۔ اس کے چہرے پر
ایک مسکراہٹ تھی جو عجب ہی عجیب تھی۔ وہی۔ اس کا
سوت بھی ٹھیک تھا۔ آدھا اونٹنی کی رے رنگ۔ روز لیں
چونک ہوئی تھی کہ اسے اندازہ ہو گیا تھا اس شخص کو کون
پہنچیں گی آئی تھی اور اس کے باوجود وہ بڑا احساندار دکھ رہا

پڑی۔ پھر اپنے جذبات پر قابو نہ پا سکی۔
”مجھے صاف کدو رازشہ!..... میں نے تمہارا دل بہت
دکھایا.....“
اس نے لپک کر میرے شانے قہقہے لپکے پھر مجھے اوپر
اٹھایا۔ میری پرہم آنکھوں میں محبت بھری نظروں سے
گھبراہٹا۔ پھر اس نے پوری خوشی سے مجھے اپنے بازوؤں کی
گرفت میں لے لیا۔ مجھے ایسا لگا جیسے میرے سارے
بدن کی ہڈیاں تاج جاسین کی۔ میں چاقو کی بھی تکی میں
ہوئے بغیر زندہ کی۔
”مجھے تم سے محبت ہے راشد! تم مجھے چھوڑ دو نہ دو
گے؟..... میرے راشد!“ میں اس کے سینے پر سر رکھ کر
سسک پڑی۔
جگ پوچھے تو آج کی رات میری زندگی کی سب سے
حسین اور پہلی حقیقی سہاک رات تھی۔ نہ تو وہ مجھے ہر
صورت کا اور نہ میرے دل میں کوئی کراہت پہنچا ہوئی۔
جگ میں بیدار ہوئی تو مجھ پر مدھوشی کی سی کیفیت طاری
تھی۔ لیکن بار بار بندھوئی جارہی تھی۔ میں نے راشکو
دیکھا۔ وہ ہنسنے پر قہقہہ دیا اور گھر گھڑی میں کیا وہ بچ کر دس
صنف ہو رہے تھے۔ میں نے ہنسنے سے نکل کر کشت گاہ
میں گھبراہٹ۔ دھڑکنے پر بیٹھا ٹٹنی فون پر کسی سے بہت
آہستہ اور برابر انداز میں باتیں کر رہا تھا۔ اس کی پشت
میری چاہ تھی۔ میں اس کی باتیں سننے کے لئے دو تین
قدم بھاڑا تو بڑھی۔ دو کہہ رہا تھا
”گھٹ! تمہارا بہت محبت شہریہ۔ تمہارے مشورے“
وڑاے اور بے حس لگا لگا کر کی وجہ سے جگر پھٹ گیا۔
تمہاری شادی میں اگر اپنی بیگم کے ساتھ آتا تو سارا بھاڑا
پھوٹ جائے گا۔ لیکن ایسا نہ ہو کہ وہ پھر مجھ سے نفرت
کرتے گئے۔ میں آج ہی اس کے ساتھ میری چادر ہاؤں
تا کہ کوئی منہ نہ بول سکے۔ پھر ایک بار تمہارا شکر ہے اور
شادی کی جھلکی مبارک باد..... باقی باقی..... میں ہی ہے.....“
☆ ☆ ☆

لڑکی کا چہرہ جیسے سرخ ہو گیا۔ وہ اور حسین دکھائی دے
رہی تھی۔ اس دکان سے گئے کے بعد انھوں نے مختلف
دکانوں سے ایک آپ کے لوازمات لبلومات جوتے اور
بہت ساری چیزوں کی خریداری کی کوئی دو گھنٹے تک یہ
سلسلہ جاری رہا تھا..... جب شاپنگ کر چکے تو وہ ایک
قریبی ریسٹورنٹ میں چلے گئے۔ پھر میں گھر پہنچی آئی۔
راشد نے کچھ آقاؤں میں اس کے انظار میں بے چینی
سے ٹٹل رہی تھی۔ وہ اس قدر خوش تھا جیسے اس نے فلف
الہم کی دولت پالی ہو۔ وہ آج تو بہت ہی خوش دکھائی دے
رہا تھا۔ اس کے دل کا دھولہ اس کے چہرے سے مچاں تھا۔
میں نے اس کے گھر میں قدم رکھتے ہی فیملہ کر لیا تھا کہ
آج اسے طلاق دینے کے لئے کہوں گی..... کہوں گی کہ
اگر تم اس لڑکی سے شادی کر رہے ہو تو خوشی سے کرو۔ مگر
مجھے تو نہات دے دو۔ میں بھی کسی خوب صورت عروہ
شادی کر کے ایک خوب صورت زندگی کرنا چاہتی
ہوں۔
مطلوبہ نہیں کیوں آج میں نے اسے بڑے غور اور
نادرانہ نظروں سے دیکھا..... ایک عورت کی نظر سے.....
پھر میرے من کے کہاں خانو کے اندر میرے من ایک دم
سے اچھا ہو گیا..... میری نظروں کے سامنے چھائی ہوئی
دھند بھنگی..... وہ اتنا خوب صورت نہیں تھا جتنا میں نے سمجھا
تھا۔ مجھے ایک ایک احساس ہونے لگا کہ وہ بھی ایسا ہے
اور جیسی ہے میرا ہے..... میرا شہر ہے..... میں نے اسے
ساری دنیا کے سامنے ٹٹول لیا ہے۔ وہ مجھ سے کٹ کر
محبت کرتا رہا تھا۔ میری بے وقوفی اور نفرت نے اسے
دوسری عورت کی طرف راغب کر دیا وہ اس عورت کا میر
ہو گیا۔ مجھ سے زیادہ حسین عورت اس سے محبت کر سکتی
تھی۔ میں اس سے محبت کیوں نہیں کر سکتی..... میں اسے
کسی قیمت پر اس عورت کا شہر نہیں بیٹھوں گی۔ راشد
میرا ہے..... صرف میرا..... وہ کہنا نہیں ہو سکتا.....“
میں بے اختیار اس کے پاس اس کے قدموں پر گر

خوب واقف تھا۔

"یاد رکھنا۔" ناظر نے کہا۔ "پولیس یا حکام کو مت شامل کرنا۔ اگر ہم نے کوئی ایسی حرکت کی تو غوا کرنے والے سردار کے ساتھ۔۔۔ میں بالکل نہیں چاہتا سمجھے۔

فکر کر دیں۔ پولیس کے ایف بی آئی میں کچھ رکنا ہوں۔ نوکر رکھ لیں۔ پورا ہالک تھا کسی کی نقل جیسا تھا۔ آری۔ سرگیا تھا اور ہونٹ کسی لکیری طرح۔۔۔ وہ بہت چست آری تھا اور قاتل بھر مریخی دنیا اور ناظر کو بات پند

تھی۔ نوکر سب سے بڑی بولی والے کا ہو جاتا تھا اور ناظر نے سب سے بڑی بولی دی تھی۔ وہ نوکر کو کنٹرول کر رکھا تھا۔ مگر یہ بھروسے والی بات نہ تھی۔

نوکر کسی سے اٹھا۔ اس کا قد ساڑھے چوٹ تھا۔ "میرے پاس ایک چینیہ ہے۔" اس نے کہا۔

"سب بگھڑاں میں رہے گا۔" "ٹھیک ہے۔ یہ ضروری ہے۔"

"ہم تھانہ کی کال کی ریکارڈنگ صرف اپنی لب میں دیں گے۔ ہماری ساڑھا ناٹس میں کوئی سراغ ضرور دے گی۔ ذرا سانس کی پٹا کافی ہو گا۔ ہم نہٹ لیں گے۔ سر

آپ کی بیٹی روز آپ کے پاس آجائے گی کوئی تاوان دینے کی ضرورت نہیں۔" اسے معلوم تھا کہ ناظر تاج کا خواہاں ہے۔

☆

"چند ہی دنوں میں ہم اس جگہ ہوں گے۔" نیکر نے کہا اور پلیر رکھ دیا۔

ٹھنک سے سر جھکانے کہا تاکہ اس کا سر ٹرنگ کی چھت سے نہ گرے۔۔۔ "کام تو ہوتا نظر آ رہا ہے۔ انہوں نے حکام سے رجوع نہیں کیا ہے۔"

"وہ تم کو ادھر کریں گے۔" نیکر نے کہا۔ "اور پھر انہیں رقم مل جائے گی۔"

"تو کیا اس ساتھ مدد ہی ہیں۔" "دو کرین تو کیا ہماری مدد ہو سکتی ہے۔"

"ایڈز میں اسے پھر کرنے لگا ہے۔" ٹنک نے کہا۔ "پیسوں ڈونڈا کھانا نہیں کھا سکتی۔ ویسے وہ بے بہت حسین۔"

"اور روز۔۔۔" "اسے خوش رکھنا بہت مشکل ہے۔" ٹنک نے کہا۔

لکیر نے سوچا۔ مگر وہ میرے ساتھ تو خوش رہتی ہے۔ آج کل وہ ایک سوئی سی ٹوٹ بک میں کچھ معمولی رات کی اسے اسے بتایا تھا کہ وہ ایک ڈال لکھ رہی ہے۔ لکیر کا خیال تھا کہ اس سے کوئی تصانیف نہیں۔ وہ ایک انٹلس نیچر تھی۔

ٹنک نے اس ہائی کو ماتے پر درست کیا جسے اس نے پسینہ دگنے کے لیے اودھ رکھا تھا۔

"ہم چند روز ہی میں وراثت تھے ہوں گے ہمیں ایک کنگ بائج کی ضرورت ہوگی تاکہ اسٹیل طور کا کلاٹ نکلیں۔"

"ہم خرید لیں گے۔" لکیر نے کہا۔ "ہم کسی بھی طرح سے ہو۔" الدار ہونے والے ہیں، یہاں سے یا وہاں سے۔"

☆

"تاوان کے لیے ڈیل لائن تو کر رہی ہے۔" دوروز بعد ایڈز میں نے کہا جب وہ بالکل وراثت سے پیچھے تھے۔ "اھر سے تو ملنے کی امید نہیں۔ لنت ہو،

کو رہیں کہ کیا تکان دے گا۔ وہ بہت داناں ہو جائے گا۔" "کیا مانیں ہوں گے۔" لکیر نے کہا۔

"میرا خیال ہے روز پر امید ہے۔" ایڈز میں نے کہا۔ "وہ بہت کئی طرح کی کچی ہے۔"

"تم صحیح کہتے ہو۔" لکیر نے کہا۔ روز کا یہ عالم تھا کہ وہ جھنڈا کر اپنی ٹوٹ بک گودا شرد کر رہی تھی۔ کسی دن لکیر کو اسے سامنا تھا۔ اس نے لکیر کی چٹائی چائی۔

"اب ہم کیا کریں گے؟" ایڈز نے تپتے سے مٹی

اجمالے ہوئے پوچھا۔

آج اس نے سر پہر کی ٹائی نہیں باندھی تھی۔ اسے یہ ٹائی پسینگی اور اس نے ٹنک سے اسے لے لیا تھا۔ اور اسے بھینسا۔ اس کی جاکٹ تھی۔ ایک یا دو گز چڑھیں۔

"ہم نے تو دیکھی ہی تھی کہ کرم نے لی تو ہم انہیں مادیوں گے۔"

"ہاں۔" لکیر نے کہا۔ تینوں لڑکیوں کو معلوم تھا کہ ڈیل لائن گزر چکی ہے۔ انہوں نے فون پر بہت کہا تھا کہ ان کی ذمہ داریاں خطرے میں ہیں۔

"کوئی آئیڈیا ہے؟" ایڈز میں نے پوچھا۔ لکیر نے ہاتھ سے دستانہ اترتے ہوئے کہا۔

"بھتر ہے کہ ہم اب باہر چلیں اور کہیں سے کنگ بائج خریدیں۔"

☆

جب وہ دونوں لاج پر واپس ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ ٹنک اپنی تینوں قیدیوں کے ساتھ بیٹھائی دی دیکھ رہا ہے۔ وہ سب کے سب اکیلے مادیوں کی طرح تھے۔

لکیر نے کبھی سانس نہ لی۔ "میرا خیال ہے سب کو معلوم ہے ڈیل لائن گزر چکی ہے۔"

"جسے بھول جاؤ۔" روز نے کہا۔ اس نے ریوٹ اٹھا کر لی دی بند کر دیا اور بولی۔ "بیٹھ جاؤ۔"

لکیر اور ایڈز میں نے اسے گھورا۔ اس نے ماریٹھی کی سپلی۔

"تم دونوں ذرا خود کو دیکھو۔" اس نے کہا۔ "دونوں کے لباس میں مٹی لگی ہے اور اس طرح ہماری محفلوں کو بھی۔"

"میرا خیال ہے پٹان کے مطابق کچھ نہیں ہو رہا ہے۔" ایڈز میں نے کہا۔ "بھول جاؤ۔" کو رہیں نے اس کا دل بڑھایا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر اس کا ہاتھ دلیا۔

"ابھی تو کچھ نہیں ہو رہا ہے۔" روز بولی۔

"وہ کبھی کے ہم سے نہیں مادیوں گے۔" ایڈز میں نے کہا۔ "مسلل مادیوں کو جھج نہیں کریں گے۔"

"تم ٹھیک کہتے۔" ٹنک جو ڈونڈا سے پہلو میں بیٹھا ہوا تھا بولا۔ اس نے شاید یاد دلائی تھی اور کچھ نشے تھا۔

"اس کی گزند کرے۔ ہم جب انہیں زندہ نہیں کرتے تو مسئلہ نہیں اٹھے گا۔" بھڑکانا والی رات دن کسی بک سے تو ضرور ملنا چاہیے۔

"تمہاری سوچ اچھی ہے۔" لکیر نے کہا۔ "راثت تلے پیچھے۔"

"تقریباً۔۔۔ ہم نے ایک کنگ بائج بھی خریدی ہے۔"

"جب بک سے رقم مل جائے گی۔ ہم اس کے پیسے جمع کریں گے اس کے بعد تینوں اپنے اپنے راستے پر چلے جائے۔ ہم تینوں اپنے خاندان میں جا کر کھر والوں سے کچھ ہتھ کھالہ ہم کر دیں گے۔ ہم کبھی کہیں لوگ BELIZE چلے گئے تھے اور کہیں۔"

"اس سے تمہیں کیا ملے گا؟" لکیر نے پوچھا۔ "رقم تو تم کو کچھ نہیں۔"

"یہ بات نہیں۔ ہم لوگ اپنی طور پر خود مکمل ہونا چاہتے ہیں۔ ہمیں ایسے افراد سے کیا کام جو ہمارے لیے تاوان بھی نہیں۔"

"جب تم واپس جاؤ گی تو تمہارے ساتھ کیا ہوگا؟" لکیر نے پوچھا۔

"میں آرام سے چکر دوں گی سب کو۔" ڈونڈا بولی۔

"میں اپنا اپنا پٹوں کی، چیڑوں کی چٹاؤں کی اور پھر کھسک لوں گی۔" روز نے کہا۔

کو رہیں نے کہا۔ "مجھے خطرہ ہے مجھے کسی ہتھیار تک گھر میں بند کرنا چاہیے گا۔"

"اوہ۔" ڈونڈا نے اسے ترسم سے دیکھا۔

لوگر نے ایک اجلاس طلب کیا۔ اس میں دوسری دونوں کمیٹیوں کے سیکورٹی چیف بھی تھے یعنی ڈونا کے باپ کی کمیٹی اور گورنر کی باپ کی کمیٹی۔ یہ بینک ہال کی عمارت کی چھوٹی منزل پر ہوئی تھی۔ یہ لوگ ایک بڑی سی کانفرنس جگہ پر بیٹھے ہوئے تھے۔

لوگر کی باتیں دونوں کمیٹیوں کے چیف سمجھ رہے تھے۔ ”ہمیں کل کا کام کرنا ہوگا۔“ لوگر بول رہا تھا۔

”یعنی اطلاعات کا تبادلہ۔“ ایک چیف نے کہا۔ وہ بھی خاموش ہو کر آدی قاتل پر ماحول کا لگا تھا۔

”لوگ ہیں؟“ اس نے سب کی طرف دیکھا۔

”ہاں۔ ای۔ لیے میں نے یہ بینک طلب کی۔“ لوگر نے کہا۔ ”ابھی تک انوار کے راتوں کوئیں ملے ہوئے ہیں۔“

لوگر کوٹش کر سکتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں ابھی انہوں نے اپنی قید یوں کر مارا نہیں ہوگا مگر ہمیں قید یوں کی زندگی یا موت سے زیادہ فکر ہے کہ ہم کسی طرح ان انوار کے راتوں کا پتا چلائیں۔“

لوگر نے خود بخود جہاد اپنی زندگی مختصر ہو جائے گی۔“

گورنر کے باپ کی کمیٹی کا آفسر اسمتھ ڈرائیو کو قادی قاتل سے ملنے کے لیے اپنی بھری اور اپنا سر ہلایا۔ اس کے چہرے کے نقش کی کوہرے پیچھے تھے۔ اس کی آنکھیں لگی ہوئی تھیں اور انگلیں پھینچیں۔ ”ہم سہارا ہیں ہمارے ایکٹس بھی ساتھ ہوں گے۔“ اس نے کہا۔

”ابھی بہتر پڑھتے۔“ لوگر نے کہا۔

کسی نے قاتل نہیں کی مگر کسی کی بھرپور سہیلی کر رہا تھا۔ تینوں چاہتے تھے کہ جس کسی نے بھی ڈبل کر اس کا کیا

اسے مار دیا جائے۔

چوں کہ ابتدائی کوٹش والی بات لوگر کی تھی اس نے سب سے پہلے اپنی معلومات ظاہر کیں۔ مگر یہ کچھ زیادہ نہ تھیں۔ پھر اسمتھ نے بتایا۔

پھر ڈیمن نے۔

بات ہوئی کہ وہ سب چپ ہو گئے۔ صاف نظر آ رہا تھا کہ ان کے پاس کوئی سراغ نہ تھا۔ سب بیٹھے ایک دوسرے کی باتوں پر غور کر رہے تھے پھر ڈیمن نے اسمتھ سے کہا۔ ”تم نے بتایا کہ تمہارے کسی آدمی نے

ہیڈ فونٹ کے کسی طالب علم سے بات کی تھی جس نے بتایا تھا کہ گورنر نے اس کی کار میں بیٹھ کر ایک ہائی ٹاپ

کنکشن کی۔“

اسمٹھ نے کہا۔

”سوال یہ ہے کہ ایک کالج گریجویٹ کی ہائی ٹاپ میں کیوں کی گئی؟“ اسمتھ نے شانے اچھالے۔ ”کسی

بولے ٹریڈ کوڈ تھوہہ ہوا میں نے یہ بات صرف اس لیے پوچھی تھی کہ ہمارا ایک آدمی یہ پتا کرتا ہے کہ بیچنے

دونوں لڑکی نے کسی سے یہ باتیں کی تھیں۔ اس نے ایک کال کا پتا کیا ہے جو طور لیا کی گئی تھی۔ ایک ہائیڈرو

آدی سے جو کئی ستر سال کا ہے۔“

”اور یہ باتیں کیا تھیں؟“ لوگر نے پوچھا۔

”معلوم نہیں۔ مگر ہم نے اسے چیک کیا تھا۔ پتا چلا کہ وہ پہلے اور پھر اپنی جگہ پر اس نے اپنی جیڈری ٹاپ بیچ دی تھی جس میں کوئی ہائی ٹاپ کا نام نہ تھا تھا۔“

تینوں افسروں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ پھر وہ مسکرائے۔ انہوں نے اپنی ہائی ٹاپ نامی سے خدائی میں چھپیں جو کسی طرح نہایت ہیں تھیں۔

☆

صیدور میڈیا یعنی چھ انشرا کی لکھانے کے بعد SUV میں شہر کی طرف جا رہے تھے۔

یہ کام کا وقت تھا۔

کننگ ہارچ گاڑی میں سر بھی ہوئی تھی۔ آج شام میں اس کی ضرورت پڑنے والی تھی اور کل تک وہ سب سب درخت منہ ہونے والے تھے۔

”کچھ تو زیادہ بلند ہونے والے تھے اور تیرہ کالونی طرح ہی سے کسی خود گیس ہو رہے تھے۔“

ہائی ٹاپ کے پیچھے گاڑی پارک کرنے کے بعد وہ سامنے آئے اور دروازے اندر چل دیے۔

یہ جگہ گرم ہو رہی تھی اور بوڑھے برقی ہالک سرگرم کی طرح کچھ جیگر کے کی طرف سب کو لے گیا اور پھر

سرگرم اس کے پیچھے انڈین تھا اور تینوں لڑکیاں تھیں اس کے بعد لنگ تھا۔ پانچ فٹ کرائی میں لنگر نے

لائٹ روشن کی۔ روز نے دیکھا اور خوش ہوئی سرگرم بس ختم ہونے والی تھی۔

معا انڈین رین اس کے سامنے رک گیا۔ پھر یہی رک مجھے۔

”کیا... کیا ہو رہا ہے؟“ روز نے ڈوٹے لہجے میں پوچھا وہ اپنے باپ سے خوب واقف تھی۔ اسے آسانی سے گھٹکتی ہوئی چاکلی تھی۔

”میں نے یہاں مارے اور اڑاؤں سے رکھے تھے۔ سب قابو ہیں۔“ لنگر نے نشوونما لے لیا۔

”آج آؤ سب اعداد چاؤ۔ انہیں ہم نے تمہارے لیے ادرج کر دیا ہے۔“ ایک کچھلی آواز ابھری۔

لوگر کا دماغ پھرنے لگا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا یہ کیا ہو رہا ہے۔ گویا قسمت ساتھ چھوڑ گئی تھی۔ اب آواز

یہ حکم پر آگے بڑھتا تھا۔ والٹ تھے۔ پھر اس کے پیچھے بقیہ گویاں بھی متحرک ہو گئیں۔

دو بھاری بھر کم افراد ان کے بیٹھتے۔ دونوں کے پاس اسلحہ تھا۔ لنگر نے انہیں دیکھے یہ گویا کہ یہ لوگ

بہر حال پولیس کے نہ تھے۔ ان کے جسم پر سوٹ تھے۔

مینگے سوٹ، ان کے جوئے بھی عمدہ تھے۔ ایک ہاتھ میں بڑی سی ہیرے کی انگوشی تھی۔ ایک نے رولکس ہاتھ

رکھی تھی۔ ان کے عقب میں ان کے اڈار

ہتھے بلو گریں، اسٹیشن وغیرہ پڑی تھیں۔

لنگ آخری آئے والا تھا۔ اس کے سر پر ایک شخص پتول سمیت مسلح تھا۔ یہ بقیہ دونوں سے قد میں نا تھا۔ مگر کھڑی میں کیوہرے جیسا تھا۔

لوگر کو یقین تھا کہ یہ لڑکیوں کے باپ نہیں ہیں۔ یہ شکلوں سے ختم ہوتے تھے۔

”دوڑ ناظر۔“ ان بھاری بھر کم لوگوں میں سے ایک نے کہا۔ جس کی آنکھیں بریلی تھیں۔ ”میں تمہارے

باپ کے لیے کام کرتا ہوں۔“ روز نے جان لیا کہ یہ ٹھیک کہہ رہا ہے۔ وہ اسے ایک ہار دیو جی تھی۔ اسے یاد

آیا کہ اس کا نام لوگر ہے۔

”تم جتنوں۔“ نانے قد والے کوہرے نے کہا۔ ”ایک جگہ کوہرے ہو جاؤ۔ ادرتا کر ہم تمہیں دیکھ سکیں۔“

اس نے لنگر کو دھکا دیا۔ ”لڑکیوں سے ہٹ کر۔“

”ظہور۔“ ڈونا نے آواز لگائی۔

”لیجے ہو۔“ لنگر ہچکچلا جب اسے دوسرا دھکا لگا۔

لوگر نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ ”کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے پولیس کے لوگ نہیں ہیں۔“

”ہم سیکورٹی کے لوگ ہیں۔“ دوسرے آدمی نے کہا اور پتول لہرایا۔ ”اپنے ساتھیوں کی طرف جاؤ۔“ اس نے لنگر سے کہا۔

بریلی آنکھوں والا مسکرایا۔ ”کوئی پولیس اور نہیں آئے گی۔ تم لوگوں نے خود ہی سب کچھ کیا تھا۔ اب ہم تم کو اپنے آکاؤں کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں اس کے بعد تمہاری ملاقات پولیس سے بھی ہوگی مگر کہاں۔ یہ ہمیں نہیں معلوم۔“

”شکر ہے کہ تمہیں ہوں۔“ روز نے کہا۔

سبوں نے حیرت سے روز کو دیکھا۔ پھر وہ مڑی اور سرگرم سے باہر چل دی ہائی ٹاپ میں۔

”تم کہاں چلیں؟“ نانے قد والے کوہرے نے پوچھا۔

لوگر نے جواب دیا کہ اس نے حریہ کچھ نہیں کہا۔

”میں فادر کوئوں کروں گی۔ بتاؤں گی کہ میں محفوظ ہوں یہاں یہ اسٹیشن فادر نہیں کر سکتا ہے سرگرم ہے۔“

”ہم... ہم ناظر۔“ بریلی آنکھوں والا بولا۔ ”اس کی کوئی ضرورت۔“

”یعنی تم مجھے فون سے روک رہے ہو؟“ روز نے اپنی آنکھیں اس پر مرکوز کر دیں جن میں غصہ ابھار ہوا تھا۔ اس کی آنکھیں اس کے باپ کی آنکھوں کی طرح جھپٹی ہوئی سی تھیں۔ ”یعنی تم..... اور مجھے..... وہ فون سے بھلائی۔“

”اوکے“ بریلی آنکھوں نے تذبذب سے کہا۔

”لیکب کے ریس فون مگر واپس آ جانا۔“

وہ اس کو گھورتی رہی۔

”پلیئر“ پھر وہ اپنے دونوں ساتھیوں سے بولا۔

”کوئی ہرج منج نہیں ہم تو خود فون کرنے والے تھے۔“

”مگر“ کوہرے سے حراست کی۔

”اے یہ پڑ جو کچھ ہم چاہتے تھے وہ مل گیا۔“ بریلی آنکھوں والے نے اسے قائل کرنا چاہا۔

سب چپ کھڑے تھے۔ پھر روز کوئی اور چلی گئی۔

جب وہ واپس تو اس نے ہاتھ میں ایک پرانا سا رازن نکالا تھا۔ اس نے لیکر کی طرف مسکرا کر دیکھا۔ ”سب لیکب ہو جائے گا۔“ اس نے کہا۔ ”..... میں نے پریس کو فون کر دیا ہے۔“

بولتے ہوئے وہ کوئی اس کی پیٹھ تینوں سیکورٹی آفیسروں کی طرف تھی۔ اس نے لفافے سے تین چھوٹے چھوٹے پتلے برآمد کئے اور جلت سے انہیں اپنی ساتھی لڑکیوں کو دیے۔ یہ ہتھیار انہی کے تھے۔ روز نے انہیں لیکر ایڈزین اور لٹک کی جیکوں کی جب سے برآمد کئے تھے جنہیں ان لوگوں نے باہر شاپ کے کاؤنٹر پر چھوڑ دیا تھا۔

پھر سبکی ششدر ہو کر وہ گئے سوائے تینوں لڑکیوں کے۔ انہوں نے سامنے کے سیکورٹی آفیسروں کو پھٹوں کی زد پر رکھا لیا تھا۔

پلی والی پوزیشن ایک دم سے بدل گئی تھی۔

”مس ہائپر“ میں سمجھا نہیں کیا کر رہی ہو تم؟“

بریلی آنکھوں نے بالآخر سوال کیا۔ اس کی گن لیکر

آگئی ہوئی تھی۔

”میں سمجھ گیا ہوں۔“ لیکر نے کہا۔ اس سر سے میں اس نے واقعی اس لڑکی کو قدرے سمجھ لیا تھا لڑکی اس کی بات پر مسکرائی۔ ”میرے ساتھیوں کو اور مجھے خبر ملی تھی کہ کوئی اس لڑکی شاپ کے اندر سے بیگ لوٹنے کے لیے سرگ تیار کر رہا ہے۔ ہم نے چند ہفتوں سے اس دکان کو نظر میں رکھا ہوا تھا۔ تم تینوں..... اس نے لوگر اور بقیہ دونوں سیکورٹی آفیسروں کی سمت اشارہ کیا۔

”خود کو زحمت سمجھو تم پر بیگ لوٹنے کی کوشش کا الزام عائد کیا جا رہا ہے۔“

سیکورٹی والے نے حیرت زدہ ہو گئے تھے۔

”یعنی..... تم پریس کے آدمی ہو؟“ کوہرے نے دریاہٹ کیا۔

لیکب کی شیلڈ اس کی ہپ پاکٹ میں تھی اس نے اسے نکال کر لہرایا۔

لوگر نے اچانکی نظروں سے روز کو دیکھا اور گھٹکایا۔

”مس ہائپر“

”میں یہاں نہیں ہوں۔“ روز جیٹی۔ ”تم چلو تمہارا کام جانے۔“ اس نے ڈان کو ہٹایا اور پھر وہ تینوں لڑکیاں تیزی سے سرگ سے لکل گئیں۔

دریسی در بعد ہار سائزن کو مجھے گئے۔ پریس کار شاید کبھی تیرے ہی رہی ہوگی۔

”تمہاری باتیں کچھ نہیں کریں گی۔“ لوگر نے کہا۔

لیکر مسکرائی۔ ”پلیئر گی۔ ہم ان لوگوں کو ہمیشہ دستوں کے ساتھ استعمال کرتے تھے۔ جب کہ تم نے انہیں ہاتھوں سے اٹھایا ہے اور پھر شاپ میں بھی تمہارے ہاتھوں کے نشانات ہوں گے کیا یہ جھوٹ کافی نہیں ہے اس کے علاوہ بھی.....“

”وہ کیا ہے؟“

”تم اس وقت اس سرگ میں جو پیش بیگ کے والٹ کے نیچے تھے۔“

پھر سرگ کے منہ پر شور اٹھ اڑا، ابھری۔ پریس آجنگی کی دوسری پریس دوسرے پریس والے۔

”میرا شور وہ تم لوگ اپنے پھوٹلے پینڈول دو۔“

لیکر نے کہا۔ ”یہ تمہارے لیے خطرناک ہوں گے۔“

تینوں سیکورٹی چیف مجبور ہو گئے تھے ان کے سامنے کوئی اور راہ نہ تھی۔ یہ تینوں لیکر کو گھما کر والی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

”تم جو چاہو گے..... تمہارے خلاف استعمال کیا جائے گا۔“ لیکر نے قانونی عمل کیا اور انہیں ان کے حقوق پر دھ کر مٹائے۔

”تمہاری کسی بات کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔“ لیک نے اے کوہرے کو گھورتے ہوئے کہا۔ جس نے اسے دھکے دیتے تھے۔

☆

اور واقعی ان کی باتوں کو نہیں مانا گیا تھا۔ کیوں کہ روز، ڈان اور کوہرے تینوں نے لیکر، ایڈزین اور لٹک کے ساتھ گواہی دی تھی۔

ان تینوں پر مقدمہ چلا تھا اور انہیں بک لوٹنے کی کوشش کے جرم میں دس دس سال کی سزائیں دی گئی تھیں۔ ان کے آقاؤں نے ان سے کہا تھا کہ وہ جیل میں باہر کے مقابلے میں زیادہ محفوظ ہیں گے۔

ڈان نے ہر پچھے تھے۔

کوہرے جیٹی چلائی تھی۔

اور ان کے گھر والوں نے انہیں معاف کر دیا تھا۔ انہوں نے ان سے کہا تھا کہ یہ فواد الی خود انہوں نے لڑائی لڑ کر واصل دی تھیں خفیہ طور پر BELIZE کوہرے چلی گئی تھیں۔

البتہ روز اپنے باپ کو وطن نہیں کر سکتی تھی کہ جو کچھ وہاں بس بات اسی قدر تھی۔ اور خود ناظر نے مناسب نہیں سمجھا تھا کہ بہت زیادہ کوچ کرے۔ کیوں کہ اب تو

سب کچھ ٹھیک ہو چکا تھا۔ اس کی چنداں ضرورت نہیں۔ اس کا کچھ نہیں گیا تھا سوائے ایک ناچاٹل اعتبار سیکورٹی چیف کے۔

لیکر..... ایڈزین اور لٹک کو اس کا رٹے پر بہت دار ملی تھی۔

پھر کوہرے کی ایڈزین نے علاقہ تیس شروع کر دی تھیں اسی طرح لٹک اور ڈان کے درمیان بھی سلسلہ چل پڑا تھا۔ تاہم ان کے درمیان بات بس دوستانہ تعلقات تھیں کیونکہ ایڈزین اور اس۔

جبکہ لیکر اور روز کے ساتھ معاملات کافی آگے چلے گئے تھے۔ اور پھر ایک روز روز نے لیکر سے کہا کہ اب انہیں شادی کر لینی چاہیے۔ بہ صرف یہ تھی کہ وہ اب خود نکلیں ہو سکتی تھی، اس کا نالہ۔ ”ڈان ایڈزین“ میں کمر بیٹ سٹار ثابت ہوا تھا اور یہ ساری کہانی حقیقت تھی مگر کسی کو کچھ نہیں ہوا تھا۔

لیکھو میں صاف بتا دوں۔ مجھ سے یہ مجرمانہ حرکات نہیں چھپنے کی۔ اس نے جوا کہا۔ ”کیا تم اپنے شوہر کو جیل میں دیکھنا چاہو گی؟“

روز لگی۔ ”تمہارے سارے معاملات قانونی ہوں گے چاہے جس طرح چلو۔“

”ڈیکو روز۔“ اس نے تذبذب سے کہا۔ ”بہت میں مجھے کچھ نہ کہنا۔“

”میں سمجھیں ایک بات بتاتی ہوں۔ یہ تو ڈان اور کوہرے کو کبھی نہیں معلوم۔“ روز نے کہا۔ ”یہ جو پیش بیگ ہے..... یہ میرے قاتل کی ملکیت ہے۔“ وہ لگی۔

”تم کیوں گھبرا رہے ہو۔ تم چاہو تو میں تمہیں اس بیگ کا دے دوں۔ یہ پریزنٹ ہوتا رہی ہوں۔“

لیکر نے اسے منہ کھول کر حیرت سے دیکھا اور پھر آنکھیں سموند لیں۔ ”وہو نے کتنا کڑا واقعی کہانی کوئی ساموڈی سے سکتی ہے کہ مصنف کی ایسا مثال حال ہو۔“

جلن

شہزادی دنیا بھارہ ریشیوں اور شہرت زندگی کی جھلکیوں سے آراستہ ہوئی ہے مگر اس کی تین بھین کی تالی کا انداز صرف اس سمندر میں اترنے والا کو ہی ہوتا ہے۔ جہاں قدم قدم پر سازشیں اندر دلوں کے غمراہت عام کے جینے والا دلوں کی زندگی کا لہر بن جاتے ہیں۔ ایک اداکار کا احوال وہ اپنے حسن چکا چاتا تاجر کی شہرت کی بلند نہیں بلکہ پچھلے دنوں اس کے لیے گناہی ہو رہی ہے۔

فلورق انجم

جورج وسٹن ایک اچھوتی تحریر غیر متوقع انجام کی دلچسپ کہانی

فلم

اطلسی میں جہاں دوسرے اول کلاس کے بیرونی وہاں راول پور کا نام بھی ان کے ساتھ ہی لیا جاتا تھا۔ راول نے کیے بعد دیگرے چند کامیاب فلمیں دے کر اپنا ایک نمایاں مقام بنالیا تھا۔ فلم اطلسی کا ہر بڑا فلم ساز اسے اپنی فلم میں لینے کا سعی کرتا تھا۔ وہ دن رات شوگر میں مصروف تھا ایک سیٹ سے کل کر اس کی گاڑی دوسرے سینک کی طرف دوڑ پڑتی تھی۔ رات کے وہ اپنے بچکے میں لوٹا تھا ایسا بھی ہوتا تھا کہ جب سورج اپنی پہلی آنکھ کھاتا تو راول کی گاڑی اس کے بچکے کے اندر جا رہی ہوتی تھی۔

راہول کو اپنے کام سے چار تھا۔ وہ کسی بھی فلسفہ ساز کو ناجائز نہیں ٹھہرتا تھا۔ کام کرنے کا اس نے اپنا ایک اصول وضع کر رکھا تھا اور وہ اس کے اندر ہر گز کام کرتا تھا۔ فلم اطلسی کا ہر آدمی یہ جانتا تھا کہ راول اپنے اصول کے حصار سے نہ کسی باہر نکلے گا اور نہ ہی کسی کو اس سے باہر نکلنے کی اجازت دے گا۔ اسے ہر فلسفہ ساز اس کے ساتھ کام کر کے خوش ہوتا تھا۔

راہول نے یہ مقام بڑی محنت سے حاصل کیا تھا۔ وہ

جب اس شہر میں آیا تھا تو اس نے کئی راتیں فلاح پر گزاری تھیں۔ سوکے پیٹ اس نے اسٹوڈیوز کے کئی کئی چکر لگائے تھے۔ وہ اپنا بھی نہیں بھولا تھا۔ جب وہ اس شہر میں فلم اطلسی میں راج کرنے کا خواب لے کر آیا تھا تو اس نے یہ بات اپنے دل میں بھالی تھی کہ وہ بھی بھی کسی بھی کرشل میں کام نہیں کرے گا۔ وہ کمالیہ رہنے کا کسی کوئی کی پروا نہ کرنا تھا۔ وہ کمالیہ رہنے کا خواہاں ہے اسے اسے سختی سے پیشکش کیوں نہ ہو اس لیے اس نے ابتدائی دنوں میں بھی کسی کرشل کے لیے جھد نہیں کی تھی۔

راہول کا بیکریز ایک شوگر چائیس سال کی عمر کے لگ بھگ شخص تھا۔ وہ اپنی شکل و صورت سے کسی بھی طرح کسی بیرو سے کم نہیں آتا تھا۔ وہ بھی اس شہر میں بیرو سے کام ہی خواب لے کر آیا تھا لیکن اس کی قسمت نے ساتھ نہیں دیا اور وہ ایک دن راول کا بیکریز بن گیا تھا۔ ایک بھر طرار اور دیکر وہ کمالیہ رہنے کو اس کے ساتھ ساتھ بھاری رہا تھا۔ دن کے وہ اپنی آنکھوں پر سیاہ پوشہ بڑھانے رکھتا تھا۔ کوئی نہیں جان سکتا تھا کہ اس کی نگاہ سے ہر اور کہاں ہے۔ اس کی بیوی جوتی خوبصورت

مورت تھی۔ وہ راول کی ڈریس ڈیزائنری حیثیت سے کام کرتی تھی اور اپنے کام میں وہ بہت ماہر تھی۔

اشوک اور جوتی کا ایک خواب اور بھی تھا کہ وہ اپنی پروڈکشن کمپنی سکول کر فلم سازی حیثیت سے بھی جانے جائیں۔ وہ اپنا کام راول کے ساتھ ایماندار کی کے ساتھ کر رہے تھے۔

ان دنوں راول دلوں کی شوگر میں مصروف تھا۔ وہ جلد از جلد اپنی دی ہوئی تاریخوں میں اپنا کام ختم کر لوٹنا چاہتا تھا۔ اس کے بعد وہ کچھ آرام کرنے کے بعد اپنا کام جاری رکھنے کا پلان کر چکا تھا۔

اس صبح جب راول اپنے کام پر جانے کے لیے تیار ہو رہا تھا ایک بڑی گاڑی اس کے بچکے میں داخل ہوئی۔ راول نے اپنے چکیلو سے کھڑک کھٹک کھٹک چڑھ کر جب بھی اس کی گاڑی ایک ہل کے لیے بھی باہر نہیں نکلی چاہے اور اس گاڑی میں وہ دیک چڑھ ہی تھا۔ دیک چڑھ رہا وہ دس ماہ کے بعد پچاس سال کی عمر کا ایک شخص تھا۔ اس کے سر کے بال بے ترتیب بڑھے ہوئے تھے۔ یہی اس کے بالوں کا انداز تھا۔ وہ کرشل فلموں کا بننے والا مشاقت تھا۔

اس کی بہت بڑی کرشل بنانے کی کوشش تھی۔ وہ بہت بڑے کرشل تیار کرتا تھا اور اس کے کرشل کا انداز جہاں ایک ہوتا تھا وہاں اس میں ایسے چہرے ہوتے تھے جو اس سے پہلے لوگوں نے کسی اشتہار میں نہیں دیکھے ہوئے تھے۔ وہ اپنے بچکے والوں کو ہی نہیں اپنے ہم عصر کو بھی چھٹے کر مجبور کر دیتا تھا۔

جب دیک اندر آیا تو اس وقت اشوک ایک طرف بیٹھا کچھ کھڑا تھا۔ دونوں نے ایک ساتھ ایک دوسرے کو دیکھا۔ ایک ایک جگہ رک گیا اور اشوک اپنی جگہ بیٹھا ٹھٹھکا رہا تھا۔

اس بات کو زیادہ دن نہیں گزرے تھے کہ ایک بہت بڑی پادلی میں جہاں فلم کے بڑے بڑے لوگ شریک تھے

اشوک کی ایک چھوٹی سی بات پر مشتعل ہو کر دیک نے اس کے منہ پر اتنی زور سے پھیر مارا تھا کہ اس کی گونج ہال کے شاید آخری کونے تک گئی تھی۔

اس چھپر کی آواز سن کر ہر وہ شخصیت جو پادلی میں شریک تھی دم بخود ہو گئی تھی۔ بات شاید اس وقت مزے آگے بڑھ جاتی قریب کمرے لوگوں نے ان کے درمیان میں آکر بات کی نہیں بڑھنے دی تھی۔

اس بات کو پریس نے کئی دن تک اپنی خبر کا حصہ بنائے رکھا تھا۔ اس بات کو جو لوگ نہیں جانتے تھے وہ بھی جان گئے تھے۔ اشوک نے اس بات کی اپنی بہت بڑی بے عزتی سمجھ کر اپنے دل میں بھلا لیا تھا۔ وہ ہر روز اس چھپر کو دیکر تھا اور دیک سے اپنی اس بے عزتی کا انتقام لینے کے بارے میں اندر ہی اندر کڑھتا رہتا تھا۔

اس وقت بھی اس نے ایک دیک کو دیکھا تو اس کا دل و داغ جیسے اچھوتی ہوئی ہٹ گیا کی مانند سوکھے لگا تھا۔ دیک نے اشوک کی طرف دیک کر اپنا منہ دوسری طرف کیا "راہول کو تو کس کی بات ہو گی۔" دیک نے کہا اور خود ایک طرف پیچ کر میز سے ایک رسالہ اٹھا کر دیکھنے لگا۔

اشوک نے اپنی ڈائری بند کر اور اٹھ کر دوسرے کمرے میں چلا گیا۔ اسے جانا دیک نے ایک شکست سے اپنے چہرے پر سکڑا ہٹ چھوڑی اور اپنی نگاہیں پھر رسالے پر مرکوز کر دیں۔

"ہیلو سٹریٹ۔" راول جیسے ہی بیڑھیاں نیچے اترتا اور وہ خوش دلی سے ہلوا اور دیک کے گلے لگا گیا۔ اسی وقت اشوک بھی آ گیا۔

"سینک پر آپ کا انتظار ہو رہا ہے۔" اشوک نے آتے ہی اپنی گڑی دیک کے دھتے ہوئے راول کو باہر لیا۔ "ہاں بس چلے ہیں۔" راول نے کہا اور دیک کی طرف توجہ مرکوز کر لیا۔ "آپ مجھے ہم کس سے آپ کے پاس آ جاتا۔"

"اپنی جانے بجانے کے پکڑ میں ہو۔" دیکھ کر گرایا۔
 راہول ہنسا۔ "آپ کے لئے ایک کپ چائے کیا پانچا؟
 فٹ میں اس کا قصہ بھی سامنے ہے۔"
 "دراصل میں اس پانچ فٹ اس انچ کے آدمی کے لئے
 ہی آیا ہوں۔" دیکھنے کے کہا اور اپنی جیب سے کچھ
 کاغذات نکال کر اس کے آگے کرتے ہوئے اپنے
 دوسرے ہاتھ سے قفل نکالی اور راہول کی طرف ہوا کر
 کہا۔ "یہاں ساکن کرو۔"
 راہول نے ایک نظر ان کاغذات کی طرف دیکھا اور پھر
 دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "بہ..... کیا ہے؟"
 دیکھنے کے انھیں اس کی آنکھوں میں ہوسہ کرتے
 ہوئے پوچھا۔ "راہول کیا تم مجھے جانتے ہو؟"
 "ہاں کیوں نہیں جانتا۔ یہ کیسا سوال ہے۔" راہول
 نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے کہا۔ اس کے ساتھ اشوک بھی قہقہہ
 تھا۔
 "کون ہیں میں؟" دیکھنے کے متانت سے پوچھا۔
 "آپ دیکھ چکے ہیں۔ اس ملک کے بہت بڑے
 ایجنٹر۔ راہول کی کچھ کچھ میں نہیں آ رہا تھا۔
 "بس.....؟" اس نے بھر دیکھا۔
 "جب میں سڑکوں پر ادا مارا پھر رہا تھا تو آپ نے
 میری دلی چیخ اور مجھے ایک فلم میں اہم کردار دلا یا تھا۔ وہ
 رول مجھے حزن پر لے گیا تھا۔" راہول نے کہا۔ مجھے
 اپنے دفتر میں بلا کر آپ کی ایک فون کال نے مجھے بھی ہیرو
 بنا دیا تھا۔"
 "جب تم کامیاب ہو گئے تھے تو تم نے مجھے ڈانر پر بلایا
 تھا اور مجھے کہا تھا کہ میرا بچہ آپ کا ہے۔ زندگی میں جب
 بھی کسی آپ مجھے کوئی غم کریں گے تو آپ کو لانا نہیں
 کر دوں گا۔ میں جنہیں غم تو نہیں دیتا کرواں کر ہوں کہ تم
 اس انگریز پر دھوکہ کر دو۔ تم میرے ایک کرشل میں
 کام کرنے کا معاہدہ کر رہے ہو۔" دیکھنے کے اس کی
 طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

راہول کے ساتھ ساتھ اشوک بھی چونک پڑا تھا۔ کئی
 سال گزرنے کے بعد ملے ہوئے احسان کا جو دیکھ
 نے سنہیل کر رکھا تھا وہ سن راہول کے حرج پر کھینچنے کے
 لئے گیا تھا۔
 راہول تذبذب میں بیٹھا ان کاغذات کو دیکھے جا رہا
 تھا۔ اسے وہ وقت یاد آیا جب حال ہی میں ایک بہت
 بڑے کرشل کی بہت بڑی آفر کو اس نے ٹھکرا دیا تھا تو ایک
 موقع پر سمائی کے سوال پر اس نے کہا تھا کہ وہ کوئی سیل
 میں نہیں ہے۔ ایک اداکار ہے وہ بھی کئی کرشل نہیں
 کر سکا۔"
 "اور آدھ زندگی میں کبھی آپ اپنے اس فیصلے کو توبہ
 کرنے پر مجبور ہو گئے تو؟" سمائی کا سوال اٹھا تھا۔
 راہول نے مسکرا کر کہا تھا۔ "کوئی مجبوری بھی میرا یہ
 فیصلہ نہیں بدل سکتی۔"
 وہ سوال و جواب ٹی وی کی اسکرین پر سب نے
 دیکھا اور مانتا تھا۔ اتنی بڑی بینکیش کو ٹھکانے کی بھی خبر کی
 دن تک اخبارات میں آئی رہی تھی۔
 "کیا سوچ رہے ہو؟" ایک پاک دیکھنے کے پوچھا۔
 "کچھ..... نہیں۔" راہول نے کہا۔
 "تو دیکھو دیکھو کر دو یا میرے کاغذات مجھے لو۔ دو۔"
 دیکھنے کے کہا۔
 راہول احسان فراموش نہیں تھا۔ آج وہ جس مقام پر تھا
 وہ دیکھ کی وجہ سے ہی تھا۔ اس نے اسی بات کو سامنے
 رکھ کر معاہدے پر دھوکہ کر دیے۔ اشوک کا سہرتہ سے
 کھل گیا تھا۔
 دیکھنے کے وہ کاغذات اپنی جیب میں ڈالے اور کہا۔
 "مجھے تم نے میرا احسان رکھا۔ میں آج تک کسی کے پاس
 بھی کسی کو اپنے کرشل میں سامنے کرنے کے لئے نہیں گیا
 لیکن تمہارے پاس خود چل کر آیا۔ اس لئے کہ باہر
 صرف تمہارے ساتھ کرشل کرنا چاہتی تھی اور میں انہیں
 زبان سے اپنے اٹھا کر ماری دینا گوارا ہوں انکار کر سکا ہے

لیکن مجھے نہیں۔ یہ بات ایک ہفتہ تک خیر رہے گی۔ اس
 کے بعد ایک بڑی پریس کانفرنس ہو گی جس میں کرشل
 میں کام کرنے کا اعلان کیا جائے گا اور اس کے بعد چار
 دن کا کام ہوگا۔ کوئی بھی تاہم ایک ساتھ دے دینا۔"
 دیکھنے نے مزید کہا۔ "تم کو تو راج ہفتہ اور اگلے
 پچھترے شام پہنچے پریس کانفرنس ہو گی۔"
 دیکھنے نے کہا اور آٹھ کر چلا گیا۔ راہول یوں کھڑا تھا
 جیسے اس نے اپنی بہت سی جیتی چیز اٹھا کر کسی کو دے دی
 ہو۔ اشوک خیرہ لگا ہوں سے اس کا سہرہ دیکھ رہا تھا۔

☆☆☆

راہول نے اپنا سینہ جیسے جیسے فکرم کیا اور اپنی کار میں
 جا کر بیٹھ گیا۔ اس نے اشوک کو بھی وہاں بلایا تھا۔ کوئی
 بات کرنے کے لئے اس کے منہ سے کچھ اور کوئی جملہ نہیں
 بھی کار کے شیشے پر جمے ہوئے تھے۔
 "میری کچھ میں نہیں آیا کہ آپ نے یہ کیا کیا ہے۔"
 اشوک کو بھی اسی وقت بات کرنے کا ساتھ ملا تھا۔ وہ اندر
 بیٹھنے ہی ہوا۔
 "مسٹر دیکھ چرچہ کے احسان کا قلعہ شاہی کہ میں
 اُس معاہدے پر سامن کر دیتا۔ جو کہ میں نے کر دیے۔"
 راہول کے چہرے سے پریشانی مائل تھی۔
 "آپ اس وقت کوئی بھی بنا کر نہ سکتے تھے۔" اشوک
 نے کہا۔
 "جب میں کچھ بھی نہیں تھا تو مسٹر دیکھ نے بغیر کسی
 تردد کے میرے لئے نوٹ کر مجھے ایک فلم کیم ڈالا دی تھی۔
 میں نے ویسا ہی کر دیا۔ اب وقت ان باتوں کا نہیں ہے
 کہ اس بات پر بحث کی جائے۔ اشوک میں نے معاہدے
 پر سامن کر کے مسٹر دیکھ کا احسان ادا کر دیا ہے۔ آپ کچھ
 ایسا سوچ کر سامنے میرا ہے اور لائی فٹ جائے۔"
 اشوک نے کچھ توقف کے بعد سوچ کر کہا۔ "کیا
 چاہتے ہیں؟"
 "میرے کرشل میں کیم نہ کرنا پڑے۔"

میں اپنی کئی ہوئی بات پر ساری زندگی قائم رہتا چاہتا
 ہوں۔" راہول نے مضطربانہ انداز میں اپنے سر کے
 بالوں میں انگلیاں پھیریں۔
 "میں ایسا کر سکتا ہوں کہ آپ پر آج بھی وہی ڈالے اور یہ
 معاملہ ختم ہو جائے۔" اشوک نے سختی سے فریاد ادا کی۔
 راہول نے اس کی طرف دیکھا۔ "دیکھ تم کیا
 کر رہے؟"

"یہاں مجھ پر مجبور دیں۔" اشوک ہوا۔
 "انتہائیال رہے کہ مجھ پر دڑو آگئی اٹھو اور نہ ایسے
 حالات ہوں کہ میرے ہاتھ پر احسان فراموش کا لیٹل
 لگے۔" راہول نے وضاحت کی۔
 "ایسا ہی ہوگا۔ سب جانتے ہیں کہ آپ کو ٹھہر میں پہلا
 جیسا دیکھ کے کہتے کہ پڑا تھا۔ جس میں کرشل کا اُس سے
 سارا معاملہ مٹا دیا ہے فکرم ہو جائے گا اور اس کے بعد میں
 بات مائل کریں گے کہ آپ نے اُس احسان کے بدلے
 میں ان کا کرشل بھی سامن کر لیا تھا۔ اس سے آپ کو اور
 بھی موت ملے گی۔" اشوک نے کہا۔
 "اس بات پر ہم بعد میں سوچیں گے کہ کیا کرنا ہے۔
 پہلے تم اس معاملے کو فکرم کر دو اور یہ یاد رہے کہ پریس
 کانفرنس سے پہلے سب کچھ صاف ہو جانا چاہیے۔"
 راہول نے کہا۔
 "ایسا ہی ہوگا۔ آپ بے فکر ہو جائیں اور اپنے کام کی
 طرف توجہ دیں۔" اشوک نے کہا۔
 اگلا شات تیار تھا۔ راہول کا ڈائی سے باہر نکل گیا۔
 اشوک کے چہرے پر ایک عجیب سی مسکراہٹ ددو گئی۔
 پارٹی میں دیکھ کے ٹھہرے جو آگ اشوک کے سینے
 میں شعلے بن کر بھل رہی تھی۔ اُس کو بچانے کا وقت کیا
 تھا۔ وہ راہول کی آڈ میں اپنی آگ کو بچانے کی سوچ رہا
 تھا۔ دیکھ کو سمجھنے ہی جو عمل اسے ہوتی تھی وہ اس کے
 مریخ کا سامن کرنا چاہتا تھا۔

☆☆☆

اشوک ایک تنگ سی گلی میں گیا اور ایک مکان کے سامنے کھڑے ہو کر اس کی تہل دی۔ کچھ دیر بعد دروازہ کھلا اور اندر سے ایک چہرہ نمودار ہوا اور اس نے اشوک کو گمراہ کرنے کے لئے کہا۔

”ممن سے ہو کر وہ ایک بڑے کمرے میں بیٹھ گئے۔ وہاں ایک آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ لمبا دون پر بیچ چل رہا تھا۔ کمرے میں سرگت کا دھواں پھیلا ہوا تھا اور اس آدمی کے سامنے گیالیشیڑے سے لٹے ہوئے کمریوں سے بھری ہوئی تھی۔ وہ آدمی اشوک کو دیکھتے ہی یکدم اٹھ کھڑا ہوا اور گرم جوش سے اس سے مل کر اپنے پاس ہی بٹھا لیا۔ اشوک کو اندر لے دلا آدمی ہار کھل گیا تھا۔

”آج کیسے ابھر کا راستہ بھول گئے؟“ اس آدمی نے پوچھا۔
”تم تو جانتے ہی ہو کہ مصروفیت اتنی ہے کہ اپنی اصل بھی آگنیے میں دیکھنے کی فرصت نہیں ہے۔“ اشوک نے مسکرا کر کہا۔

”ہاں، بھئی ایک بڑے ہیرہ کے بیکریٹر کی ہو۔ نہ اسے فرصت ہے اور نہ مجھے۔“ وہ آدمی بولا۔ ”کیا منگواؤں۔“
”غصہ اگر؟ جو بیچتے پسند ہو۔“

”وقت نہیں ہے بس کام کی بات کروں گا اور چلا ہوں گا۔ ایک آدمی کو ٹھکانے لگانا ہے۔“ اشوک نے مطلب پر آتے ہوئے کہا۔

”کون ہے؟“ اس نے پوچھا۔
”اس کا نام دیپک ہے چاہو۔“ اشوک نے اس کا نام بتایا۔

نام سنتے ہی وہ افسانہ پڑا۔ ”مجھے تو شب کی بھی تھا کہ ہم یاروں کے بار ہیں۔ تیرے سہ پر اس نے ضمیر بڑا ہے کولو دہتی میں پارکروں۔“ مگر تم مانے ہی نہیں۔ اب کیا ہو گیا؟“

”ہات وہ نہیں ہے۔ دراصل بات کچھ اور ہے۔“ اشوک نے کہا اور دروازے کی طرف دیکھ کر اختصار سے

اسے ساری بات بتادی۔

”اچھا۔۔۔ ٹھیک ہے کام ہو جائے گا۔“ ساری بات سن کر وہ آدمی بولا۔

”اب تم سے کیا چاہنا؟ کام دوسرے طریقے سے بھی ہو سکتا ہے لیکن میں چاہتا ہوں کہ اس کام کے ساتھ ساتھ میرا حساب بھی چکا ہو جائے۔“ اشوک نے ایک آنکھ دبا کر کہا۔

وہ آدمی پھر بٹھا۔ ”اچھا۔۔۔ اچھا۔۔۔ یہ بتاؤ کہ سیدھا حساب کھول دوں یا کہ کچھ اور معاملہ کرنا ہے؟“
”یہ کام کسے؟“ اشوک نے پوچھا۔
”میں خود کروں گا۔“ اس نے جواب دیا۔

”میں بھی کسی عری چاہتا ہوں کہ یہ کام تم ہی کرو۔“ دیپک کی ایک طرف سے دیکھ کر وہ رات دو بجے تک کام کرتا ہے اور رات تین ساڑھے تین بجے تک وہ اپنے گھر آ جاتا ہے۔ اپنے اس شیڈول سے وہ باہر نہیں نکلتا۔ اس سے پہلے اس کے گھر کا اس کے اہلی خاندان کا باندھ کر اپنے مطلب کی جو چیز لوٹنا چاہا ہو لوٹ لیا۔ کبھی کسی نظر آئے کہ باطلوم چھوڑنے کے گھر لوٹنے کے دوران مزاحمت پر دیپک کو مار دیا۔“

”میں کچھ کیا۔“ وہ بولا۔

”چنگ اپنی گاڑی میں آتا ہے۔ اس کے گھر کے باہر کوئی کینڈا اور ڈھیری ڈال نہیں ہے۔ گھر کے باہر ایک باغچہ ہے اور اس کے ساتھ ہی گھر کا مین دروازہ ہے تم اندر اس کا انتظار کرنا۔ گاڑی کی آواز سے تمھیں پتہ چل جائے گا کہ وہ آ گیا ہے اس کے اندر آتے تم کام تمام کر دینا۔“ اشوک نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

”ایسا ہی ہو گا تم سے پھر ہو جاؤ۔“ اس آدمی نے کہا۔ اشوک نے اپنے کوٹ کی جیب سے جواز ہزار کے نوٹوں کی لکڑی نکال کر اس کی طرف بٹھا کر کہا۔ ”کام ہوئے ہی نہیں غرض کروا دیا جائے گا۔ یاد ہے کہ لڑکھوادی بہر صورت ممکن نہ تھی۔“ اس کے ہاتھ میں ہاتھ دیکھ کر

دینگ۔“

وہ آدمی جس کا نام گر دھا۔ اس کی بات سن کر بٹھا اور بولا۔ ”اب تم بیچ کے پینے کو بتاؤ کہ تیرا کیسے ہے؟“
”ہاں تم ٹھیک کہتے ہو۔“ اشوک نے کہا اور اجازت لے کر اس کمرے سے باہر نکل گیا۔ وہ دل ہی دل میں خوش تھا کہ وہ ایک تیرے دوست بننے لگا۔

واپس جا کر اس نے راول ساری بات تو نہیں بتائی البتہ اسے فلی دیتے ہوئے کہا کہ اس نے ایک ایسا جال بچھا دیا کہ دیپک اس میں پھنس جائے گا اور کبھی بھی وہ کسر کھل شروع نہیں کر سکے گا جو اسے راول کے ساتھ کرنا تھا۔

راہول کی مصروفیت کا یہ عالم تھا کہ اسے اس سے کوئی سرگرم نہیں تھا کہ کہیں اور نہیں ہوگا اسے اشوک بہت احمق تھا۔ اس لئے وہ مطمئن ہو کر اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔

☆☆☆

رات کے دو بجے گر داس دقت دیپک کے گھر اپنے دو آدمیوں سمیت داخل ہوا۔ دیپک کے بیٹے کو اس کا دوست اپنی گاڑی میں چھوڑ کر گیا تھا۔ وہ اپنے دوست کے ساتھ ایک کلب سے لوٹا تھا۔

گھر اپنے دو آدمیوں کے ساتھ اس گھر کے سامنے دوسرے گھر کے باغچے میں ایک تاور درخت کے پیچھے بیٹھ ہوئی جگہ میں چھپا بیٹھا تھا۔ وہ دن کی روشنی میں اس جگہ کا جائزہ لے چکا تھا۔ اس درخت کے پیچھے دیوار گھر اور ساتھ ہی کچھ گھر کے ہونے تھے جس سے وہ جبکہ چھپنے کے لئے بڑی موزوں بنی تھی۔

گر اپنے آدمیوں کے ساتھ دیپک کے گھر میں جانے کا سوچ رہا تھا کہ ایک دیپک کا بیٹا گاڑی سے اتر اتر اپنے گھر کی طرف بٹھا بیٹھے ہی اس کی ماں نے دروازہ کھولا اور اپنے آدمیوں کے ساتھ مستعدی سے ابھا کر اس جانب بٹھا اور اس لڑکے کے سر پر ہتھول رکھتے ہی

گھر کے اندر چلے گئے۔ کوئی شور نہ ہوا مگر کاروازہ بند ہو گیا۔ کسی کھانوں کا کچا کچا خبر نہ ہوئی کہ کیا ہو گیا ہے۔

دیپک کی پہلی چھوٹی بیٹی تھی وہ بیٹے اور ایک بارہ سال کی لڑکی تھی۔ گھر کے سب کو ایک کمرے میں اکٹھا کیا اور کمریوں پر دھا کر پانچھ دپا۔ گر داس کے دونوں آدمیوں کے چہروں پر کھاب تھے۔

”کون ہو تم اور کیا چاہتے ہو۔“ دیپک نے بیٹی نے پوچھا۔ وہ سب کی طرح سے گھبرائے ہوئے تھے۔
”کوئی آواز نہیں۔“ درندہ میرے پستول کی آواز پھر سارا

دھنسنے لگا۔“ مگر وہ جسکی میں دھتھی۔
”دیکھو مجھ کو لوگوں کو چاہئے وہ تم سے لگا دینگیں ہمیں کچھ نہیں ہو چکا ہے۔“ بڑے بیٹے نے استدعا کی۔

”تم لوگوں کو نقصان پہنچا کر ہم لے لیا لیتا ہے۔ ہم تو نقدی اور زہر دیا لیں گے اور ملنے ہیں گے۔ بہت تم میں سے کوئی دشمنی نہ دکھائے۔“ گھر نے کہا اور ایک آدمی کو ان پر مسلح کر کے دوسرے آدمی کے ساتھ دوسرے کمرے میں چلا گیا۔

دوسرے کمرے میں جا کر گر داس اور اس کے آدمی نے سامان ابھر اور پھر کھینچا شروع کر دیا۔ جو نقدی ان کے ہاتھ کی دھکی انھوں نے اپنی جیب میں ڈال لی تھی۔ کچھ زبردستی لے لی گئی۔ دونوں نے گھر کا سامان جیکب تک میر دیا تھا۔ اس کے بعد وہ دیپک کے انتظار میں بیٹھ گئے۔

رات کے تین بج گئے تھے لیکن دیپک نہیں آیا تھا۔ دیپک کی پہلی پر دہی آدمی ہتھول تانے لگا تھا۔ جبکہ وہ دونوں اس سے فہمی کر رہے تھے دیپک کا انتظار کرتے ہوئے بھی کھار کی چڑکی اگلی آواز پیدا کر رہے تھے جس سے اس گھر کے کتین کو گنگے کہ وہ اندر اپنے مطلب کا سامان لوٹ دے ہیں۔ گر داس بارگزی دیکھ رہا تھا۔

تین بج گھر دھت ہو گئے تھے۔

گر داس کے انتظار میں منتظر سا ہو گیا تھا۔

☆

دیکھ اپنے دوتے پر ہی اسے گھر کے پاس پہنچ گیا تھا لیکن اس کی گاڑی خراب ہوگئی تھی اس کا ڈرائیور ہینٹ کھول کر دیکھا ہاں گاڑی اسٹارٹ ہو جانے لگی لیکن ایسا نہ ہوا تو دیکھ نے اپنی گھڑی کی طرف دیکھا۔
 ”تمہیں سے زیادہ دوتے ہو گیا ہے۔ تم ایسا کرو کہ پیگ ڈی اس جگہ کا کرو اور اپنے گھر پہنچے جاؤ۔ اس علاقے کے چوکیدار کو وہاں کا خیال رکھنے کا حکم چلاؤ۔“
 ڈرائیور نے ہینٹ بند کرنے کے بعد کہا۔ ”آپ کیسے جانیں گے؟“
 ”میرا کروٹن سا دور ہے۔ میں پیدل چلا جاؤں گا۔“
 دیکھ نے کہا۔

گھر پر پہنچے وہ لوگ اپنی اپنی سمت چل پڑے۔ دیکھ کا گھر زیادہ دور نہیں تھا۔ پش علاقے کی پہلی سٹیشن تھی۔ دیکھ اس پش علاقے میں رہتا ضرور تھیں اس کا طرز زندگی بہت سادہ تھا۔

گرو کا گھر کمرے کی اس کھڑکی کی طرف تھا جس پر پردے لگے رہتے تھے اور وہ گاڑی کی آواز اور اس کی تیز روشنی دیکھنے کا شہر تھا۔ دیکھ اس کھڑکی کے سامنے سے پیدل گزر کر تین دروازے کی طرف گیا اور اپنی جیب سے چابی نکال کر اپنی عادت کے مطابق آہستہ سے دروازہ کھولا تاکہ گھر میں سونے ہوئے اطرو کی آنکھ نہ کھلی جائے۔ اندر جا کر اس نے اس طرح دروازہ بند کر دیا۔

دیکھ نے ابھی اپنا پہلا قدم اٹھایا ہی تھا کہ تین اسی وقت گرو کی آواز آئی۔ ”میرا آواز ابھی گزرا۔“ بہت وقت ہو گیا ہے۔“

دیکھ کے قدم اس جگہ رُک گئے۔ اس کا چہرہ حیرت میں ڈوب گیا کہ گھر میں کون ہے۔ پھر اسے اٹھائیں گرو نے اپنا منہ اپنے چہرے پر کیا اور وہاں اُس کی سرے میں جا کر دیکھ کی بیوی کے ٹھکانا انداز میں غائب ہوا۔ ”اور جیتی سامان کہا ہے؟“

”جو کچھ بھی ہے گرو کی الماریوں میں ہے۔“ دیکھ

کی بیوی کی گھبراہٹ ہوئی آواز آئی۔

”الماریوں کی چابیاں کہاں ہیں؟“ گرو نے پوچھا۔ وہ چاہتا تھا کہ وہ ہر طرح سے اس کو لیک وادرات ثابت کرے۔

دیکھ کی سمجھ میں آگیا کہ گھر میں چند ہیں۔ وہ بغیر آواز پیدا کر کے کمرے کے پورے دروازے کی طرف بڑھا اور وہی سے اپنی آنکھ کھلا کر اندر دیکھا۔ سب کچھ واضح ہو گیا تھا۔

دیکھ ٹہکی کی چال چل کر اوپر چلا گیا۔ وہاں سے اُس نے اپنے دوست آچنگ کو فون کیا اور ساری بات بتا کر کچھ رہائی کی اور پھر وہاں آ کر تین دروازے کے ساتھ جا کر لنگ کھڑا ہو گیا۔

گرو آگے بڑھا۔ وہ وقت گزار رہا تھا۔ کرسی طرح سے دیکھ آجائے۔ ایک دو بار اس نے کھڑکی کا پردہ ہٹا کر باہر دیکھا۔ باہر سٹیشن آگئی تھی۔

گرو وہاں سے دوڑ نکلتا تھا۔ پش اپنی جیب دور سے کھڑکی کے کمرے کے کھڑکی کی طرف بڑھی۔ دیکھ فوراً سا دروازہ کھول کر باہر نکل رہا تھا۔ جیسے ہی اُس نے اپنے دوست آچنگ کی شکل دیکھی اُس نے جلدی سے دروازہ کھول دیا۔ اندر کی کوئی چیز نہ چلا کر پش اس گھر میں داخل ہوئی ہے۔

سب سے پہلے پش نے بڑی ہوشیاری اور مستعدی سے اس کمرے میں سر جو اس شخص کو تباہ کر لیا جو دیکھ کی جیلی پر پھونکا ہوا ہے۔ اُس نے کہا۔ ایک بار پھر جیسے ہی گرو اس کمرے سے باہر آیا پش نے اُسے بھی تباہ کر لیا اور تیسرا آڈی پڑھا پش کے لئے کچھ مشکل نہ تھا۔ تینوں پش کی گرفت میں اس طرح سے آگئے تھے کہ اپنی اچانک گرفتاری کو کچھ گرو کو یوں لگ رہا تھا جیسے وہ کوئی خواب دیکھ رہا ہو۔

☆

اشوک اپنے گھر میں رات کے اس پہر گرو کی کال کا

انتظار کر رہا تھا۔ اس کی پریشانی اور بے چینی بڑھتی جا رہی تھی۔ وہ کمرے میں ٹہل رہا تھا۔ اس کی بیوی جوتی کی اچانک آمد کو محسوس کی تو اُس نے پہلے اشوک کی طرف دیکھا اور پھر گھڑی کی طرف دیکھ کر شعلہ سیب روشن کر دیا۔
 ”کیا بات ہے تم جاگ رہے ہو؟“ جوتی نے پوچھا۔
 ”ہاں..... میں گرو کی کال کا انتظار کر رہا ہوں۔“

اشوک نے بتایا۔ وہ سب کچھ جوتی کو بتا چکا تھا۔ جوتی نے اُنھ کو کرسی کی طرف دیکھا۔ ”اشوک مجھے لگا ہے کہ تم نے بہت دیکھ کر کیا ہے۔ تم اپنا انتقام بھول کر کچھ اور سوچو تو بہتر تھا۔“

”کوئی رسک نہیں ہے۔“ گرو اپنے کام میں بہت ماہر تھا۔ ”اشوک نے کہا وہ خود ہی الجھن کھینچ رہا تھا۔
 ”دقت دیکھو مگر سارے جاہلوں سے ہیں اور اس کی تک گرو کی کال نہیں آئی۔“ جوتی نے ایک بار پھر گھڑی کی طرف دیکھا۔

اشوک نے بھی گھڑی کی طرف دیکھا۔ وہ حیرت الجھن میں مبتلا ہو گیا تھا۔ بہت سے خیالات اس کے ذہن میں آنے لگے تھے۔ ان میں یہ بھی تھا کہ اگر کچھ بڑ ہوگئی تو پھر کیا ہوگا؟ لیکن یہ سوچ اس خیال کو رد کر دیتی تھی کہ گرو اپنا کام کچھ نہیں ہے۔

اشوک بیٹھ کر ایک گھنٹے ہی سہا تھا۔ دن کا احوال ہر سوچیں لگتا تھا۔ ابھی جوتی سوتی ہوئی تھی کہ اشوک اُنھ کے اپنے کمرے سے باہر نکل آیا۔

اچانک اس کے موبائل پر گرو کے ایک ساتھی کا فون آگیا ”دوکان“۔ ”سیل فون پر گرو کو پش نے بکھڑا کر دیا۔“

”کیا؟“ اشوک کے پاؤں تھکے تھے زمین لٹل گئی۔ اس کا من حیرت سے کھل گیا تھا۔ ”کیا کہہ رہے ہو تم؟“

”میرا لنگھل رہا ہوں۔ اس کے دو ساتھی تو کرائے کے تھے جن کو صرف یہ پتہ تھا کہ چوری کرنی ہے۔ ان کی

پردہ انہیں سے لگین گرو کو کچھ پتہ ہے۔ اگر اس نے کچھ بول دیا تو غلط ہو جائے گا۔ اس نے کچھ کو سیل فون کو گواہ کر لیا اور تین سب کچھ بتا دیا۔“ اس نے ہلکی سی۔
 ”تم کیا بتاؤ گے ہلو؟“ اشوک نے کہا۔

”تم کی آپ نے گرو کو رد کیا ہے یا تمہاری کام کے کرنے کے لئے۔ کام کیا تھا میرے اس بیان پر پش تم سے پوچھ رہی تھی۔“ اس نے کہا۔
 ”تم لوگ اپنے مطلب کے کچے ہو۔“ لنگھک ہے میں کچھ کہتا ہوں۔“

اشوک بہت پریشان ہو گیا تھا۔ اگر گرو نے کچھ اگل دیا تو جب سب کچھ بیان ہو جائے گا۔ راہول پر تین اور میڈیا کی لکیر نڈر بن جائے گا۔ اس کا کسکی سیل فون ہوجائے گا۔ ایک ٹھکانہ پر رہا ہو جائے گا اور گرو نے ڈیپان بند کر دیا اور وہ جیل میں بند رہا تو پھر اُس کا قریبی ساتھی گرو کو بھاننے کے لئے ان پر دباؤ ڈالے گا۔ ایک مجبور میں پش ہو گیا تھا۔

☆

راہول کو حقیقت بتانا اشوک کے لئے گناہ تھا۔ راہول نے جیسے ہی اس کے منہ سے سب کچھ سنا وہ اپنی جگہ سے اُٹھ آیا جیسے کسی نے اس کے پاؤں پر بم مار دیا ہو۔ اس وقت اشوک کی بیوی جوتی وہاں تھی۔

”تم نے کیا کیا؟“ تم..... تم دیکھ کو جان سے مار دینا چاہتے تھے؟ مجھے یقین نہیں آ رہا کہ یہ تم ہو جس پر میں نے اصرار کیا تھا اور تم نے اپنی غیر ذمہ داری کا مظاہرہ کر کے میرے لئے ایک نئی آفت کھڑی کر دی۔“ راہول نے ایک نئی سانس میں اُس پر برستے ہوئے کہا۔ ”جانتے ہو کہ اگر کوئی بات بھی اس کے منہ سے باہر نکلی تو کیا ہوگا؟ میں کہاں سے کہاں چلا جاؤں؟ اور دیکھ سب جانتے ہیں کس کس کے تعلقات کہاں نہیں ہیں۔ ہمارے ہاں کمال جب تک ڈانڈو ملے وہ کون سے نہیں بنتا۔“

”میں تو اسے ایک وادعات کا رنگ دے کر“

اشوک نے کہا تھا۔

”جی ہر ہوت۔“ راول نے ڈانٹ دیا۔ ”میں نے اس وقت تم سے تمہارا پلان پوچھ کر نہیں کیا۔“ راول نے افسوس اظہار کیا۔

”جو ہوا وہ تو ہو گیا۔ اب ہمیں ان باتوں میں الجھ کر وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔“ جوشی نے آگے بڑھ کر راول کا ہاتھ پکڑ لیا۔ وہ خطرناک انداز میں کہنے لگا۔ ”اپنے ہاتھ ملتا تھا اور کسی اپنے وقت لینا تھا۔ جوشی کی بات نے اُسے مزید متحیر کر دیا تھا۔ اُس نے ایک گلاس پانی پی لیا اور اپنے آپ کو سنبھال کر جوشی کی طرف دیکھ کر پوچھا۔ ”تاؤ کیا کریں۔ اس نے جو میری بدنامی کے مقابلے پر دخل کھائے ہیں وہ کیسے مٹائیں؟“

جوشی نے ایک نظر اشوک کی طرف دیکھا اور کہا۔ ”اس علاقے کے تھانے کا انچارج دی کی کا درست ہے اور دیو پیپے کے لئے کوئی بھی کام کرنے کے لئے تیار ہوتا ہے۔ اشوک کی ردی کے ساتھ بھی انجی ہوا چیت ہے۔ اگر تم اس کے مندر میں بالور ڈال دو تو وہ انچارج کے ساتھ مل کر گرد گرد کر لیا کر سکتا ہے۔“

جوشی کی بات سن کر راول نے اشوک کی طرف دیکھا اور اپنے لہجے میں نرم لہجہ کر لیا۔ ”کیوں اشوک تم کیا کہتے ہو؟“

”جوشی ٹھیک کہہ رہی ہے۔“ اشوک نے اس کی بات سے اتفاق کیا۔

”ٹھیک ہے جتنا بھی پیسہ خرچ ہو مگر دو کحوالات سے ٹال کر گزار کر دو۔ بلکہ اسے اپنے خرچے پر اس ملک سے باہر بھیج دو اور اس کے بعد اسے کی سوچتے ہیں۔ جاؤ اور جلدی کرو۔“ راول نے کہا۔

اشوک اُسی وقت باہر نکل گیا۔ راول تکل و غارت کے علاوہ ہر دم کا رہتا تھا جو کسی کے بس میں نہیں رہتا تھا۔ اس کی ہر جگہ واقفیت تھی۔ بلکہ ہر

اُس آدمی کو جانتا تھا کہ کون کتنا اہم نام ہے۔ اشوک نے اس کی پوری فہم اس کی جیب میں ڈالی اور تاکہ کی کہ یہ کام مکمل ہو جائے۔

چلی کا انچارج انتہائی لاپرواہی اور رشوت خور تھا۔ دیو نے اُس سے ملنے ہی کر کو باہر نکلنے کی کبھی پوچھی اور کب کب کا جلد کا کرنے کا کہہ کر اور اس کی کبھی دوسے کر دہ دہاں سے چلا گیا۔ اس کا اتنا ہی کام تھا۔

اشوک نے اس معاملے کو چھری کی وارادت سے زیادہ اہمیت نہیں دی تھی۔ اُس نے گرو کے خلاف پوچھی چیز کا ہی کوٹھا تھا۔ لیکن اُس وقت اُسے جوتھی میں جب اُس نے اشوک کو دی کے ساتھ دیکھا تھا اور پھر اس وقت اس کی حیرت و چند ہوئی تھی جب اشوک نے نظر نے دی اور تھا۔ اُسے انچارج کا ایک ساتھ دیکھ لیا تھا۔ اُس وقت دیکھ کر کھانے کے سامنے سے ہوا تھا۔

دیکھ بہت انجی طرح سے جانتا تھا کہ دیو کیا ہے اور جب کوئی اس سے ملتا ہے تو کیوں ملتا ہے۔ دیکھ انجی کرزی کے کرزی ملا کر ان سوچوں میں ہی تھا کہ شام کو اسے تاکہ یہ خبر پڑی کہ کحوالات سے گرو اس وقت گزار ہو گیا جب تھا۔ میں وہ سپاہی تھے اور باقی حملہ کسی ایمر میں بھی گیا ہوا تھا۔

اس خبر کو سن کر دیکھ لیا کہ نہ بھول گیا تھا اور بیٹھ کر سوچنے لگا کہ اشوک کا گرو کے ساتھ کوئی تعلق ہے۔ گرو فراموش ہوا بلکہ اُسے فراموش کیا گیا ہے۔ اُس وقت وہ اپنے دوست انجیشانی کے پاس چلا گیا۔

”تھاراجرم ہمارا ہے کہ فراموش کر لیا گیا ہے۔“ دیکھ نے سوال کیا تو انجی بھی کسی کو سنی چھوٹی جالی ہے۔

”انجیشانی ہنسا۔“ اس سوال کا جواب میں تحقیق کے بعد ہی دے سکتا ہوں۔“

”وہ کیا ہے تمہارا اس کا۔۔۔۔۔۔ ہاں گرو۔۔۔۔۔۔ ہے کون؟“ دیکھ نے پوچھا۔

”اس کا تعلق انڈر ورلڈ کے لوگوں سے ہے۔ آپ کو یہ

بھی بتا دوں کہ جب سے میں نے اسے پکڑا ہے میری جگہ میں یہ بات نہیں آئی تھی کہ گرو چوری تو کرتا ہی نہیں ہے۔ اس کا کام تو مرنا مارتا ہے۔ وہ آپ کے گھر میں چوری کی نیت سے نہیں گیا تھا۔ اس کا مقصد پکڑا ہوا تھا۔“ انجیشانی نے کہا۔

”اس ملک کے ہاؤ جوتی نے کوئی پوچھ کر نہیں کیا؟“

دیکھ نے پوچھا۔

”مجھے ایک اور کام کے آرڈر موصول ہو گئے تھے۔ میں جانتا تھا کہ پچھلے دو کام کرلوں اس کے بعد میں گرو سے اس کی تحقیق کروں گا۔ مگر پھر آپ گھر نہ گئے ہیں میں اس کو جلد پکڑ لوں گا۔ ہاں آپ ڈرا احتیاط کریں۔“ انجیشانی نے کہا۔

جکھوہر بیٹنے کے بعد دیکھ وہاں سے آ گیا۔ اس کا ذہن مسلسل اشوک اور دی کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ کہیں اشوک اس پکڑ کا بدلہ تو نہیں لے رہا؟ اس خیال نے دیکھ کو مزید شک میں جتا کر دیا تھا اور اُس نے فیصلہ کیا کہ وہ اس معاملے کی تحقیق کرے گا۔

☆

گرو کحوالات سے بھاگ کر سیدھا ایک گروام میں چلا گیا تھا۔ وہ کھانا کھا کر گروام کے اندر کے ایک چائے والے سیدھا کھا کر وہاں جگہ کی بنا کے لئے نہیں آیا تھا کیونکہ انجیشانی اور گرو کی مخالفت کے بارے میں بھی جانتے تھے۔ وہ گرو پکڑنا جانتا تھا اور گرو ہار کی جوت سے کہہ ہونے کی وجہ سے اس کی نگاہوں کے سامنے علم کا پھرنا رہتا تھا اور اب وہ جان گیا تھا کہ انجیشانی کے ہاتھ اس کے خلاف کیس آ گیا ہے۔ وہ اسے کسی صورت میں چھوڑے گا۔ یہ گروام کی سختی کا نہیں تھا۔

اس جگہ سے گرو اشوک کو فون کرنا جانتا تھا۔ ابھی اُس نے دوسو ہائی گروام کا سامنے سے دے کر کہا تھا کہ لگایا تھا کہ اسے لگا کر ہار کوئی آیا ہے۔ اس سے موہاں اپنی جیب میں ڈالا اور ایک دم پر چڑھ کر درجن دان سے باہر

دیکھا۔ بلب کی روشنی میں اس کی نگاہ جیسے ہی انجیشانی پر پڑی وہ اندام آواز سن کر قائم نہ رکھ سکا اور بے رحم کر گیا۔ خاموشی میں آواز کی ہر کی طرح کوئی بھی باہر نہیں نے جیسے ہی آواز سنی انہوں نے گروام کے اندر جانے کیلئے دوڑ لگادی۔

گرو کو اس گروام کے ہر راستے کا علم تھا۔ وہ جانتا ہوا تھی کہ جہاں تھا۔ انجیشانی بھی برق رفتاری سے اندر آتا تھا اور اُس نے گرو کو دیکھتے ہی اُس پر گولی چلا دی تھی۔ گولی گرو کے پاس ہی دیوار پر لگی تھی۔ وہ تیزی سے بھاگ کر دوسرے دروازے سے باہر نکل گیا۔ انجیشانی اپنی پولیس کے ساتھ ہی اس کے پیچھے بھاگ کر گولی بھانگنے کی رفتار بہت تھی۔ وہ اس تیزی سے سرک سے ہوتا ہوا دوسری سڑک پر چلا گیا اور وہاں سے اُس نے پلن کی طرف دوڑ لگادی۔

انجیشانی سڑک کے کسی اس طرف اور بھی اس طرف متلاشی نگاہوں سے دیکھتا رہا۔ دور تک گرو کو کوئی نشان نہیں تھا۔

راول کے بچکے کے چمکیدار نے اندر اشوک کو انتظار کام پر اطلاع دی کہ وہ ابے نام کا ایک آدمی آپ سے ملنا چاہتا ہے۔

اشوک اس نام کا سن کر پہلے تو حیران ہوا کہ یہ کون ہے۔ کیونکہ وہ نام اس کے کسی آدمی کو نہیں جانتا تھا۔ پھر کچھ سوچ کر اس نے کہا کہ وہاں آتا ہے۔

اشوک نے جیسے اُس جگہ جا کر دیکھا وہ چمک پڑا۔ سامنے گرو کھڑا تھا۔ اشوک نے اس جگہ بات کر لی مناسب نہ تھی اور اسے لے کر اندر آ گیا۔

”یہاں کیوں آئے ہو؟“ اشوک نے گرو سے آتے ہی سوال کیا۔

”اور کہاں جاتا۔“ گرو نے اُلٹا سوال کر دیا۔

”مجھے کیا پتہ کہ کہاں جاتے۔ یہاں نہیں آتے۔“ اشوک نے انجی سے کہا۔

”وکیو شوکابا۔ ہم کچھ دوسری جگہ سے آ رہے ہیں۔“

کریس نے تہہ را کام چلا لیکن میں تو پچھن کر رہ گیا ہوں۔ وہ انپکٹر شانی میرا دشمن جو پہلے ہی مجھے پکڑنے کے لئے مروج کی تلاش میں تھا۔ وہ اب میرے پیچھے کسی سامنے کی طرح لگ گیا ہے اور اس جگہ سے بہتر کوئی جگہ نہیں ہے جہاں میں چند دن گزار سکوں۔ ”گرو نے کہا۔

”تم یہاں رہو گے؟“ اشوک نے مضطرب ہو کر پوچھا۔

”یہی وہ جگہ ہے جہاں پولیس نہیں آئے گی۔ میں یہاں ٹھہراؤں گا۔“ گرو نے ایمان سے کہا۔

”وکیو میں تہہ را سے باہر جانے کا بندوبست کرتا ہوں۔ تم باہر نکل جاؤ۔“ اشوک نے کہا۔

”میں نہیں نکلیں جاؤں گا۔ چاروں بعد میرا ساتھی اور دوست جیل سے باہر آ رہا ہے۔ اس کے آتے ہی ہم انپکٹر شانی کو پہلے پکڑ لیں گے۔ یہاں ہمارا دھماکا ہے وہ چھوڑ کر ہم نکلیں گی نہیں جائیں گے۔“ گرو نے کہا۔

”تم کچھ بھی کرو لیکن یہاں سے چلے جاؤ۔“ اشوک نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔

”لیکھ ہے میں چلا جاتا ہوں۔ لیکن میرا دھمیک کے پاس جاؤں گا اور سب کچھ جان کر دوں گا۔“ گرو نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔

”حق تو کیجئے ہو کہ میرے دھندے کا اصول راز داری ہے۔“ اشوک نے اس کی طرف دیکھا۔

”ہاں۔۔۔ اس وقت تک جب تک اپنی جان کو کوئی خطرہ نہ ہو۔“ گرو نے کہا۔

اشوک اس کی طرف سے ہنسی سے دیکھنے لگا تھا۔ وہ لاچار ہو گیا تھا۔ اسے خود کو اور اہل کو بھی پہچان تھا۔ اس کے سامنے اس کے پاس کوئی چارہ نہیں تھا کہ وہ چپ رہتا۔

اس نے گرو کو ایسے کرے میں نہ دیکھا کہ لئے لگا اور خود باہر نکل گیا۔

اشوک جیسے ہی نشست گا وہ میں پہنچا لیکھ کے سامنے

”اشوک! شک۔“ راہول نے اسے دیکھتے ہی کہا۔

اس کے پاس چلا گیا۔ راہول نے ایک نظر دیکھ کر اس کی طرف دیکھ کر کہا۔ ”مستور دیکھ کا خیال ہے کہ اس شخص میں کوئی واردات نہیں ہو رہی تھی بلکہ وہ اشوک کا کوئی چکر تھا۔“

”میرا کیا تھا؟“ اشوک نے سمجھنا تھا کہ راہول کی طرف دیکھا۔ اس نے دیکھ کر اس کی طرف دیکھا۔

راہول چکر بولا۔ ”ان کا کہنا ہے کہ وہ تہہ را ان کے خلاف ایک سازش تھی۔ کیونکہ انہوں نے دیکھا کہ تم دوسری طرف سے لے ہو اور اسی دن دوسری پولیس اسٹیشن گیا اور گرو بھاگ گیا۔“

”میں کسی سے بھی مل سکتا ہوں۔ نظم انٹرنیٹ کی کون سی شخصیت ہے جس کے ساتھ دوسری کے تعلقات ہیں۔ خود یہی ہے ان سے ملنے ہیں۔“ اشوک نے جواب دیا۔ ”اور پھر میں ان کے خلاف کیوں کوئی سازش کروں۔“

دیکھ نے اپنے چہرے پر دم سے ایک مسکراہٹ نہائی

اور کہا۔ ”تم میرے خلاف کیوں کوئی سازش کر کے یہ تم بھی جانتے ہو اور میں بھی جانتا ہوں۔“

اشوک اس کا اشارہ سمجھ گیا اور اس کے بات کرنے کا انداز اسے مزید غصہ دلا گیا تھا۔ ”جب مجھے تو حوالے سے کوئی کام کرنا ہوگا تو میں سامنے سے دار کردوں گا۔“

دیکھ نے اس کی طرف قناعت سے دیکھا اور راہول سے کہا۔ ”بہلی بات یہ ہے کہ گرو پھر ہی پکڑا نہیں کرتا۔ وہ کسی کی جان لینے کے لئے کوئی کام اپنے ہاتھ میں لیتا ہے۔ گرو کی تلاش تو اسی جہاز ہے۔ مگر دوسری شاید اب تک انپکٹر شانی کے ہاتھ لگ چکی ہو۔“ دیکھ کی بات سن کر راہول گھبرا گیا تھا۔ دیکھ بولا۔ ”میں یہی کہنے کے لئے آیا تھا۔ جب تک میں سرانجام نہ دلاؤں میں

سے نہیں بچوں گا۔ میرے لئے اب کبھی کام ہے۔“

دیکھ اٹھ کھڑا ہوا تو راہول نے اس سے ہاتھ ملاتے ہوئے پوچھا۔ ”وہ نہیں کا نظریں کا کیا پروگرام ہے تاکہ ہم شیڈول ملے کر لیں۔“

”وہ اپنے وقت پر ہی ہوگی۔“ دیکھ نے مٹی خیز انداز میں کہا اور اجازت کے لئے کمر ہٹا کر چلا گیا۔ اس کے جاتے ہی راہول نے اشوک کی طرف دیکھا اور مضطربانہ انداز میں کہا۔

”تم نے میرے لئے ایک مصیبت کمزری کر دی ہے۔ اگر دوسری اس کے ہاتھ لگ گیا تو کیا ہوگا؟“

اشوک نے ہنسیان سے کہا۔ ”وہ ضرور ہے باہر سے۔ وہ مجھ سے مل کر گیا تھا۔ وہ کہاں کہاں ہے اور کتنے دنوں کے لئے کیا ہے اس کا مجھے پتہ ہے۔“

”اور وہ کون۔۔۔؟“ راہول نے پوچھا۔

”اس شخص کو میں بھی نہیں سمجھتا۔“ اشوک نے کہا۔

”کیسے نہیں پہنچ جائیں گے؟“ راہول نے اس کی طرف سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

”کیوں کہ وہ یہاں ہے۔“ اشوک نے بتایا۔

راہول اس کی بات سن کر چپکے کہنے لگا۔ ”کیا کیا تم نے وہ یہاں ہے؟“

”آپ سے پھر ہو جائیں اب یہ میری ذمہ داری ہے کہ میں آپ پر اور آپ کی شخصیت پر کوئی آج نہ آنے دوں۔ لیکن ایک بات تو سچ ہے۔“ اشوک نے اپنے بیٹے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

”وہ کیا؟“ راہول نے اس کی طرف دیکھا۔

”لگتا ہے دیکھ کسی کے لئے استعمال ہو رہا ہے۔“ اشوک نے سوچتے ہوئے کہا۔

”میں سمجھتا ہوں۔“ راہول نے اپنی نگاہیں اس کے چہرے پر جمائیں۔

”آپ کے بھی کی مخالفت ہے۔“ کچھ لوگ جانتے ہیں کہ آپ کو اپنی سازش کا نشانہ بنائیں۔ دیکھ کو کوئی

استعمال کر رہا ہے۔ دیکھ نے اپنے احسان کا بوجھ آپ کے سر پر رکھ کر آپ کو انکار کا مولتی ہی نہیں دیا اور آپ احسان فرما سکتے ہیں۔“ اپنے احسان کا فائدہ دیکھ نے پہلی اٹھایا کہ اس نے کس چیز کا کرشل ہے آپ کا معاوضہ کیا ہوگا کچھ نہیں بتایا۔ معاوضہ پر مددگار نے اور پولیس کا کرشل کیا۔ جس میں یہ اعلان ہوگا کہ آپ کرشل میں کام کر رہے ہیں۔ وہ کبھی سامنے آئے گی اور مصالحت کا ایک طرف ان آپ کی طرف آئے۔“

اشوک نے فیصلے سے بتاتے ہوئے کہا۔

راہول اس کی بات سننے سے سوچ بھی رہا تھا۔ وہ گردن ہلاتے ہوئے بولا۔ ”تم لیکھ کہہ رہے ہو۔“

”کیونکہ آپ کا بھی کرشل میں کام کرنے کا مولتی ختم رہا ہے اس لئے یہ سب آپ کی طرف پھرتے ہیں۔“ اشوک نے مزید کہا۔

راہول سوچنے لگا۔ اس کے چہرے پر تغیر ابھرنے لگا تھا۔ چاروں چپک کر بولا۔ ”ایک منٹ۔۔۔ میرا مخالف فوراً جو میری کسی بھی کمزوری کو پکڑ کر دوا بدلہ چاہتا ہے۔“

”اب آپ مجھے وہ کرنے دیتے جو میں کرنا چاہتا ہوں۔ آپ پر بھی کوئی حرف نہیں ہے اس دن کا اور دیکھ کا کرشل بھی نہیں ہے۔“

اس بار راہول نے کھلی انکسرتی میں ہلایا تھا۔

☆

اشوک کا خیال لیکھ تھا۔ دیکھ ایک بڑے فلم نیکر کا جھنڈا بنا ہوا تھا۔ وہ دیکھ کا دوست تھی اور اس کی ایلے کبھی میں اس کا کچھ بھی تھا۔

اس فلم نیکر کی بہت خواہش کی کہ راہول اس کی فلم میں کام کرے۔ اس کے لئے اس نے کئی بار سے پیشکش بھی کی تھی۔ راہول کو اس کے کام کرنے کا انداز نہیں پسند تھا۔ اس لئے یہ ہر بار اس کے ساتھ کام کرنے کی سعادت ہی اس کی تھی۔ جب راہول کی آخری ریلیز ہو کر کامیاب ہونے والی فلم کے بارے میں اس فلم نیکر کو پتا

چاہا تو اس کے سینے میں جیسے راہول کے بارے میں آگ
جمل اٹھی تھی کا ساہب ترین اداکار اس کے ساتھ کام
کیوں نہیں کر رہا؟ اگر وہ اس کی ایک فلم کر لے تو وہ بھی
کرڈز منگاسکتے۔ اس آگ نے اسے مجبور کر دیا کہ وہ
راہول کو نشانہ بنائے۔ اس کے اندر کی جلیں برداشت نہیں
ہوری تھیں۔

اس کا جب اس نے ذکر دیکھ سے کیا تو وہ جیسے اسی
انتظار میں تھا۔ وہ اتنا زیادہ سیکر تھا کہ ہر بار اس کی والدہ میں
اس کے ساتھ کام کرنے کا خواہش رہتا تھا اور ایک
راہول تھا جس نے بھی اسے کسی کرکٹ کے لئے گھاس
بھی نہیں ڈالی تھی اور پھر اس کی ایک فون کاں پر تاننا ادا ہو
ہوئے والا جو اس کے کام کا نہیں تھا اس جلیں نے بھی اسے

اندرونی اعتراض کیا ہوا تھا۔
فونوں کا ایک بریف کس لئے کر اس نے راہول کو
اپنے کرکٹ کے لئے سائن کر لیا تھا۔ وہ ایک نئے فونوں کی
تھیم کا گلی بھی کھل کر لیا تھا۔ اس نے نام لہا وصالوں کا
ایک ٹولہ بھی ترتیب دے دیا تھا جن کے لئے سوالات

لگے جارہے تھے اور ایسے سوالات کہ جیسے سن کر راہول کو
پیدا آجائے۔ سوالات کی آڑ میں وہ راہول کی تدریک کا
بندوبست کئے ہوئے تھے۔ وہ تدریک ایک بارے میں
درک پر اور اسات دکھانے کا بھی سوچے بیٹھا تھا۔

☆

دیکھ آپ یہ بھی چاہتا تھا کہ وہ اشوک کو پھلے کے
آگے کسی مجرم کی طرح چٹیں کر دے۔ اس نے وہ اسٹیکر
شانی کی مدد سے ہڈی کو کوشش میں تھا کہ اشوک بھی اس
لیٹ میں آجائے۔

اسٹیکر شانی کو بکسر کے ذریعے سے یہ پتہ چل گیا تھا کہ
روٹی شام کی ٹرین سے واپس آ رہا ہے۔ اس کی جیب میں
بھی چنگ دھپک نے بہت سے پیسے ڈال دیئے تھے اس
لئے اس نے ریلوے اسٹیشن پر اپنی پولیس ٹرین آئے سے
پہلے ہی سداہاس میں سہیتات کر دی تھی۔

دیا۔
راہول اور اشوک نے سکر ایک دوسرے کی طرف
مستی خیز انداز میں دیکھا اور اس کے بعد ان دونوں کے
ساتھ جوٹی اور میک آپ میں دین سے باہر نکل کر دیکھ
کے مگر کی طرف چل پڑے۔

دیکھ کی بیوی اس وقت گھر میں اپنی نوکرائی کے ساتھ
تھی۔ راہول کو دیکھ کر خوش ہو گئی تھی۔ جب راہول کی وہ
بھلی ظلم کا ساہب ہوئی تھی جو دیکھ کی ایک فون کاں پر
آئے تھے تھی تب راہول عیدہاں کے گھر آ جاتا تھا۔ اس

وقت سے دیکھ کی بیوی راہول کو اپنے بیٹے کی طرح
چاہنے لگی تھی۔
راہول نے دیکھ کی بیوی کے ہاتھ کی کافی پیٹنے کی
فرمائش کی تھی۔ نوکرائی دوسرے کاموں میں مشغول ہو گئی
تھی۔ اس کے ساتھ ہا اور اپنی خانے میں چلی گئی تھی۔
اسی سوچے سے فائدہ اٹھا کر اشوک نے برقی رفتار کی

سے دیکھ کے کڑے کر لیا اور اس کی لمبائی سے وہ
معاذہ تلاش کرنے لگا جس پر راہول کے دھماکا تھے۔
تھک ورازا میں بہت سے کاغذات پڑے تھے۔ اشوک
ایک ایک کاغذ پر نگہ رہا تھا۔ لیکن وہ معاہدہ نہیں بھی نہیں
تھا۔ اس کے بعد اس نے دوسری جگہ پر بھی وہ کاغذ تلاش
کیا اسے پورے کمرے میں کسی دروازہ کی ناکل میں وہ
معاہدہ تلاش کیا تھا۔ پوری ناکل کرنے کے بعد وہ کمرے سے
باہر نکل آ جاتا تھا۔

دیکھ کی بیوی نے بھی اشوک کے بارے میں سوچا
ہی تھا کہ وہ کہاں گیا ہے اور راہول اس سے پہلے کو کوئی
جواب دیتا اشوک نے آ کر کہا۔ "میں آپ کا گھر دیکھ رہا
تھا۔ بہت چالایا ہے مگر آپ نے۔"

"پھر کس جگہ پر چلے گیا تھا؟" دیکھ کی بیوی نے
کہا اور کرائی ہوئی بھرتی میں چلی گئی۔
"میں ملان۔" اشوک نے کہا۔
"کہاں رہا؟" دیکھ کی بیوی نے پوچھا۔
"راہول اس کی بات سن کر

بے چین ہو گیا تھا۔ دونوں چپ ہو گئے تھے۔ جس متعدد
کے لئے وہ سارا مکمل کیل رہے تھے اس میں وہ کام
ہوئے دھماکا دینے لگے۔
"اپنا ایک اشوک چلا۔ راہول نے اس کی طرف دیکھا۔
"کیا ہوا؟"
"دیکھ نے اس کاغذ اپنے اس کوٹ کی جیب میں ڈال
لیا تھا۔ وہ کٹ اس کے کپڑوں کی لمبائی میں چمک گیا ہوا
ہے۔ وہ کاغذ اس کوٹ میں تو نہیں ہے؟" اشوک نے کہا۔
اسی اثنا میں دیکھ کی بیوی جوٹی اور ملازمہ سامنے آ گئے۔
ملازمہ نے کافی اور کھانے کے پیٹنے کی لڑائی پکڑی ہوئی تھی۔
تھک ہاتوں میں کافی بھی پل رہے تھے۔ اشوک اور
راہول کا دین اس بات پر اٹھا ہوا تھا کہ وہ کوٹ کیسے
چمک کیا جائے۔
"اشوک تم کمرے سے کمرے میں بھگن کر آنا کام کرنا
ہے۔" ایک سنگھ لمبائی ہوئی ہے۔ "اپنا ایک راہول
نے کہا۔
"ہاں، تو اپنے بے چین کوئی اچھا نہیں دیا، ان بھی تو نظر
آئے۔" اشوک اس کی بات فوراً سمجھ کر بولا۔
"ان کی لمبائی دیکھو نا کیا خوبصورت بنوائی ہے اپنے
کمرے میں۔" راہول نے کہا۔
دیکھ کی بیوی فوراً بول پڑی۔ "دیکھ نے وہ لمبائی
پوتا ہے ایک کا رنگ سے بنوائی تھی۔"
"اچھا بھرو تو دیکھنے کے قابل ہوگی۔" اشوک نے
کہا۔
"ہاں اچھا دکھاؤں۔" دیکھ کی بیوی نے کہا۔ وہ
تینوں اٹھ کر اس کے پیچھے اس کمرے میں چلے گئے۔
لمبائی واقعی بہت خوبصورت بنائی تھی۔ جوٹی نے ایک
طرف بے کار دیکھ کی بیوی کو باتوں میں لگا لیا۔ اس
دوران اشوک نے جلدی سے اس کمرے کی جھینٹ ٹٹائی
شرع کر دی۔ ایک جیب میں وہ کاغذ تھا۔ اشوک نے وہ
کاغذ نکال کر ایک نظر دیکھا اور اپنی جیب میں ڈال لیا۔

انکے ساتھ ہی اشوک نے کہا۔ ”اچھا ذرا سنبھالو۔“
 جیسے دین ٹھیک ہوگئی ہے۔ مجھے ذرا تھک رہی تھی۔
 ہے۔“ چاروں نے اہواز میں اور دیکھ کے کھڑے ہوا۔
 آگے۔

☆

راہول ابھی دین ہی میں تھا کہ دیکھ کا فون آگیا۔
 اس نے بتایا۔ ”راہول میں نے پریس کانفرنس کرنے کا
 آج ہی پروگرام بنایا ہے۔ آج رات کو بجے کا وقت قائل
 ہوا۔“

”ابھی ابھی مضمون مسٹر دیکھ؟“ راہول نے پوچھا۔
 ”پارٹی کی مرضی ہے۔ تم تیار رہنا۔“ دیکھ نے کہا۔
 ”میں تیار ہوں۔ ایک بات ہے۔ آپ کے مجھے کیا کہ
 کرشن کرنا ہے میں نے کوئی چوں چوں کے بغیر
 معاہدے پر دستخط کر دیے۔ کیونکہ میں آپ کے احسان
 کے بوجھ تلے تھا۔ سائن کرنے کے بعد میں نے آپ کا
 احسان ادا کر دیا۔ آپ بات ہو جائے پیسے کی۔۔۔۔۔ مجھے
 کرشن کرنا معاوضہ دینا پڑے گا؟“ راہول نے کہا۔

”مجھے انکار نہ کر کے تم نے احسان ادا کیا ہے؟ کیا
 چاہتے ہو؟“ دیکھ نے ٹھیک لہجے میں پوچھا۔
 ”میں کچھ نہیں چاہتا آپ کی مرضی چلی گی۔ خواہ ایک
 ہزار روپیہ ہی کیوں نہ ہو۔ آپ میرے پاس دو معاہدہ
 لے کر آجائے گا تا کاسا پر دم بھی لگو لی جائے۔“
 ”ٹھیک ہے میں دو معاہدہ لے کر آجاتا ہوں۔ کہاں لو
 گے؟“ دیکھ نے کہا۔

”میں کمر میں لوں گا۔ آج میری شنگ رات کو
 ہے۔“ راہول نے کہا۔ سلسلہ متعلق ہو گیا تھا۔
 دیکھ کو راہول کی بات پر بہت فخر آیا تھا۔ مضمون بچ و
 تاب کھانے کے وہ چھوٹے کرسٹا تھا۔ وہ سیدھا اپنے کمر
 چلا گیا۔ اس نے جاتے ہی الداری کھولی اور کورٹ کی ہر
 جیب دیکھ لی لیکن کبھی نہیں اسے وہ کاغذ ملا تو اس کے
 چہرے پر بیٹائی میاں ہوگئی تھی۔ اس کے ماتھے کی

سلیمنی ابھرنی لگی تھی۔
 ”کیا بات ہے کیا حاش کر رہے ہیں؟“ اچانک اس کی
 پیڑی نے اندھا کر پھینچا۔
 ”میرے کوٹ کی جیب میں ایک کاغذ تھا کس نے نکالا
 ہے کون آیا تھا؟“ دیکھ نے پوچھا۔

”میں انکان نے ہے۔ ہاں سے تو کوئی بھی نہیں آیا تھا۔
 راہول آیا تھا۔“ اس کی پیڑی نے کہا۔ اس کے ساتھ ہی
 اس نے ساری تفصیل بتا دی۔ ساری بات سن کر دیکھ
 نے اپنے دانت میں لے تھے۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ راہول
 نے احسان ادا کرنے کی بات کر کے اس سے معاوضہ کی
 بات کیوں کر کر سکتا تھا۔
 دیکھ دو معاہدے پریس کانفرنس میں نہیں دکھا سکتا تھا۔
 جس کے بل بوتے پر ان سب نے راہول کی تذلیل کا
 سوچا تھا وہ سب خاک میں مل گیا تھا۔ اس کا فخر اور بھی
 بڑھ گیا تھا۔ ابھی وہ اس بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ اس
 کی پیڑی نے اسے اطلاع دی کہ کوئی اس سے ملنا چاہتا
 ہے۔ پہلے تو اس نے ملنے سے انکار کر دیا لیکن فوراً ہی اس
 نے اپنی ہوس کو روک دیا۔ وہ دیکھنا چاہتا تھا کہ کون ہے۔
 دیکھ نے اس کو نوجوان کا جائزہ لیتے ہوئے پوچھا۔
 ”کیسی ہے؟“

”آپ دیکھ صاحب ہیں۔ اس نوجوان نے پوچھا۔
 ”ہاں میں ہوں کیا بات ہے۔“ دیکھ نے ایک بار پھر
 اس کا جائزہ لیا۔
 ”میں آپ کا نام سنا تھا۔ آپ کے کام کا پیرہ لیتے
 ہوئے میں آؤں گا۔“ وہ دیکھنا چاہتا تھا۔
 ”تم کو کہہ جانتے ہو؟“ اچانک دیکھ نے چوک کر
 پوچھا۔

”میرا استاد ہے۔ اسی لئے تو آپ کو تلاش کر کے کہاں
 تک آیا ہوں۔“ وہ بولا۔
 ”گرد کہاں ہے اور تم کیا جانتے ہو؟“ دیکھ نے
 پوچھا۔

”اس دن ایک آدمی آیا تھا۔ آپ کو فون کے کاغذ پر دے
 کر چلا گیا تھا۔ پھر وہ گویا جو گرد نے نہیں سوجھا تھا۔ مجھے
 سارے صبحے کا تو پیچہ نہیں ہے۔ آج کل مجھے کچھ نہیں
 کی ضرورت ہے۔ اگر گرد کا تادوں تو کیا کچھ لے گا؟“
 اس نوجوان نے اپنا ہاتھ لے لیا۔ اشوک کا نام وہ
 جان بوجھ کر گولی کر گیا تھا تا کہ اس کی تپہ پر اس کا نام تاکر
 بھی کچھ وصول کر سکے۔

دیکھ کی ہارے سے مرنے لگی جلدی کی طرح تھا۔ ایک
 بار پھر باری اپنے ہاتھ کر کے لے لے اس نے فوراً جیب
 سے جڑو ہزار کے نوٹ نکال کر اس کے سامنے گئے اور
 کہا۔ ”دس ہزار ہیں۔“

فون دیکھنے کے بعد اس کے منہ سے ریل پٹے کی جھجکی۔ وہ
 جلدی سے بولا۔ ”بہت ہیں آج دن سے جیب خالی تھی۔
 میں یوں تو یقین نہیں کر رہا تھا۔ آپ۔ آپ۔ آپ۔ لے لے آپ
 خود ہیں۔“ اس نے جلدی سے ہوا کی لٹل کر تیر لایا۔
 نوٹ دیکھ کر وہ مضطرب ہو گیا تھا۔ ریل پٹے سے ہی دوسری
 طرف سے کر دی آواز آئی۔

”ہاں بول ہوئے۔ کیا بات ہے۔“
 ”میں نے سوچا تھا میری خیریت ہی تو پوچھوں۔ حرسے
 میں ہوں؟“ اس نے کہا۔ سوا کمال کا انکیزان تھا۔ اس نے
 دیکھ کی سن رہا تھا۔
 ”اچھے سہرے سہرے راہول کے پیچھے میں رہ رہا ہوں۔
 حرسے میں نہیں ہوں گا تو کیا ہوگا۔ خوب بیٹھ میں ہوں۔
 پریس بٹھری ہوئی کرسی ابھی؟“

”ابھی حالات ٹھیک نہیں ہیں۔ کچھ رہو۔ اوکے۔“
 اس نے کہہ کر موہائی بند کر دیا اور ٹیبل کی طرف دیکھا۔
 دیکھ نے اسے نوٹ دے دیے۔
 ابھی وہ اندر گیا تھا کہ اسے اسٹیکر شانی کی کال آگئی۔
 اس نے بتایا کہ شمر سے پہلے نے والے انجین پر ایک
 تجربہ میں کوئی نامعلوم آدمی روٹی کو گولی مار کر مارا ہو گیا
 ہے۔

دیکھ کے لئے جہاں یہ خبر بری تھی وہاں اس نے
 اسٹیکر شانی کے ساتھ گرد کے بارے میں بات کرنا شروع
 کر دی تھی۔ اس نے گرد کو راہول کے پیچھے سے گرد
 کر کے ایک اور پریس کانفرنس کرنے کا سوچ لیا تھا کہ
 پوری دنیا راہول کا ایک غبار بد دیکھے گی۔

☆

اشوک گوردی کی خبر مل چکی تھی اس نے مضمون خیر اعداد
 میں اپنے کون سے مضمون کی ایک کپی کیر جہاں کرتے ہوئے
 دل ہی دل میں کہا تھا کہ ایک بھائی کی ہوگئی ہے۔
 ابھی وہ اوپر سے گزرتے سے ہاں پٹے لگا ہی تھا کہ وہ ٹھٹھک کر
 رک گیا۔ پھر دیکھ کا اسٹیکر شانی پریس کے دواؤں کے
 ساتھ کھڑا تھا۔ اسٹیکر شانی سرخ رانڈن دکھاتے ہوئے
 کہہ رہا تھا کہ اسٹیکر سے چلا ہے گرد کر رہا میں ہے۔
 دیکھ کی کرسی پر ایک پر ایک رکھے راجمان تھا۔ جیسے کوئی
 بہت بڑا اٹھا رہا ہو۔

اشوک نے برقی رولڈی سے اپنے فون پر بار بار گرد کو
 فون کر کے پوچھا اور کچھ حیرت کہہ کر اس نے فون بند کر دیا۔
 اور وہاں تک ہوا کہ اس کے کمرے میں چلا گیا۔

راہول گہرا سوچا تھا لیکن وہ ایک بڑا اداکار تھا اس لئے
 اس نے پھر سے اپنی گہرا مضمون میں نہیں ہونے
 دی تھی۔ تلاش کا کمال اس طرف سے شروع ہوا تھا۔
 راہول دیکھ کے پاس بیٹھ گیا تھا۔ آٹھ ساڑھی اور ان
 میں ایک اسٹیکر شانی تھا۔ ان کے ساتھ راہول کا خاص
 ملازم تھا۔

اشوک نے گرد کے کمرے میں جاتے ہی اسے کہا کہ وہ
 جلدی سے آتھہ روم میں چلے۔ گرد نے حمیرے کھانوں سے
 اس کی طرف دیکھ کر پوچھا۔ ”کیوں کیا ہوا ہے؟“
 ”ہاں پریس آگئی ہے۔ ہمیں اس طرف سے فرار ہونا
 ہے۔“ اشوک نے اس کی سے بغیر اس کا بازو پکڑا اور باہر
 روم میں لے گیا۔ پریس اس منزل پر آگئی تھی۔ اسٹیکر شانی
 کو دیکھ کے انتہائی دلدادہ چاہتا تھا کہ وہ بھی اطمینان سے



پلاسٹک سرجری

ایک چھالاک تاجر کا احوال
اس کا واسطہ ایک تیز وطن اور
مجرم سے بڑ گیا تھا۔

راشد سعید

قاریغ لمحوں کے لیے ایک منصفی انجام کس پر مزاح تحویر۔

لوگوں نے شاکاروپ سے بات کی ہے۔ "دوہلا۔
"اودھ۔" تیتو کے منہ سے بے اختیار نکلا۔ "تو واقعی
خطرناک معاملہ ہو گیا ہے۔" وہ جانتی تھی کہ شاکاروپ
بہت خطرناک ہے۔ اس کوپ کا لیڈر شاکار تھا۔ یہ
گروپ جرائم کی دنیا کا ایک خطرناک ترین گروپ مانا
جاتا تھا۔ قتل و دھارت، لوٹ مار، اغوا، ڈکیتی اور دیگر جرائم
ان کے لیے کوئی مٹی نہیں رکھتے تھے۔

"دیکھ تم گزند کرو۔ ہمارے پاس بھی اسی طرح کا اور
میں نے دوپاریتو جاسوسوں کی خدمات کی حاصل کر لی
ہیں۔ وہ بھی ہمارے آس پاس ہی رہیں گے اور بغیر ظاہر
ہونے ہماری حفاظت کریں گے۔" تیتو کو پریشان ہوتے

تھو کہ اس نے ان کا کام نہ سیرور تھا اور اپنی سکرٹری
تیتو کا نمبر لایا۔ راپلے نے اس سے تیتو سے کہا۔ "تم ذرا
ہم سے پاس آ جاؤ۔" اس نے سیرور دہلیز کو دیا اور اپنی
شاہکار بڑی میز پر بٹھتی سے اٹھایاں مارنے لگا۔
ذرا دیر بعد تیتو اس کے پاس آئی۔ وہ اس کے سامنے
بیٹھنے کے بعد بولی۔ "میری سر؟"

"تیتو۔" سکرٹری نے دہلی کے لیے روانہ ہوتا ہے۔ میں
نے تمام تیار کیاں مکمل کر دیا ہیں۔ ہم فرین کے ذریعے
جائیں گے۔ میں نے فرین کی سٹیج بھی بک کر دیا ہے۔ میں
اس مرتبہ تیتو بہت ہوشیار رہتا ہے۔ مجھے یہ اطلاع ملی
ہے کہ ان جہازات کو جینے کے لیے ہمارے مخالف

ہے۔ راہول صاحب کے ساتھ شوٹنگ پر جانے کی تیاری
ہے۔ لیکن آپ یہاں کیوں؟"
"اسٹیکر شانی اس کی طرف دیکھنا ہوا ہوا۔ آپ ایک
منٹ باہر آئیے۔"

اشوک نے تویہ اپنے جسم کے ساتھ لیٹا اور باہر آ گیا۔
"اسٹیکر شانی نے ایک نظر اندر دیکھا اور اپنے آرمیوں کے
ساتھ باہر نکل گیا۔ اس کے ساتھ ہی اشوک بڑھایا۔"
آپ کے آنے سے پہلے میں نے ایک برائی اور کم کردی
ہے۔"

سارا بنگہ چھان لیا تھا کہ کہیں نہیں تھا۔ دیکھ کہ
بہت حیرانی ہوئی تھی۔ وہ بار بار سب کا منہ حیرت سے
دیکھتے ہوئے سوچ رہا تھا کہ کہیں گروہ اور اس کی آدمی اس
سے پیچھے حاصل کرنے کی کوئی سازش تو نہیں تھی۔ اسے
یقین ہی نہیں آ رہا تھا۔ راہول اس کی طرف مسکرا کر دیکھ
رہا تھا۔

سب وہاں سے نکل پڑے۔ دیکھ سوچ جا رہا تھا۔
اس کے اصحاب ڈھیلے ہو گئے تھے۔ ان سب کو خست
کرنے کے لیے سب ہی میں دور واڑے پڑے۔

پولیس اپنی دین میں چلی آئی تھی۔ دیکھ اپنی گاڑی میں
جاتے ہوئے بھی سوچ رہا تھا۔ اس کا دل چاہا کہ وہ ابھی
واپس جائے اور راہول کا ہنگو خود دیکھے۔ اس کی کچھ کچھ
میں نہیں آ رہا تھا۔ اچانک آگے پولیس گاہے گاہے اس کی
گاڑی کو روک لیا۔ اس علاقے میں کچھ دیر قی اس کی ایک
بڑی واردات ہو گئی تھی۔ پولیس اس کی کار کی تلاش لینے
گئی۔ ڈکی کوئی تو پولیس کی آنکھیں چمٹ گئیں۔ فوراً
دیکھ کہ خراسان میں لے لیا۔ وہ حیران تھا کہ کیوں
بکرا گیا ہے۔ اس نے جیسے ہی اپنی ڈکی میں دیکھا اس
کے پاؤں سے زمین کھل گئی تھی۔ آنکھوں کے آگے
اچھیرا چھوٹا گروہ کی خون منیٹ پت لاش اس کی
کار کی ڈکی میں تھی۔

☆☆☆

ہر گروہ چپک کر رہا تھا۔ وہ اس کمرے سے جہاں گروہ تھا
چار کمرے پیچھے تھا۔ ہاتھ درم میں جاتے ہی اشوک نے
ایک لمبی کی درے بغیر اپنی جیب سے اچھائی تیز ہمار کا
آل جو چھوڑا تھا۔ نکلا اور ایک ہی دار کر کے گروہ کی شرک
کاٹی۔ پورے ہاتھ درم میں خون ایک ہمارے کی
طرح پھیل گیا۔ اشوک کا چہرہ اور کپڑے بھی اس کی لپٹ
میں آ گئے تھے۔ گروہ باور پچھے گر گیا۔
"اسٹیکر شانی اور اس کی پولیس اس کے ساتھ والے
کمرے میں تھی۔ دیکھ نیچے بڑے اطمینان سے بیٹھا ہوا
تھا۔ وہ اس قدر بے یقین تھا کہ ابھی اسٹیکر شانی گروہ کو
گردن سے پکڑ کر سامنے لے آئے گا۔"

اسی اثنا میں دوسری طرف سے اشوک کی ہدایت پر
راہول کے ذاتی محافظ ایک موٹی لے لے ادر آ گئے۔
اشوک نے انھیں ہاتھ درم میں آنے کا اشارہ کیا۔ گروہ
انہوں نے چادر میں لیٹا اور بڑی احتیاط سے کہیں کوئی
قطر خون کا گر جائے وہ اس طرف سے باہر لے گئے۔

اس کے ساتھ ہی اشوک نے ہاتھ درم کو دروازہ اندر
سے قفل کیا اور اپنے کپڑے اتار کر ہاتھ درم کی صفائی
کرنے لگا۔ ہاتھ درم دھو کر اس نے اپنے کپڑے فوٹو
پر بڑی تنگی کھول کر اس میں ٹھونکے اور اسے بھر بند کر دیا۔
اسی اثنا میں اسٹیکر شانی اور اس کے آدمی اس کمرے
میں آ گئے تھے۔ کمرے کی صفائی شروع ہو گئی تھی۔ ہاتھ درم
کے اندر پاؤں پلنے کی آواز آ رہی تھی۔ پولیس اور اسٹیکر شانی
وہاں کمرے ہو گئے۔

"اسٹیکر شانی نے آواز دی۔
"تو فوراً اشوک نے اپنا بیجا ہوسر باہر نکالا اور پچھا۔ "میں
فرمائیے۔ اور پھر وہ یوں سب کو دیکھنے کا جیسے انھیں
اچانک دیکھ کر سہرت ہوئی ہو۔"

"آپ اس وقت ہمارے ہیں۔" اسٹیکر شانی نے
پچھا۔

"جب ساری دنیا سوئی ہے تو ہم لوگوں کا دن نکلا

دیکھ کر فخر داس نے کہا۔
 ”لیکھ سہرا“۔ تیرو کچھ سوچتے ہوئے ہوئی۔
 ”ارکے میں اب تم جاؤ اور کام نہ بنالو۔“ فخر داس نے
 کہا۔
 ”بھڑا؟“ کہہ کر تیرو اٹھ کھڑی ہوئی۔

فخر داس جواہرات کا ایک بہت بڑا بیوپاری تھا۔ اس
 کی ملک جگر میں کئی چھوٹی چٹائییں بھی تھیں۔ پورے ملک
 میں اور ملک سے بہار کی اس کے جواہرات کے کئی مسکڑ
 تھے۔ وہ یا تو خود مال لے جاتے تھے یا پھر فخر داس کو
 پہنچانے کا کہہ دیتے تھے۔ فخر داس کی پرانیاں نہیں کرتا
 تھا۔ جس کی سبب کوئی مسکڑ اسے کہیں مال پہنچانے کا کہتا
 وہ خود اڑے کر جاتا تھا۔ جیسے حالات ہوتے تھے ان
 کے سبب سے وہ خفاقی انتظام کرتا تھا۔ اس مرتبہ بھی
 اسے دہلی کا ایک آڑا مارا تھا اور اسے یہاں بھی سے آڑ
 لے کر جانا تھا۔ دہلی آئیئر پورٹ پر اس سے ایک مرتبہ پہلے
 بھی مال جین لیا گیا تھا اس لیے اس مرتبہ وہ ٹرین سے
 مال لے کر جانا تھا۔

”نیو“ فخر داس کی پرانی اور قابل احترام دیکر بیٹری تھی۔ وہ
 اس کے ساتھ تیرو چھوڑ دو سال سے کام کر رہی تھی۔ فخر
 داس کو اب اس پر عمل اظہار تھا اس لیے وہ نیو کی کام
 ترین بات سمجھتی تھی۔ تیرو فخر داس سے اسے بہت قرض تھی
 اور اس نے بھی اس کے ادا ہو کر نہیں پہنچائی تھی۔

☆

فخر داس تیرو ریلوے اسٹیشن پہنچنے کے بعد اپنے
 کپارٹمنٹ میں آ چکے تھے۔ یہ ایئر کنڈیشنڈ کپارٹمنٹ تھا
 اور یہاں ان کے علاوہ دوسرے مسافر بھی موجود تھے جن میں
 سے دو ہی جاسوس تھے جنہیں فخر داس نے پہنچا کر تھا۔ وہ
 بظاہر فخر داس اور تیرو سے لاتعلقی تھے۔ انہوں نے بھی
 ہالنگ سرجری کے ذریعے اپنے جہرے تبدیل کیے
 ہوئے تھے۔ ان میں سے فخر داس کے کام نہ تھا۔
 اور دوسرے فخر داس کے کام نہ تھا۔

ایک کاروباری کا روبرو دھار ہوا تھا۔ انہوں نے اپنے
 چلے کے مطابق اپنے سامان میں بھی کچھ ایسا چیزیں رکھی
 تھیں جو ان کے چلے سے نہ مل سکتی تھیں۔ پانی وہ
 انہیں مسافر تھے جبکہ وہ چاروں ان دونوں مسافروں سے
 پوچھ رہا تھا۔

فخر داس نے ٹرین چلنے کے ذرا ہی بعد ہی تیرو سے
 کہا۔ ”میں اب ادھر بچھ کر جا رہا ہوں میں تمہارا روبرو گا
 تم بھی تمہارا رہنا۔“

”آپ سے بگڑا ہوں۔“ وہ بولی۔
 فخر داس بچھ کر آگیا۔ وہ بریف کیس جس میں
 جواہرات تھے، فخر داس اسے اپنے سر کے نیچے رکھ کر لیت
 گیا۔ اس کے جسم کے ساتھ اس کا روبرو بھی لگا ہوا تھا۔
 کپارٹمنٹ میں موجود دو لوگ ایک دوسرے سے
 لاتعلقی تھے۔ لٹا اٹھا۔ بڑا ہوا تھا شکر علی ایک کتاب
 کا مطالعہ کر رہا تھا ایک مسافر بیٹ پر لیڈا کچھ سوچ رہا تھا
 جبکہ دوسرا مسافر اپنا سوٹ کھولے اس میں موجود
 کپڑوں اور چیزوں کو الٹ پلٹ کر رہا تھا۔

تیرو نے سر بیٹ کی پشت گاہ سے نکلا دیا اور کسی سوچ میں
 ڈوب گئی۔
 ایک جاگ لیا ہوا مسافر اٹھ کر بیٹھا۔ اس نے دیگر لوگوں
 پر نظر ڈالا اور مسکرا کر لٹ سے بولا۔ ”کیا ہم لوگ اسی
 طرح خاموشی سے سفر کر رہے ہیں؟“

”میں نہیں۔“ لٹ نے بھی مسکرا کر کہا۔ ”میں تو چاہ
 رہا ہوں کوئی بات شروع کرے۔“
 ”بچے۔۔۔ میں نے شروع کر دی۔“ وہ آدھی گہری
 مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

”سب سے پہلے تو جو اپنے تعارف۔“ لٹ نے کہا۔
 ”میں ہاں بالکل۔۔۔ میرا نام راکش ہے میری کار پرنے والا
 ہوں اپنا پرپس ہے میرا۔“ اس نے تعارف کر دیا۔

”راکش صاحب۔۔۔ میں کہنے سے کام لے گا۔۔۔ تمہاں۔
 ہول سیل کا ادم ہے میرا۔ ایک سو دے کے سٹیل میں

دہلی جا رہا ہوں۔“ لٹ بولا۔ اسے ان دونوں انہیں
 مسافروں پر غصہ تھا کہ وہ فخر داس سے جواہرات چھیننے
 کے لیے اس کی کپارٹمنٹ میں سفر کر رہے ہیں لیکن یہ صرف
 ایک ہی جاگ تھا کہ اس بات کا کئی چوت تین لٹ۔ لٹ کو
 غصہ تھا کہ اس نے فخر داس کی کپارٹمنٹ میں سفر کرنے پر
 اتفاق کیا تھا۔ ان دونوں نے عام موضوعات پر بات چیت
 شروع کر دی۔ اس دوران شکر علی بھی بے کچھ کر کر
 راکش غلطی سے سفر کر رہا ہے اس کی اور لٹ کی گفتگو
 میں شریک ہو گیا۔

ذرا ہی بعد ہی دوسرے مسافر نے اپنا تعارف اپنے
 سینے کے نام سے کر دیا اور وہ ان کی گفتگو میں شریک
 ہو گیا۔ تیرو ان سے لاتعلقی تھی۔
 ”بھڑا۔۔۔ کیا آپ جادو کی گفتگو میں شریک ہو چکے
 کر ہیں؟“ لٹ نے تیرو سے کہا۔ وہ چاہتا تھا کہ تیرو بھی
 بات چیت کرے ورنہ اسے غصہ تھا کہ وہ پورے کا شکار
 ہو جائے گی۔

”میں تمی کیا بات کر رہا؟“ تیرو نے بھی مسکراہٹ
 کے ساتھ کہا۔

”بات تو آپ نے کر دی۔ پھر بھلا بولنے والی کون سی
 بات رہی؟“ لٹ دوسرے سے جتنے ہوئے بولا۔ تیرو کی
 بات پر پانی کھینچ کر لٹ سے کہنے لگا۔

”اب بڑھ کر فخر داس ان سب کی گفتگوں رہا تھا۔ اسے
 یہ غصہ تھا کہ راکش اور اب تیرو نے کپارٹمنٹ میں بات چیت تو
 شروع کر دی ہے۔ اب وہ دونوں بھی کس لیے اور کس
 بہانے سے اپنی کاروباری کام آقاؤ کے اس سے بریف
 کس چھیننے کی کوشش کریں گے۔ وہ پوری طرح محتاط اور
 تیار تھا اس لیے اپنا روبرو لال کہا تھا۔

بات چیت کے دوران اسے سینے نے کہا۔ ”آج کل
 حالات بہت خراب ہو گئے ہیں۔ کچھ جان اور مال
 محفوظ نہیں ہے۔ فریڈ میں بھی ان کی کلوٹ ہوا ماری دہلی
 ہے اس لیے میں تو ہر دن انتظامات کے ساتھ چلا

ہوں۔“ اس نے اپنے نیک میں ہاتھ ڈالا۔ اسی وقت
 لٹ اور شکر علی کے ہاتھ ان کے روبرو ان کی طرف
 چلے گئے اور انہوں نے روبرو ان کو گرفت میں لے لیا جو
 کہ ان کی سیڑیوں میں تھے۔ انہوں نے ان کی ہاتھوں کا
 رخ اپنے سینے کی طرف کر دیا تھا کہ روبرو ان کی سیڑی
 حرکت کرنے کا ارادہ کرے گا تو وہ اسے گولی مار دیں
 گے۔

اسے سینے نے ایک بڑا سا فخر لگا اور سب کو دکھانے
 ہوئے بولا۔ ”یہ دیکھو دوسرا یہ میں اپنے ساتھ رکھ رہا ہوں،
 یہ میرے کسی بھی برے وقت میں میرے کام آ سکتا
 ہے۔۔۔“ اس نے فخر دہلی نیک میں رکھ دیا۔

لٹ اور شکر علی کچھ مطمئن ہو گئے تھے کہ اسیت نے
 کوئی کاروباری نہیں کی تھی لیکن وہ دونوں اب بھی اس کی
 طرف سے غریبی محسوس کرتے تھے۔

”آج کل تو روبرو اور انگوں کا دور ہے جبکہ آپ فخر
 حفاظت کے لیے رکھتے ہیں؟“ راکش نے آدب کو ٹوٹا
 خاطر دیکھ کر ہوئے اسے سینے سے کہا۔

”بھئی۔۔۔ میں احتیاطی طور پر انگوں رکھتا ہوں کیونکہ
 روبرو اور انگوں چل جاتے تو بڑا مسئلہ ہو جاتا ہے۔ اس کے
 ٹرک پر دباؤ ڈالنے کی دہلی ہوئی ہے۔ انسان لڑاکو جاتا
 ہے جبکہ فخر جب کبھی بھڑا ہو کر پڑے سے استعمال نہ کیا
 جائے اس سے کسی کا کچھ نہیں ملتا۔“ اسے بولا۔

”بہتر سوچ ہے آپ کی۔“ راکش نے بظاہر اس کی
 بات کو تسلیم کر لیا تھا لیکن دل سے تسلیم نہیں کیا تھا لیکن پھر
 اس نے سوچا کہ دنیا میں طرح طرح کے لوگ ہیں اور ہر
 ایک کی اپنی اپنی غلطی ہے۔

سب مرتبہ باتیں کر رہے تھے جبکہ تیرو خاموش
 خاموش تھی۔ ”کیا بات ہے۔۔۔“ زیادہ نہیں ہو سکتی
 جبکہ خاموشی کے بارے میں یہ بات مشہور ہے کہ وہ زیادہ
 بولی ہیں لیکن لٹا ہے کہ آج ہم مردوں نے خاموشی کا
 دیکھا تو تو دیا ہے۔“ راکش نے فخر داس سے کہا۔ وہ

بھی دیکھ کر اور بولا۔

”مجھے یقین ہے کہ میں کیا بولوں؟“

”میں نے محسوس کیا ہے کہ آپ بار بار کچھ سوچتے ہیں۔“

”کیوں آپ کو کوئی پریشانی تو نہیں ہے؟“ راکیش

بولا۔

”میں... کوئی خاص نہیں۔ بس عام سی گھریلو باتیں ہیں۔“

”اور اصل میرا بڑا بھائی مجھ سے ناراض ہو گیا ہے اور میں اسے سنا نہیں سکتی ہوں۔ میں دل اس کی طرف اٹکا ہوا ہے۔“

”نیو نے جواب دیا۔

”اوہو ہو... واقعی یہ تو افسوس ناک بات ہے۔“

”راکیش نے کہا۔ ”بھرجا!۔۔۔ مگر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔ بھائی تو تمہارا بھائی ہے ناں۔۔۔ کسی بھی وقت منالیا۔۔۔“

”ہاں بھئی۔۔۔ یہ بات تو انہوں نے درست کہی کہ وہ بھائی تو تمہارا بھائی ہے، کسی بھی وقت منالیا اسے۔“

اسے سکینے لے کہا۔

نیو نے انہماک میں سر ہلایا۔ ”آپ لوگ ٹھیک کہتے ہیں۔“

”اچھا یہ بتائیں کہ آپ لوگ چٹا پسند کریں گے؟“ راکیش نے سب کی طرف دیکھا۔ ”میرے پاس

قمر میں چٹا ہے سو جڑ ہے۔“

للت اور شکتی ملی نے انکار دیا۔ راکیش نے نیو اور اسے سکینے کو جانے دی اور خود بھی بیٹے کے ساتھ ہی

ساتھ سب لوگ بات چیت کی کر رہے تھے۔

کچھ دیر بعد شکر داس اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس نے نیو سے

کافی بات کی۔

”کافی تو نہیں ہیں گا۔“ راکیش نے کہا۔

”سب ہی بیٹیں گے آپ گھر کیوں کرتے ہیں؟“ نیو

نے شکر اکبر کو کہا اور پھر اس نے سب کو کافی چٹائی کی۔

کچھ مزید کر دے تو وہ سب مزید بے تکلف ہو گئے لیکن شکر داس نے خود کو ان سے دور ہی رکھا تھا۔ ایسی کہ

کسی وقت وہ ذرا سی دیر کے لیے پیچھے اترتا اور پھر واپس

اوپر بڑھ کر چلا جاتا۔

رات ہو گئی سب لوگوں نے کھانا کھایا اور اس کے بعد

نیو نے سب کو کافی چٹائی کی۔

کافی پینے کے تقریباً پندرہ منٹ بعد سوائے نیو کے

سب لوگ بے ہوش ہو گئے۔ نیو نے خود کافی چٹائی کی

اس لیے اس کے ہوش ہو گئے۔ وہ بھوکے کا کوئی سوال پیدا نہیں

ہوتا تھا۔ اسے ایک چھوٹا خشین آ رہا تھا جس پر ذرا دیر کے

لیے گاڑی کرنا پڑی۔

نیو نے شکر داس کے سر کے پیچے سے بریف کس نکال

لیا۔

کچھ دیر بعد گاڑی آگیشن پر رکی۔ نیو وہاں اتر گئی۔ وہ

آگیشن سے خوب واقف تھی۔ وہ جا کر دینک درم میں بیٹھ

گئی۔

ذرا دیر بعد گاڑی بڑی چلی گئی۔ گیٹ پر جھونکے اور اٹھا وہ بھی

بہت کیا۔ نیو ڈھکی اور مٹا اٹھا مٹا مٹا اور ادر اور دیکھتی ہوئی

آگیشن کی عمارت سے باہر آئی۔ ذرا دور ہی اسے لوہی

مطلوبہ کا نظر آگئی۔ وہ اس میں بیٹھ گئی اور ڈرائیور نے کار

چلا دی۔

☆ جب کریں دہلی کے آگیشن پر پہنچ گئی اور اس کا سطر

اختیار پر ہو کر گاڑی میں ڈانک کمرٹسٹ کے

ایک ہیرے نے شکر داس ڈرائیور کو بے ہوش دیکھ کر پوچس کو

مطلع کیا۔ پوچس نے اپنی کاروائی کی اور ان لوگوں کو

بیلے اسپتال پہنچایا کیا۔ جب وہ لوگ کھڑے ہو آگے تو

شکر داس نے صورت حال معلوم ہونے کے بعد اپنا سر

پٹلایا۔

”حوصلہ کیجئے مسٹر شکر داس!۔۔۔ ہم آپ کی پیکر بٹری

نیو کو جلد ہی گڑا کر رکھیں گے۔“ اپنی گڑا دے نے شکر داس کو

تسل دیتے ہوئے کہا۔

”اب۔۔۔ اب وہ کہاں لے گی اپنی صاحب؟“ شکر

داس روئے ہوئے کچھ میں بولا۔ ”دو تہہ جواہرات لے کر

نہ جانے کہاں سے کہاں چلی گئی ہوگی۔“

”آپ حوصلہ کریں۔۔۔ آپ کا تعاون ہمارے ساتھ

راہ تو ہم ضرور اسے چکریں گے۔“ اپنی گڑا دے بولا۔

اچانک شکر داس کے سوا کی لون کی تیل جی اس نے

فون کاٹنے سے لگا ہوا شکتی کچھ میں بولا۔ ”ہیلو؟“

”شکر داس سی؟“ ایک مردانہ آواز آئی۔

”دوبل رہا ہوں۔“

”آپ کی پیکر بٹری نیو آپ سے بات کریں گی۔“

”بھجے۔۔۔؟“ شکر داس چراں پا کر بولا۔ ”کراؤ اس

سے بھرتی ات۔“

”ہیلو کر!۔۔۔ کیسے ہیں آپ؟“ خیریت سے تو ہیں

ہاں؟“ نیو کی سری آواز آئی۔

”ہاں میں ٹھیک ہوں لیکن میں نہیں چھوڑوں گا کہیں۔

پوچس لگ بھگ ہے تمہارے پیچھے۔“ وہ تلخ کچھ میں بولا۔

”یہ کیا کہہ رہے ہیں سر آپ؟“ نیو حیرت سے بولی۔

”پوچس میرے پیچھے کیوں لگ گئی؟“

”اچھا!۔۔۔ شکر داس خطرے انداز میں بولا۔ ”تم آتی ہو

دار و دراز کے بھلی گئی ہو اور پھر بھی پوچس تمہارے پیچھے

نہیں لگے گی؟“

”لیکن سر!۔۔۔ میں نے کوئی نیو دار و دراز کی ہے؟“ نیو

کا جواب مزید حیرت زدہ ہو گیا تھا۔

”جواہرات لے آؤ شراکت سے“ میں پوچس سے

ستارہ کر کے نہیں بھولوں گا۔“ شکر داس بولا۔

”سر!۔۔۔ یہ آپ کیسے باتیں کر رہے ہیں؟۔۔۔ میں تو

کل سے یہاں بھی کسی اسپتال میں ہوں۔“

”کیا؟“ اب حیرت زدہ وہ بولنے کی باری شکر داس کی

تھی۔ ”یہ کیا بکواس کر رہی ہو؟۔۔۔ اور وہ پوچس میں

سمجھا۔۔۔ تم کیسے چال چلیں گی کوٹش کر رہی ہو۔“ بھرد

کڑک اڑا دے میں بولا۔ ”یہ بات ذہن سے نکال دو کہ تم

کوئی چل پل نہ سکو!۔۔۔ سمجھیں؟۔۔۔ بس ایک ہی راستہ

ہے تمہارے پاس بچے کا۔۔۔ شراکت سے ضرورت لے

آؤ! حافی مانگ لو! میں اب پھر مجاہدوں کے میں پوچس

سے ستارہ کر کے نہیں سزا ہے پلوں گا۔“

”آپ میری بات تو نہیں سرا؟“ نیو زچ ہو کر بولی۔

”میں کل سے یہاں ٹی اسپتال میں بے ہوش تھی۔

ابھی بوش آیا ہے تو میں نے یہاں ڈاکٹر سے کہا کہ فوراً

آپ کی خدمت سے رفاقت کیا جائے۔“

”یہ۔۔۔ یہ کیا کہہ رہی ہو تم؟“ شکر داس اچھے ہوئے

کچھ میں بولا۔

”میں بالکل ٹھیک کہہ رہی ہوں سر!“

”میں۔۔۔ مجھ سے۔۔۔ یہ کیسے ہو سکا ہے کہ تم

کل سے وہاں اسپتال میں ہو؟۔۔۔ تم تو میرے ساتھ ستر

کر رہی تھیں۔“

”میں نے تو آپ کے ساتھ ستر کیا نہیں۔“

سر!۔۔۔ میں تو جب آپ کے پاس آفس آنے کے لیے

گھر سے نکلی تو مجھے آپ کے ریفرس سے ایک عورت ملی

گئی۔ وہ کہنے لگی کہ آپ کے حوالے سے کچھ بات کرنا

چاہتی ہے۔ وہ مجھے ایک بیلونڈ میں لے گئی۔ اس نے

مجھے کوئی مشروب پلایا اور پھر مجھے پوچس والوں نے

ایک جگہ جمناڑوں میں بے ہوش پلایا اور مجھے اسپتال میں

داخل کر دیا گیا۔ اب مجھے ہوش آیا ہے۔“

”یہ۔۔۔ یہ کیا کہہ رہی ہو تم؟“ شکر داس نے اپنا سر

کھینچا ہونے کہا۔

”میں ٹھیک کہہ رہی ہوں سر!۔۔۔ میری بات کا ثبوت

یہ اسپتال والے اور وہ پوچس والے ہیں جو مجھے بے ہوش

کی حالت میں یہاں لے کر آئے تھے۔“ وہ بولی۔

”مجھے تو کچھ بھی نہیں آ رہا ہے۔“ شکر داس جھنجھاکر

بولا۔

”کیا بات ہے شکر داس سی؟“ اپنی گڑا دے اس سے

پوچھا۔

شکر داس نے مختصراً اسے سب کچھ بتا دیا۔

"لاہے یہ فون مجھے دیجئے! " اینکڑو رانے اس کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ فنگر داس نے فون اسے دے دیا۔

"میں اینکڑو رانے کی بات کر رہا ہوں۔" اینکڑو رانے نے کہا۔ "اور میرا..... میں..... میں نیو بول رہی ہوں۔ فنگر کی کی ٹیکہ بڑی..... وہ..... واصل..... میں۔"

"وصلہ کر میں نیو تھی..... مجھے اطمینان ہے کہ میں اس کے معاملہ کیا ہے؟" اینکڑو رانے نے کہا۔ "میں اسے ایسی ہی دیتی ہوں جتنا یہ فنگر داس کو بتا رہا تھا۔" "اچھا کیوں نہیں میں آپ کے پاس موجود ہے؟" اینکڑو رانے پر چھا۔

"ہاں میں..... اینکڑو اجیت ہیں۔"

"ڈرافٹوں کی خبر دیں۔"

"مہلو..... اینکڑو اجیت! " اینکڑو رانے کا کام میں آواز آئی۔

"میں اینکڑو رانے کی بات کر رہا ہوں..... اینکڑو کی بات مجھے سننے ہو کہ وہاں کیا معاملہ ہے؟"

"یہ لوگ کل نہیں جھاڑ دیں میں بے ہوش لی تھی۔ ہم نے اسے اسپتال میں داخل کر دیا اور اب اسے ہوش آیا ہے۔ میں یہی معاملہ ہے۔" اینکڑو اجیت نے جواب دیا۔

"اوکے..... تم جیسے ہیں تاہم انہوں کو فنگر داس کی کے ساتھ کیا معاملہ رہا ہے؟" اس نے فنگر داس کا سارا دلہ اسے بتا دیا۔

"اوہ اینکڑو رانے! " اینکڑو اجیت نے کہا۔ "تو اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ کوئی لڑکی نیو تھیں فنگر داس کے ساتھ سرکاری رہی اور اپنا کام کے ختم ہو گیا۔"

"ہاں بالکل! " اینکڑو رانے اس کی تائید کی۔ "اس کے علاوہ کوئی اور بات نہیں ہو سکتی۔"

"اوکے!..... تم وہاں معاملہ سننا اور میں یہاں سننا ہوں۔ اب وہاں اس شخص اس نیو کو پکڑنا

ہوگا۔" اینکڑو اجیت بولا۔

"تھک!..... اوکے؟"

"اوکے۔"

"ان لوگوں کا رابطہ منقطع ہو گیا۔"

"اینکڑو صاحب!..... منطقی نیو کا کیا معاملہ آگیا؟"

فنگر داس نے کہا وہ بہت پریشان تھا۔

"کوئی لڑکی نیو تھیں آپ کے ساتھ سرکاری رہی اور اس نے وہاں میں منطقی نیو کو بھی پکڑ لیا ہے کہ وہ ہوش کر دیا اور اسے جھاڑ دیں میں پکڑ دیا تھا۔ لیکن اس لوگوں کا خیال ہو کہ منطقی نیو مر چکی ہے یا میرا جانے لیکن وہاں اسے نہیں دلاؤں نے دیکھ لیا اور اسپتال میں لے گیا۔" اس نے اسے واضح ہو چکا ہے۔ اینکڑو اجیت دہاں منطقی نیو اس منطقی نیو کو پکڑنے کی کوشش کرے گا اور ہم یہاں کوشش کریں گے۔" اینکڑو رانے نے کہا۔

"سہرا نی کر دو اینکڑو!..... اس منطقی نیو کو کسی طرح پکڑو۔ میرے وہ جہاز بہت بہت بہت ہیں۔ میں..... میں سہرا نی کر کے تمہارا امداد ہو سکتا ہوں گا۔ حکومت کے لوگوں سے میری ابھی خاصی بات ہے۔" فنگر داس نے کہا۔

"نہیں..... مجھے کسی عہدے کی ترغیب نہیں ہے۔" اینکڑو رانے نے کہا۔ "میری تو میں یہ خواہش ہے کہ وہ منطقی نیو پکڑ جائے۔"

☆

وہ دگر کرے لیکن پولیس کو اس منطقی نیو کو پکڑنے میں کامیابی نہیں ہوئی۔

"اینکڑو صاحب!..... آپ لوگوں کی کوششیں تو مجھے راپن جاتی نظر آتی ہیں۔" فنگر داس نے اینکڑو رانے کو کہا۔ وہ لوگ اس وقت پولیس اسٹیشن میں بیٹھے ہوئے تھے۔

"نہیں..... لیکن کوئی بات نہیں ہے۔" فنگر داس نے کہا۔ "اینکڑو نے فائل پر..... ریل افکار

اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"فنگر کی!..... فنگر کی!..... میرے پورے کوشش کر رہے ہیں۔ آپ کا مال جلد ہی مل جائے گا۔" اینکڑو نے منطقی دہاں۔

فنگر داس نے ایک گہرا سانس لیا۔ ساتھ ہی اس کے چہرے پر شدید ہائی کے تاثرات بھی آگئے تھے۔ اس نے اپنی آنکھوں پر سے چشمہ اتار لیا اور رومال سے اس کے شیشے صاف کرنے لگا۔

اور پھر ایک ہفتہ گزرا لیکن معاملہ ڈراما سے مس نہ ہوا۔ بالآخر فنگر داس نے اینکڑو رانے سے کہا۔

"اینکڑو صاحب!..... میرے کام کا بڑا حرج ہو رہا ہے۔ میرے لیے اب مناسب ہے کہ میں وہاں نہیں چلا جاؤں اور آپ سے رابطہ رکھوں۔"

"تمی یہ بہت مناسب رہے گا۔" اینکڑو رانے نے کہا۔ "اس کیس میں حیران بھی لگ سکتے ہیں اور یہاں آپ کا وقت ضائع ہوگا۔ یہ بہت مناسب ہے کہ آپ وہاں نہیں منطقی چلے جائیں اور مجھ سے رابطہ رکھیں۔ تم تو یہاں کوشش کریں رہا ہوں۔ وہاں آپ اینکڑو اجیت کی کارکردگی بھی دیکھ سکیں گے۔"

"جتنی رفتار تو اس طرف سے بھی نہیں ہوتی ہے ہاں کوئی۔" فنگر داس اب بھی اسی کے شیشے میں تھا۔ "وہ بھی اب تک کوششیں کر رہا ہے۔"

"فنگر کی!..... سبک بڑی اور دانت ہے۔" اینکڑو رانے نے کہا۔ "چڑچڑاہٹ ہے۔ یہ لوگ پھرتی ہوئی فوری کی واردات نہیں ہے۔ بڑی پلاننگ ہے یہ وہاں کام کیا ہے۔ اگر یہ مسئلہ جلد مل جائے تو آپ کی خوش قسمتی ہوگی ورنہ یہ کیس تو بیٹھوں نے لینے ہیں۔"

"ٹھیک ہے کی!..... آپ جیسے ہر شخص کریں۔"

مجھے تو چاہیے وہاں نہیں چاہیے ورنہ میں آپ کو پکڑ دیتا ہوں۔

"نہیں..... اس کی ضرورت نہیں ہے۔" اینکڑو رانے نے کہا۔

سنبھل گیا۔ فنگر داس کی دھمکی نے اس پر اثر کیا تھا۔" میں آپ سے کہہ رہا ہوں ناں کہ ہم اپنی پوری طاقت اور صلاحیت کے ساتھ کام کر رہے ہیں لیکن آپ سہرا نی کریں کریں ہمارے جتن کریں، اس طرح ہماری کارکردگی متاثر ہوگی۔ میں ڈرافٹ سے کام کرنے دیتا۔"

"ٹھیک ہے صاحب! " فنگر داس بولا۔ "آپ تسلی سے کام کریں لیکن اگر دس دن کے اندر اندر مجھے سہرا نیل دہاں نہ ملتا تو میں آپ کی بات کر لوں گا۔"

"بہتر ہے۔" اینکڑو رانے سوچتے ہوئے بولا۔

اسی روز فنگر داس نے دہاں سے لیے ہوئی جہاز کے ٹکٹ منگوائے۔ جب دہاں میں ائیر پورٹ پر ہاتھ تو اس کے موٹا فون کی بیل بجی۔ اس نے اسے حسب عادت اٹکریں پر ہر دیکھتے بغیر فون کان سے لے لیا اور بولا۔

"ہیلو....."

"کیسے ہو فنگر داس؟" ایک مردانہ جالی پیچنی آواز اسے آئی۔

"تم..... کیسے؟" وہ جلدی سے بولا۔

"ہاں..... خوب پچھتے ہو میری آواز؟" کشمن دھیرے سے سن کر بولا۔

"مہلو..... کیا بات ہے؟" فنگر داس نے کھنٹ لہجے میں کہا۔ وہ کشمن سے بات نہیں کرنا چاہتا تھا۔ کشمن جرات کی دنیا کا آدمی تھا اور اس کا اپنا کر پھل تھا۔ فنگر داس پہلے اس سے مختلف فکروں کی کام لیا کرتا تھا لیکن بعد میں اس دلوں میں کچھ بھی نہیں تھا۔ فنگر داس نے پتہ چلے کہ تقریباً چھ ماہ بعد کشمن نے فنگر داس سے رابطہ کیا تھا۔

"ناہ..... بڑا مال چلا گیا ہے تمہارا؟" کشمن نے خوش گوار لہجے میں کہا۔

"ہاں تو نہیں کیا؟" فنگر داس نے چٹاٹ سے جواب دیا۔

"ناہ..... تم کہہ دو جاؤں بھی رکے ہوئے تھے تم نے؟"

کشمن نے اس کی فنی کو فنگر انداز کرتے ہوئے پتہ ستر

191



بظا ایس صدیقی

برجرم اپنے طور پر بڑا بے شمار پھیل رہا ہے ایسے میں وہ خود کو دنیا کا ذہین ترین شخص تصور کرتا ہے، یہ وہ قدرت کے اس اسرار مکر اسوش کردہ ہے کہ وہ خون ناحق کا حامل نہیں کرتا۔

ایک فائل کا احوال اس نے قتل کرتے ہوئے ایک معمولی غلطی کردی تھی

لے دہرایا۔
”اس کی بیوی کر سٹا۔ میں سمجھتا ہوں شاید کچھ خدایا ہی ہے اس نے ملے لانے والوں پر کدو کا دھنسا ڈال دی ہیں۔“ میں نے کہا۔
”مسٹر شاہین بہت کردار دی ہیں۔“ بیٹھے کہا۔ ”ان کی بیوی ان کی ایک کردار دی تھی۔“ ذرا عمر دیکھ کر بیوی کم عمر تھی۔ ان کے آخری بری ایس لیے دشواری کا شکار تھے۔
”تین نے اپنے پائل شدہ سہا جے کی لوگ سے اپنی چل اسکت کو حرکت دی۔“ مسٹر شاہین کی مدد کے عادی تھے انہیں کافی بری پور میں کا سامنا تھا۔ ”تین نے کہا۔“
اب اس میں سے بہت کم بچا ہے جو کبھی ایک بڑی جائیداد تھی۔ طلاق کا سوال ہی نہیں پیدا ہوا تھا کیونکہ سسر شاس کے بڑے سے کے بغیر راضی نہیں ہو سکتی تھی۔“
مجھے سمجھا کہ گھرانے سے اپنی آخری ملاقات یاد آئی مجھے وہ چمکا ہوا ہار یاد آیا جو گھر کے شانے میں رکھا تھا اور یہ بھی یاد آیا کہ اس کو کدو کی موت سے ہار ہار سلا رہی تھی۔

ایسا بہت ہی کم ہوتا ہے کوئی میٹر سے گمراہ ہے اور اس سے بھی کم یہ کہ اپنے ساتھ وہ ایک بچہ پاسکت بھی لائے بہر حال میں نے کتنے کو گھر کے اندر بلا لیا تھا کیونکہ وہ ہمیشہ شاکے ہاں ملازم تھا اور ہمیشہ شاکے ہاں میرے بہت کام آتا تھا۔
تین بہت ہی کاٹھ آدی تھا اس نے اپنے آقا کی نیک خواہشات مجھے پہنچائیں۔ میں نے اسے بہت مہموم کی شراب سے کوہا کیونکہ میں دیکھتا تھا ابھی تک احسان مند تھا اور وہ بہت بہتر بنا اور قابل اقدار دست تھا۔
”ذرا مجھے بتانا۔“ میں نے کہا۔ ”میں نے کافی عرصے سے مسٹر شاہین دیکھا۔“ شاید اس کی...
”شادی کے بعد سے۔“ تین نے میری طرف سے بات مکمل کر دی۔ میں ہمیشہ سے تین کی ذہانت اور اسوش انداز اور دلدادہ رہا ہوں۔ وہ کچھ اس قسم کا نظر تھا جسے ہر موقع کی نزاکت کے پیش نظر اقدامات کرنے کا ہنر آتا تھا۔ اس وقت وہ بے حد عجیبہ و غریب تھا۔ اس کا بچہ ہے تاثر اور تجربہ ملا اور ہاتھ۔ ”شادی کے بعد سے۔“ اس

خوش گوار انداز میں کہا۔
”تین تین میں کیا تکلیف ہے؟“
”اور یہ بھی سنا ہے کہ وہ دونوں جاسوس پلاسٹ سر جری سے چورہ لے ہوئے تھے؟“
”ہاں۔“ تو پھر؟“
”بڑے ہنسوں کی بات ہے۔ کیسے جاسوس رکھ لیے تھے؟ ان کی موجودگی میں ایک صورت انہی کی طرح پلاسٹک سر جری میں سب کو دھکا دے گی۔“
”کیا؟“ اب فکراں کا مٹا تھا۔ ”یہ نہیں کیسے معلوم ہے؟“
”ارے چورہ فکری... اب وہ مال داکس نہیں آئے گا۔... میں نے تو ہنسوں کے لیے فون کیا تھا۔... ہے امی کی۔“ اس نے رابطہ قطع کر دیا۔
فکراں کا چورہ روتے کی کیفیت میں رہا پھر جب اسے وحش آیا تو اس نے اپنا سر پھیل لیا۔ اب اسے ہنسی طرح لہجے ہو گیا تھا کہ اس کا مال داکس نہیں لے گا۔
کیونکہ تین ایک چلا وہ تھا اور اس تک پہنچنا نہیں پاسی اور اس کی بات نہیں تھی۔
اگلے ہی لمحوں میں تین کی ایک سیٹل پرک ہو گئی۔
دوسری گاڑیوں وغیرہ کے ساتھ ایک اسپورٹس موٹر سائیکل بھی فکراں کی کمزری کے باطل ساتھ کر دی۔
فکراں نے اس پر سوار آدی کو دیکھا جس نے ہیڈلٹ میں اپنا چہرہ مچا رکھا تھا۔ آدی نے ہیڈلٹ اتار کر فوراً ہٹائی۔ اس کے چہرے پر فکراں نے ہیڈلٹ اتار کر فوراً طرح تڑپ گیا تھا اور وہ فوراً دروازہ کھولنے کی کوشش کرنے لگا لیکن اس سے پہلے کہ وہ دھکیلی سے پیچھے اترتا اور موٹر سائیکل سوار تیزی سے گاڑیوں کے درمیان سے گزر جاتا آگے چلا گیا۔
فکراں چند قدم اس کی طرف بھاگ لیکن پھر فوراً پلٹا۔
اس وقت سٹیل گرین ہو گیا۔ موٹر سائیکل سوار تیزی سے آنے لگی تھی۔

☆☆☆

”بے شک طلاق ممکن نہ تھی۔“ میں نے بے خیالانہ

میں مدد دی۔ میں یہ احسان کبھی نہیں بھول سکتا۔“
 ”آپ نے درست کہا۔ ہمیں بولا۔“ مسٹر شا کا ایسے
 کوئی بیس عدد دوست ہیں جو مشکل میں تھے اور مسٹر شا نے
 جن کی مدد کی تھی۔

اینگن نے ہاسٹ کو پھر سر کا پاؤ اور میرے حریف نزدیک کیا۔
اس کے لبوں پر ایک گرم جوش مسکراہٹ تھی۔

”میری ہمیشہ سے خواہش رہی ہے کہ میں اس احسان کا بدلہ چکا سکوں۔“ میں نے کہا۔

”مسٹر شا کو کسی سے کوئی بدلہ نہیں چاہیے۔“
 ”پھر بھی میں.....“ میں نے اپنا جملہ ادھر ادا چھوڑ دیا
 کیونکہ لیکن کی مسکراہٹ عائب ہو چکی تھی۔ وہ پھر سپاٹ
 ہو گیا تھا۔

”گناہ ہے کہ وہ شخص جو ہمیشہ سے مہمان رہا ہے حکومت کے انھوں موت کے گھاٹ اتار جائے گا۔“ لیکن نے سناٹ لہجہ میں کہا۔ ”وہیے ہو سکتا ہے کہ میں شاکی شہسہ کی کوئی اہم بات نہ نہایت ہو۔ وہ پہلے بھی اس طرح غائب ہو چکی ہے۔ ایک بار ایک لڑک ڈراما تویر کے ساتھ ہمارے کسی اور ایک بار ایک علاج کے ساتھ۔“

”ہاں یخبر میں نے بھی کسی جیس۔“ میں نے کہا۔
 ”اس ہمارا نہیں کون ہوگا؟ کوئی قصائی یا جالو میں دو
 چلی گئی ہے اور مسٹر شاہا بھل دھرم توڑ کی طرح سو رہے
 ہیں، جیسے انکے ادب سے کوئی بڑا جہاد کر رہا ہو۔ البتہ
 عورت کا ایک بھائی انہیں پریشان کر رہا ہے۔ تاہم مسٹر شاہ
 نے اس کو بھگا دیا ہے۔“

اس نے اپنا گلاس خالی کر دیا اور اٹھ پڑا۔ ”مسٹر شا کے سارے محمد و دوست ان کی مدد کر رہے ہیں۔ ان کی تعداد ہمیں کے لگ بھگ ہے۔ یہ سبھی ان کے احسان مند ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہم آپ پر بھی بھروسہ کر سکتے ہیں۔“

”آپ کی جگہ میں ہوتا تو درنہ کرتا یہ“ اس نے کہا۔

”موسم گرم ہے اور برف زیادہ دیر نہیں رہ سکتی۔ اچھا اب رخصت مسز ہنس، مگر یہ رخصتی الوداعی نہیں ہے۔ ہم سب جلد ہی اکٹھے ہوں گے اور جشن منائیں گے۔ آپ اور اس کی بیٹی کو ہم دہلی طور سے مدعو کر رہے ہیں۔“

”مسٹر گڈلیس‘ سندھ میں مجھے ہوئے ہیں۔ پھیل کے
شکار رہے۔ بیگن نے کہا۔ ”مسٹر آلدوے مکان ٹھک

کر رہے ہیں۔ لیکن دکن کا بیچہ کو درست کر رہی تھی۔ سوچا جائے تو بہت کچھ ممکن ہوتا ہے۔" اس نے میرا ہاتھ دبا دیا۔
 شکرا۔ "اپنا خیال رکھئے گا مسٹر ہنس۔ آپ کا رنگ اڑا ہوا سا ہے۔ میرا خیال ہے جا کر لیٹ جائیں اور آرام کر لیں۔ مسٹر شاہدہ آپ کے بارے میں....."
 پھر اس کی کار بلی گئی۔

میں ان لوگوں میں نہیں ہوں جو اپنے ہاتھوں کو دھیرے
میں کھدائی وغیرہ کر رہے ہیں لیکن میرے اہل خانہ
باہر کھڑے ہوتے اور یہ فکروں اور سر پہنچتی۔ میں نے
بچے اٹھایا اور مجھ میں چلا گیا۔ میں نے اس کا کیرج
میں رکھ دی تھی۔ جہاں میں کھدائی شروع کی تھی کہ
دراخت تھی تاہم اس کے پہلو میں زمین نہ تھی۔
میں کام میں لگا ہوا تھا کہ مجھے کسی اور کسی سوچوں کا
احساس ہوا۔

”یہ کیا کر رہے ہیں؟“ یہ ایک چھوٹا سا لڑکا تھا۔ وہ مجھے بہت سنجیدگی سے دیکھ رہا تھا۔
جواب کی قسمی میں نے مختصر سا جواب دیا۔
”کھدائی کر رہا ہوں۔“

”کیوں؟“ ہمائے کے بچے نے دوسرا سوال کیا۔ یہ
ذنی تھا اور بہت تجسس لڑکا تھا۔ باتوں کو پھیلانے میں بھی

ماہر تھا۔

”مگر ہا ہا ہا ہا ہوں۔“ میں نے کہا۔ میں نے رک کر سانس درست کی۔ ایسے کام کی عادت نہ ہونے سے میں تھک رہا تھا۔ ابھی میں نے چھانچ تہہ بھی نہیں اٹھی تھی۔ اس کے سوالوں کے جواب میں بالآخر میں نے کہا۔

میں گلاب کا ایک پروانے کے دلہا ہوں۔“

”بھئی کی اتنی گہرائی میں گلاب نہیں لگتا۔“ اس نے کہا اور مشکوک نظروں سے مجھے دیکھا۔ بٹنا ہروہ ایک ڈھنچرے والے لڑکا تھا۔ آج اس کا چہرہ مجھے بڑا لگ رہا

”تم درست کہہ رہے ہو۔“ میں نے کھدائی روک دی۔

اور درجن ہجر کے گھوم پھر رہے تھے ایسے میں یہ کامنا سب نہ تھا۔ مگر مشکل یہ تھی کہ وقت کم تھا۔ میری بیوی پانچ بجے آنے والی تھی اور میرا بیٹا چائے پیئے ہوئے بہت سے لوگوں کو معلوم نہیں کہ آج کے دو درجن کو کھڑا

گھروں کی کیا افادیت ہے۔ اب یہ پانے زمانے کے نہیں رہے تھے۔ اُسے..... اوسنچے ڈسٹ فک وغیرہ ریلوے لائنوں کے پاس رکھے جاتے تھے۔

والا بکرہ اگر JHK کنسرشن کنہی غالی نہی۔ یہ ایک
 لکشی زمین کا ٹکڑا تھا جس پر کڑا والا تھامتا تھا کہ جو بکرہ
 جائے بکرہ اس پر لڑائی نہی تھی۔ اسے تاروں سے بکرہ دیا
 گیا تھا۔ گیت میں اس وقت سے لکشی تھی۔ ڈک کے
 آتے ہی ایک بلڈرز کا شروع کرتا تھا۔ جو خام
 بکرہ کو لیل کرتا تھا۔ ہر روز ایک ہر روز کی تہہ چوٹی
 تھی اور یہ سلسلہ طے جا رہا تھا۔

گیت میں داخل ہوتے ہی بہت سے ترک نظر آتے تھے۔ جن میں ٹریڈر چڑے ہوئے تھے۔ لوگ جاکر بلڈوزر میں کچھ قائلے پر اپنا کچرا ڈال دیتے تھے۔ یہاں لوگوں کی آمدورفت کا سلسلہ جاری تھا۔

میں نے اپنی کار میں گیرج میں دھری ان اشما کو رکھا

جنہیں میں مہر سے ہے پھرے مگر میں پھینکے کے لیے سوچ رہا تھا۔ یہاں تک پڑ گیا جس میں نہیں وہ پھر گاڑی نہیں اٹھاتی تھی جو پھرتے آتی تھی۔ اس اثناء میں تین کی لائی ہوئی پاکستانی خاتونوں سے تقریباً اوجھل ہو گئی تھی۔

میں اپنی کار کو ایک ڈینک اپنا کر بیک کر رہا تھا کہ میری نظر ایک دوسری کار پر پڑی جو مجھ سے آگے تھی۔ یہ کار مجھے بالوں کی لگی۔ میں نے کچھ مہر سے بن جینس کوٹیں دیکھا تھا۔ کچھ مجھے معلوم تھا کہ یہ بھی سنسز کا کھادوست ہے اور اب..... میں اس کی کار کو دیکھ رہا تھا جو گرہ لڑے والوں میں شامل تھی۔ کار خوب بن جینس بن چلا رہا تھا۔

میں اس کار کو قطار سے الگ کر کے روکا اور بن کے طرف چل دیا۔ دیکھو دیکھو شاید بہت خوش نہیں ہوا تھا اور جب میں نے اس کے بڑے کھادوست کے کھانے کاٹی کھرا بھرا ہوا تھا۔ میں اسے دیکھتے ہی مجھ گیا کہ اس کے مہر سے ہونے میں تین کی کار رو دالی کا ہاتھ ضرور ہے۔ وہ آج ملتے کے روز بھی ہے نہیں اور روں سے بھی ضرور ہوا گا۔

”میرے ذہن میں یہ خیال سب سے پہلے آیا تھا۔“ وہ چیخا۔

”یہ بہت بڑا پکڑا ٹانہ ہے۔“ میں نے کہا۔

بن ایک ٹانے قد کا موٹا سا آدمی تھا۔ اس کے سر کے بال عاقب سے تھوڑا کھیں بھوری تھے۔

”تھوڑا ہیہ سے گزرد ہوگی۔“ اس نے کہا۔

”کیوں؟“

”وہ دو کار میں ٹھیک ہو سکتی ہیں۔“

”مگر میری بھوری ہے۔“ میں نے کہا۔ ”مگر انہیں یہاں بہت کی نہیں ہیں۔“

اور یہاں وقت کی بات ہے کہ حادثہ ہوا تھا۔ پانچوں کی میں پھلا تھا۔ بن۔ میرے پڑوں سے ایک دنگ گزرا تھا۔ اس سے میں گرا اور ایک طرف جا کر۔

مجھے کچھ یاد نہیں رہا۔ البتہ جب میں سنبھلا تو دیکھا کہ

بے جھک شائے میری بہت دھڑکی تھی۔ مگر اسان سندی کی بھی ایک حد ہوتی ہے۔

اندرون کی گھنٹی توڑ بجے جارہی تھی۔

یہ کال چارلس مورس کی تھی۔ گریس کینی شا کی بیوی کا بھائی تھا۔ یہ میں نے اس کی کھروالی چار حانہ اور ڈاک چکان کی۔

”تم نے گریس کو نہیں دیکھا؟“

”نہیں۔“ میں نے کہا۔ ”میں نے کوشش کی کہ میرے لہجے سے خود، ظاہر ہو۔ میں نے اسے بتایا کہ میں نے تو اسے زمانے سے نہیں دیکھا ہے۔ میں نے درست ہی کہا تھا۔ میں نے اسے کب دیکھا تھا۔ میں نے تو صرف سفید کاندوں کے کچھ پکٹ دیکھے تھے جن میں عدد پانچوں میں سے دو تھے۔“

”میرے معروف بہنوئی سنسز شا کا کہنا ہے کہ وہ لاپتا ہو گئی۔“ ”مورس نے کہا۔ ”جبکہ میں ہوں یہ معاملہ بہت مشکوک ہے اور اس میں اس کے دوستوں کا بھی ہاتھ ہے۔“

میرے ذہن میں اس شخص کا تصور ابھرا۔ میں اسے دیکھ چکا تھا۔ بہت مطلق اور دلچسپ تھا۔ سبز جینس پہنے ہاتھ زور مول آتھیں۔ یہ کسی بھی طرح اچھا آدمی نہیں لگا تھا مجھے۔ مجھے اس کی خوش خرامی یاد آتی۔ مجھے اس کی بات پر غصہ محسوس ہوا۔ ہمتاے ہوتے میں نے کہا۔ ”سنسز تھوڑا ہیہ کی شہرت کچھ اونچی نہیں۔ وہ مگر بے درنگا پیند کر لیتی تھی؟“

”وہ ٹھیک ہے۔“ مورس نے کہا۔ ”مگر اس بار یہ معاملہ خاصا الگ ہے۔ میرا ارادہ ہے کہ ملے گا ہے۔ میں اس کے کچھ دوسرے نام نہاد دوستوں سے بھی ملوں گا اور پولیس کے پاس تو میں جاؤں گا ہی۔“

”ٹھیک ہے جب چاہوں تو۔“ میں نے کہا اور فون بند کر دیا۔ میں کسی بھی طرح اپنے دوست شا کو اس کا شکار بننے نہیں دیکھ سکتا تھا۔

ایک ہفتہ گزرا۔ میں مورس کے آنے کی توقع میں تھا۔ میرا خیال تھا کہ کوئی پولیس والا بھی آئے گا۔ میں تیار تھا اور میرے پاس اس ہفتے اپنی مصروفیات کے لیے کچھ کوا بھی موجود تھے۔ کوئی نہیں آیا۔ اخبار میں بھی کوئی خبر نہ تھی۔ ایک بار میں کار سے گریں اسٹریٹ گیا جہاں شا کا مکان تھا۔ وہاں میں نے صرف ایک بار وہی چکر لہرا دیکھا جو کھروالی پر تھا۔ میں پانچوں کو فون کرنے کی کوشش بھی کی مگر ہر بار مجھے وہیں سے کسی گاڑے جواب دیا جس نے بتایا کہ گھر پر نہیں ہے۔

”یہ بتاؤ دستو تھوڑا کھروالی کھن نہیں ہوئی۔ البتہ میری بیوی نے شکایت کی کہ میں ادھر جب خاموش خاموش سا ہوں۔ ایک دید روز میں مجھے سڑک پر بہت چپنا چپنا تھا۔ بہر حال پھر مرسون کی صورت لگی۔

مجھے تین کی طرف سے ایک رقم لہا۔ اس نے کھسا تھا۔ ”سنسز شا پورپ کے دورے پر جا رہے ہیں۔ وہ اگلی خزاں پر فونش کے مگر سارے دوستوں سے نہیں ملے۔“

اس طرح یہ معاملہ ختم ہو گیا۔ ایک شا ٹھیک خاک تھا۔ اب ہم سب کو اس کی طرف سے یہ پٹان ہونے کی ضرورت نہ تھی۔

”تم کسی پولیس کا راکو دیکھ کر گھبرا کیوں جاتے ہو؟“ میری بیوی نے ڈرامائی رنگ کے دوران پوچھا۔ ”کیا تم نے کچھ ڈیویر میں کوئی چکر دیا ہے؟“

میں کیا کیا صرف فون ڈیا تھا۔ دراصل میں پولیس سے مل کر خفیہ ڈھونڈ رہا تھا۔

میں نے ایک ٹھیک کی پولیس خریدی اور شا کی جو لٹی میں گھس لیا۔ مجھے وہاں پھر پکٹیں سے ملاقات ہوئی۔ وہی پکٹوں پر احاطہ بطور سے سامنے تھا۔ میں نے اس سے مورس کی کال کا ذکر کیا۔

اس نے کہا۔ ”سنسز پٹیں جہیں ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ہم نے پورپ کی ٹرپ جان بوجھ کر بنائی



نئی کہانی کا جنم

ایک ایسی کہانی جس کا انجام بہت سی باتوں کو یہ نقاب کر دینا ہے۔ "عاشقہ انور کے چاند اور فلم کا ہی کمال ہے جو معاشرے کے مکروہ چہروں کو یہ نقاب کر دینا ہے پڑھئے اور سوچئے۔"

عاشقہ انور

ہوائیوں کی کوکھ سے جنم لینے والی ایک اچھا نئیون بوری کہانی

کہانی میں کل رعایت کی کوئی نئی بات تو ایسی نہیں ہے۔ اس لیے اور بھی ڈھونڈ لی پہاڑیوں کے دامن میں ایک بوری بنو لائی تو کسی حیرت و استحباب کا اظہار نہیں کیا گیا۔ لاش پر سب سے ڈوبتی پر جانے والے ایک نل مزدور کی نظر پڑی تھی۔ وہ بوری کے پاس سے گزر رہا تھا۔ مگر پھر پلٹ کر اس کے قریب آیا۔ اسے کچھ ہوا تھا۔ اس نے اس کے قریب جا کر ڈرا خور سے دیکھا تو بوری کے ایک سوراخ سے ایک انسانی انگلی نکل رہی تھی اور

اور چارلس دونوں کی عمر کی سے کفالت کر سکتی تھی۔ کیونکہ ان دونوں میں سے کوئی بھی غریب شاکی طرح فیاض اور خراج نہ تھا۔ کر سکیں گے کچھ ٹیکس وکس ہاتھ سرج کی روشنی میں تھیں کے دانت چمک رہے تھے۔ وہ کر سکیں گے گرد ہاتھ کا صابن بنائے ہاتھ۔

میں وہاں سے ہٹا۔ پھر میں نے چھٹلی گرام بندرگاہ کی پٹریوں کو روانہ کئے۔ انہیں میں نے نام بتائے بغیر اطلاع دی کہ تھیں کے کرے میں انہیں تین سو روپے ملے گی۔ میں نے کیا کچھ مل سکا ہے۔ ان لوگوں کو کمیشن نے اپنے ایک قصائی دوست کی دکان کے آگسٹ پاس میں رکھ دیا تھا۔ اس دوران میں نے بڑی سرسختی کی تھی کہ میں کسی طرح اس معاملے سے محسن روٹی الگ ہو سکا ہوں۔

بے شک تھیں نے کل کا منصوبہ عمر کی سے بنایا تھا۔ اس نے شاکی لاش کو قاب کرنے کی عمر و ترکیب سوچی تھی۔ وہ ایک بہت ہوشیار مگر ذہن کا خطرہ تھا۔ البتہ تھیں سے ایک چوک ضرور ہوتی تھی مگر یہ چوک تو ہوتی تھی۔ تو تقریباً مجبور تھا۔ اس خفیہ میں تھیں مرد اور ایک حیرت رورہے تھے اور..... حیرت کے بارے میں خیال تھا کہ مرد مر رہی ہے۔ پھر بھی اس سچ میں خود مڑے لے جا رہا تھا۔ یورپ کے سڑ پر اس میں کچھ بھی کسی حیرت کا بھی تھا۔ اور یہ تو سامنے کی طوطی تھی کہ اس نے اپنا بیڑ روشن یورپ جانے والے جہاز میں نہیں بلکہ اس کے مخالف جانے والے جہاز میں کر لیا تھا۔

سچ تو میری نگاہ میں اتفاق سے آگیا تھا۔ مگر اس کے بعد میرے شبہات جانے سے قدرتی کو کچھ تھے تو سوچا نہیں تھا۔ میں جاسکا تھا کہ اس جیسا لائق بنائے آکا کے ساتھ یورپ جاتے ہوئے کسی حیرت کا سامان بھی ساتھ لے جائے گا۔

ختم شدہ...!!
☆☆☆

تھی تاکہ اس مدرسے سے دور رہا جاسکے۔ اور یہ اس کی بھین کی مستقل آبادی کے ساتھ بھاگ بھاگی ہے۔ ہم یہاں صرف چار کی تعداد میں تھے یعنی مسٹر اور مسز شاہ اور مسز..... جو یہاں کرے سے دھسا ہوا تھا۔ اب ہم کمر کو بند کر سکتے ہیں۔ موری کو اب یہاں سے جانا ہی ہوگا۔ جلد ہی خزاں کے بعد ہم سب پھر نکلیا ہوں گے۔

میں نے وہاں ہال میں کچھ بندے ہوئے سامان کو رکھا دیکھا تو میں نے پوچھا۔ "شاید میں دقت پر آ جاؤں۔ تم لوگ جانے ہی والے تھے۔" میں نے سامان کی سمت اشارہ کیا۔ وہ دھو بڑے رنگ تھے اور کئی عدد موٹوں والے سوٹ تھیں رک کر میں نے کہا۔ "میں تمہیں کی ایک قوت لانا ہوں اس شا کو لانا چاہتا ہوں۔"

تھیں نے نفی میں سر ہلایا۔ "مسٹر جنسن یہ مناسب نہ ہوگا۔ ہم نے سورس کو یقین دلایا ہے کہ اس کی بھین بھاگ گئی ہے۔ یہ کوئی اچھی بات نہ ہوگی اگر کوئی پرانا دوست اس وقت اسے یہاں نظر آ جائے۔" میں نے اس کی بات میں کچھ وزن محسوس ہوا۔ میں نے یوں میں رکھ دی اور بولا۔ "میری طرف سے مسز شا کو سلام کہنا۔"

میں اس ایئر بیئر بندرگاہ کے لاک پر کھڑا تھا اور اس بھری جہاز کو دیکھ رہا تھا جو ہوائی کے سڑ پر روانہ ہو رہا تھا۔ تنگ سے یہ معلوم کر مشکل ثابت نہیں ہوا تھا کہ اس میں مسز اور مسز جنسن سڑ پر ہیں۔ میں نے ان کی ایک جھلک دیکھ کر دھکیلی بھی تھی۔ تاہم میں نے احتیاطی تدابیر بھی تھیں نہ نہ کر سکتی تھیں۔

چارلس اور مسز بھی وہاں تھے۔ وہ بڑی گرم چوٹی سے اپنے نئے پہننے اور بھین کو ہاتھ ہلا کر مرخص کرنے میں لگا ہوا تھا۔ اب جبکہ وہ شام چکا تھا اور اس کی لاش کو اس کے بہترین میں دو دروہوں کی مدد سے کھانے لگا دیا جاتا تھا۔ انہوں نے بڑی کامیابی حاصل کر لی تھی۔ مگر تھیں



ایک ایسی کہانی جس کا اختتام بہت سی برائیوں کو یہ نقاب کر دیتا ہے۔ "خیر" کو کہانی کی صورت میں پیش کرنا تو بس "عائشہ انور کے جانور اثر قلم کا ہی کمال ہے۔ جو معاشرے کے مکروہ چہروں کو یہ نقاب کر دیتا ہے۔ پڑھ لے اور سوچ لے۔ ۲۰۰۰

ہرائیوں کی کوکم سے جنم لینے والی ایک اچھائیوں بھری گھاس

لاش اس کے اعصاب پر سوار تھی۔ اس کی اطلاع دے کہ وہ دے۔۔۔ کیسے دے۔۔۔ وہ یہ کیسے نہیں جانتا تھا کہ اس سلسلے میں سامنے آئے۔ اسے معلوم تھا کہ پولیس کے ساتھ تعاون کرنا پھر شہر کا فرض ہے لیکن اس حقیقت سے بھی آگاہ تھا کہ پولیس افسر لوگوں کے ساتھ کوئی تعاون نہیں کرتی۔ سب سے پہلے ایسی کی گردن پکڑتی ہے۔ کام کے دوران سوچے سوچے اسے فسطو کا خیال آ گیا۔ فسطو اس کا دست تھا اور اس کے ہاتھ میں ہی رہتا تھا۔ آج کل یہ کار تھا۔ اس نے اس کے سوا ہاں پر رعبہ کیا۔ یا فسطو اتم سے ایک کام ہے۔۔۔

”کی لافا تو میں تمہارا کوئی کام نہیں کر سکتا۔ میں اس وقت بہت مصروف ہوں۔“

”یہ تو بڑی اچھی خبر ہے تم مصروف ہو گئے پھر کیا نہیں کوئی نوکری کر لی ہے؟“

”ارے نہیں یار۔“ فسطو کے لیے میں چپا چھڑانے والی جھلک تھی۔ ”جیسا ان مطالعے میں ایک ہوری بند لاش ملی ہے۔ جس بندے نے اس کی اطلاع پولیس کو دی تھی پولیس نے اس کو گھر لیا ہے نہ ہو گئے اسے پولیس کے چنگل سے بچانے کی تدبیر کر رہے ہیں۔“

”بھلو۔۔۔ میں تم سے بھر بات کر رہا ہوں۔ ڈیوٹی سے واپس آنے کے بعد۔“ لیکن نوک رعبہ قطع کرنے کے بعد فسطو اپنی نے اطمینان کا سانس لیا۔ واصل اس نے لاش کے بارے میں جاننے کے لیے فسطو سے رابطہ کیا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ اب تک پتہ چلا لاش کے بارے میں دوسروں کو بھی بتا چکا ہوگا۔ وہ کی گلیے جانے سے یہ بات پوچھنا چاہتا تھا کہ فسطو نے خود ہی صورت حال سے آگاہ کر دیا۔ وہ دل میں دل اپنی رائے منشی پر بھی خوش رہا تھا۔ اگر اس لاش کی اطلاع دینے والا وہ ہوتا تو اس کے ساتھ بھی وہی سلوک کیا جاتا پولیس سب سے پہلے اس کو گرفتار کر لیتی۔

وہ شام کو گھر گیا تو سب سے پہلے فسطو کو تلاش کیا۔ وہ اپنے کمر پر ہی لی گیا۔ بہت تھکا ہوا تھا اس وقت آرام کر رہا تھا۔ جس اپنی کو دیکھ کر بولا۔ ”ہاں اب بتاؤ تمہارا کیا کام ہے؟“

”ارے یہ یادہ تو اس وقت کا کام تھا تم مصروف تھے کسی اور سے کرا لیا مگر یہ لاش کا کیا پتہ ہے۔ جھول فطی شاعر۔ میرے اگلے میں تمہارا کیا کام ہے؟“

مطلب یہ کہ ہمارے اس پر سکون ملانے میں کوئی لاش کہاں سے آئی تھی۔۔۔“

”یار ہمشو! کسی لاش کی دہشتناکی مسئلہ ایسا نہیں کہ اس کے بارے میں اس طرح بات کی جائے جس طرح تو کر رہا ہے۔“ فسطو بہت عجیبہ تھا۔ ہر کوئی عقیدہ ہوتا پڑا۔

”ہاں۔۔۔ تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ یہ مسئلہ فطی مذاق کا نہیں۔ خیر چھوڑو۔ یہ بتاؤ لاش کی کس کی تھی؟“ اس بارے میں کچھ معلوم ہے۔ وہ کون تھا جس کو پولیس نے جھک کی بنا پر گرفتار کر لیا تھا۔؟ اس کی کہانی ہوئی یا نہیں۔۔۔؟“

”ارے یہ۔۔۔ ایک سی سانس میں بتاؤ اسے سوال پوچھو والے۔“ فسطو کا سوادب کچھ بہتر ہو گیا تھا۔ اس نے ذرا توقف کے بعد کہا۔ ”وہ جنہوں نے لاش دیکھ کر پولیس کو اطلاع دی تھی اور پولیس نے تعاون کی سزا انہیں عید کی تھی کہ انہی کو پولیس نے گرفتار کر لیا۔ وہ میرے تباہ کمرے کے سرے میں ہیں۔“

”میرا مطلب یہ ہے کہ ان کا نام ہے۔ ان کی نظر ایک ہوری پر پڑی جو جھٹکوں حالت میں پھاڑی کے دان میں پڑی گئی۔ انہوں نے ایک ایسے شہری ہونے کا ثبوت دیتے ہوئے قاتلے فون کر دیا اور ان کی سادگی ملاحظہ کر دے پولیس نے ان کا نام پوچھا تو یاد اور جب قاتلے سے لوگ آئے تو ان کی رہنمائی بھی کی۔ ان کی رہائی اب تک نہیں ہوئی ہے مگر بھاگ دوڑ کے نتیجے میں

اٹا ہوا ہے کہ جیسے ہی قاتل یا قاتلوں کے سلسلے میں کچھ معلوم ہوگا انہیں چھوڑ دیا جائے گا۔ لاش کی کس کی ہے اس بارے میں تو ابھی کچھ معلوم نہیں ہوا ہے۔ البتہ متوال ایک میں بائیس سالہ خوبصورت نوجوان ہے۔ پتھر کے بعد کوئی مارک ہلاک کیا گیا ہے۔ پولیس نے ضروری کارروائی کے بعد لاش ایسی کے مرد خانے میں رکھوا دی ہے کہ اس کے واروں کا پتا چلنے کے بعد میت ان کے حوالے کر دی جائے گی اور تحقیقات کا سلسلہ آگے بڑھے گا۔“

فطی اپنی نے تعریف کیا کہ اس نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔ ”اسے یہ رائی ساری یا نہیں تھے کیسے معلوم ہو گئے؟“

جب تک وہ لاش پوری میں بند یہاں موجود تھی اس کے بارے میں تو کچھ یہاں کے دوسرے راضیوں کا ہاں ہوتا تھیں کی بات نہیں۔ مگر یہ جو قاتل کی حدود اور پولیس کی کارروائی کے بارے میں تباہ ہے یہ تو۔۔۔“

”خیر۔۔۔ میرا مطلب ہے یہ تو تھیں کی بات ہے۔؟“ یا خیر تھے کہاں سے کی کہ ضروری کارروائی کے بعد لاش ایسی کے مرد خانے میں رکھوا دی گئی ہے۔“

”فطی! جس کا اصل نام فطی الہی ہے مگر کیا۔۔۔ فطی اپنی کی تعریف پر اسے خوش ہوئی پھر اس نے کہا۔ ”جس وقت مو بائیں پر تھہری کال آئی تھی۔ میں اور میرے دوسرے عزیز رشتہ دار بہت پریشان تھے مباحثہ میں صاحب کے بارے میں کہ پولیس نے خود بخود انہیں گرفتار کر لیا ہے۔ ہمارے پریشانی کو دیکھ کر ایک تنگ دل پولیس والے نے ہم سے کہا۔ ہم انہیں محض شک کی بنا پر گرفتار کر رہے ہیں۔ آگ آپ لوگوں کا کوئی جائے والا کیا تھا نے میں ہوتوں سے کہیں اس کی حیات پر ہم انہیں چھوڑ دی سکتے ہیں اور مذبحی چھوڑیں تو ان پر کوئی سختی کوئی تشدد وغیرہ نہیں کریں گے۔ تمہاری کال آنے کے بعد ایک دم چپا یا کہ تمہارے ایک رشتے کے ماموں بھی تو کسی قاتلے میں قیامت ہیں۔“

”ارشاد ماموں۔۔۔“

”ہاں یاریدی۔۔۔“ بس ہم ان کے گھر پہنچ گئے۔ ان سے ملنے صورت حال بتائی۔ جس پر سب سے اچھی بات انہوں نے یہ بتائی کہ وہ اور گئی تھانے ہی سے واپس ہیں۔ پھر انہوں نے انہیں بتایا کہ وہ لاش کا کچھ معلوم ہو گیا۔ پولیس نے انہیں بھی پچھنے کا۔ پولیس کے اپنے کچھ اصول ہیں۔ شک کی بنیاد پر وہ کسی کو بھی گرفتار کر سکتے ہیں۔

”اچھا آپ آپ لوگوں نے مباحثہ میں صاحب کے بارے میں کچھ بتایا۔ میں انشاء اللہ ان پر کوئی آج آئے نہیں۔“

”وہاں گور پھر انہوں نے ہم سے واقعی تعاون کیا۔ ہم شام کو ان کے پاس قاتلے بھی گئے تھے۔ انہوں نے ہمیں اطمینان دلایا کہ میں نے اس ایجنٹ کو ساری باتیں سمجھا دی ہیں کہ مباحثہ میں صاحب ایک ذمہ دار شہری ہیں اس لیے جب تک اس کیس کے بارے میں خوش رشتہ نہ ہو جائے ان پر کوئی سختی نہیں کی جائے۔ ورنہ آئندہ کوئی شہری پولیس سے تعاون نہیں کرے گا۔“ فسطو دار کا بھر بولا۔ ”ان سی کی کہانی کچھ معلوم ہوا ہے کہ متوال کی لاش دی کی گئی ہے۔“

”ارے یہاں تو بڑے کام کا آدی ہو گیا ہے۔“ ہمشو نے ایک بار بھر اس کی تعریف کی۔ ”اگر تو میرے ماموں سے نہ ماما اور انہیں صورت حال سے آگاہ نہیں کرتا تو پولیس نے جس طرح شک کی بنیاد پر مباحثہ میں صاحب کو گرفتار کیا ہے اس طرح ان پر سختی کر کے کچھ اگوانے کی کوشش بھی کر سکتی تھی۔“

”اسے یہاں پر دے گئے ہونے کا کچھ تو فائدہ ہوتا ہے۔ آؤ ٹریک پاس کیا ہے میں نے۔“

”ہاں۔۔۔ میں معاملے میں تو ہم سے بہتر ہے۔۔۔“

”پر کیا۔۔۔؟“

”یہ تیرے اس پر دے گئے ہونے کا فائدہ کیا جبکہ تھے

کوئی فوری نہیں مل رہی ہے پڑھا لکھا نہ ہوتا تو ہماری طرح کوئی بھڑکے حرکت ضروری کر سکتا تھا۔"

خس اپنی کچھ اس بات کی خوشحالی میں اس نے پولیس سے تعاون کرنے کی ننگی نکر کے اپنے آپ کو دیا میں فرق کرنے سے بھلا دیا ہے چارے صاحبان کے صاحب کے بارے میں کوئی بھی اس کے اردو دل سے نہ چاہتا تھا کہ اس غریب کو جلد از جلد رہائی مل جائے۔ دوسرے روز اپنی ڈیوٹی سے واپس آ کر وہ میڈم سے اپنے ماموں کے پاس پہنچ گیا۔ ان سے رکھی باتوں کے بعد پوچھا کہ "ماموں! اس لاش کے بارے میں کوئی اپنا پتہ چلا۔ جو ہمارے علاقے میں پوری سے برآمد ہوئی تھی؟"

ہاں بھئی! آج چل گیا۔ اس کے لواحقین نے قریبی قافلے میں اس کی تشدد کی کارپس کر لی تھی۔ انہیں بتایا گیا۔ ایک سردخانے میں جگہ اچھا ہے تو کونسی لاشیں موجود ہیں۔ وہاں جا کر دیکھ لیں۔ خدا خواست ان میں تو آپ کا گمشدہ بندہ نہیں؟

ان پوچھنے کو وہاں اپنا گمشدہ عزیز مل گیا۔ وہی جو ہمارے علاقے میں پوری میں بند کر کے چھپک دیا گیا تھا۔ وہ سب کو گھبراہٹ کی ایک چٹائی پر تھا۔ "ماموں! سردار کے پھر اپنی بات کہہ کر بھائی۔ پولیس نے اپنی کارروائی شروع کر دی ہے۔ یعنی اس کی لاش اورنگی گاؤں میں کیوں پائی گئی؟" مگر۔۔۔

مگر کہہ کر وہ ایک بار پھر کے پھر بولے۔ "مگر یہ کیس اورنگی گاؤں کے قافلے سے شاید گھٹن قافلے منتقل ہو جائے کہ متوکل قافلے سب کو گھبراہٹ ہے۔ قافلے میں اپنی کس سے کوئی دیکھیں نہیں کسی کس قافلے سے قتل کے اس کیس کی کارروائی ہوگی۔ اسے تو اس بات کی خرابی تھی کہ عبدالعزیز صاحب جتنی جلدی ممکن ہو سکے رہا ہو جائیں۔ اس نے اپنے ماموں سے کہا۔"

ماموں! اگر یہ کیس گھٹن قافلے منتقل ہو گیا تو عبدالعزیز صاحب کی رہائی میں دیر تک جائے گی۔"

"بھیکہ نہیں مانگا۔ البتہ اس بات کا امکان ہے کہ اب اس کی کچھ اور قافلے یا قافلوں کے سرانجامے میں زیادہ دیر نہیں لگے گی۔"

شہسوی قفلے سے ملاقات ہوئی تو اس نے اپنے ماموں سے معلوم کرنے والی باتوں کا ذکر کیا اور کہا۔ "ماموں! کہہ کر عبدالعزیز صاحب انشاء اللہ جلد از جلد رہا کر دیے جائیں گے۔"

"ہاں یاد۔! ہم سب بھی لپکا چاہتے ہیں۔" فاضلو بولا۔ پھر سردار کا ذکر مرنندہ انداز میں کیا۔ "مگر میری بھیکہ میں یہ بات نہیں آئی اگر مرنے والا چنان تھا تو اس کی لاش ہمارے علاقے میں کیوں موجود تھی؟ جبکہ وہاں کا رہائشی نہیں تھا۔"

"ہاں یہ بات سوچنے کی ہے۔ یا فاضلو! تو پڑھا لکھا ہے۔ تیری بھیکہ میں اس کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟"

"فعلی! اچھی ہے۔" فعلی اچھی سے ہونے لگا۔ "ہمارے علاقے میں ایک چٹان لڑکے کو لڑکا اور بوری میں بند کر کے پھینکے جا سکتے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ کوئی ہم لوگوں کے خلاف سازش کر رہا ہے چٹان میں ہمارے کوئی سے لڑکے کی کوشش کر رہا ہے۔ یا پھر۔۔۔"

"یا پھر کیا؟"

"یا پھر کوئی اور بھی بات ہو سکتی ہے۔ پولیس کی چٹان میں کہ بعد وہاں سامنے آ جائے گی۔"

اور ایسا ہی ہوا۔ پولیس کو اطلاع ملی کہ گھر میں خیر خیر آخری بار اپنے دوست سردار خان کے ساتھ دیکھا گیا تھا۔ شاگردوں کو ساتھ ہی ایک دیکھیں رہا ہوا ہے۔ پولیس نے سردار خان تک پہنچنے میں اپنی بھرتی کا مظاہرہ کیا۔ اس کے مگر سے معلوم ہوا وہ کسی کام کے سلسلے میں پشاور چلا گیا ہے۔ اس کی روایتی زار راہ پہلے ہوئی ہے۔

پولیس پشاور جانے والے کوچوں کے لڑے پر پہنچتی تو پشاور جانے والی ایک کوچ میں سردار خان مل گیا۔ کچھ کس روایتی ہونے والی تھی کہ پولیس نے سردار خان کو چاہا۔ عام مجرموں کی طرح پہلے تو سردار خان نے بھی بڑا بیشرہ بٹا۔ "یہ پولیس کی بڑی زیادتی ہے کہ جس کے گھر میں جہنہ فٹ ہو جائے اسے سولی پر لٹکا دو۔ میں کس خاتون کا دوست ہوں اسے کیوں قتل کروں گا؟ اگر وہ میرے ساتھ تھا پولیس اس کے ساتھ تھا تو یہ تو کیوں نہیں بات نہیں۔ "چھ نہیں" قصور نہیں، ہم دونوں اکثر ایک دوسرے کے ساتھ کھوٹے بھرتے تھے۔ کیا دوست ایک ساتھ کھوٹے بھرتے نہیں؟"

سردار خان بھی مرنے والے گل شیر خان کی طرح بخون تو جو خان تھا اور بڑی بے خبری کے ساتھ پولیس سے بات کر رہا تھا مگر پولیس نے جب تکی کی۔ قافلے کے ڈرائیوگر دم میں سے جا کر ابھی طرح تپتی لگائی تو اس کے سب بلب دھیلے ہو گئے اور اس نے اعتراض کر لیا کہ اس نے اپنے دوست گل شیر خان کو قتل کیا ہے۔"

پولیس نے سردار صاحب پر اعتراض دہرا کر دیئے تھے۔ فاضلو اور سردار کے مراد یہ تھیں کہ ماموں کے پاس جا کر ان کا گھر یہ ادا کیا اور کہا۔ "اگر آپ کا تعاون حاصل نہ ہوتا تو شاید جتنے تھکے کا سامنا کر پڑتا۔"

"میر انہیں کاٹھارا دیکھیے۔ دیکھے آپ کی سادگی اور شرافت کی وجہ سے پولیس کو بھی یقین تھا کہ ایسا شریف آدمی قتل کا مرتکب نہیں ہو سکتا۔" پھر انہیں ماموں ہی کی زبانی معلوم ہوا۔ واقف گل چونکہ ہمارے علاقے میں وقوع پزیر ہوا تھا اس لیے اس کیس ہمارے قافلے میں رہنے دیا گیا ہے۔ البتہ گھٹن قافلے والے بھی ہم سے تعاون کر رہے ہیں۔"

"ماموں!۔۔۔" فاضلو نے کہا۔ "ایک دوست نے دوسرے دوست کو قتل کر دیا؟ کیا اس کے بارے میں

آپ لوگوں کو اس قافلے۔ کیا ہم اس کا۔۔۔؟"

"سردار خان!۔۔۔" شہسوی ہنس پڑا۔

"ہاں۔۔۔" سردار خان نے اس بارے میں کچھ بتایا۔ "کیسی تپتی حرکت ہے یہ۔"

"واقعی دوست کے قتل کے قتل کی جتنی خدمت کی جائے کہ ہم یہ ایسا جرم ایسی برائی آدمی اس وقت کرتا ہے جب اس کا دین حرام پیڑہ ہوتا ہے دولت ہوتی ہے۔ یہ وہ پیڑہ پیڑہ بڑی تپتی ہے۔" اسی کی وجہ سے بڑے بڑے جرائم بھی ہیں۔ چنانچہ سردار خان نے قتل کی وجہ یہ بتائی کہ گلین دین کے معاملے میں، دونوں میں شکر گئی پیدا ہو گئی۔ آپ لوگوں کو جالا۔" جینا دکھ ہوا کہ یہ دونوں دوست مل کر ڈاکے ڈالے۔ تھے۔ اور سردار مال کی ہانت کرکھا تھے۔ کیا ڈاکے میں ان کے ہاتھ ویر مارے جیتی زہر تھے۔ جو موقع واردات سے سردار خان اپنے ساتھ۔" کیا قی اور اس کے گھبراہٹ میں جب گل شیر خان۔" اور اس کے گھبراہٹ کی شکم کا قتل قتل کیا تو وہ جال مٹول کر، سوز۔ آخری ایک ایک دیکھ کر گل شیر خان نے سردار خان۔ "مگر دلی۔" اگر مرنے کے ساتھ گل شیر خان دیا تو میں پولیس کو۔" سردار کے گھبراہٹ کی اس کیس۔

اس کے بعد سردار خان کو اس سے ڈر گئے کہ گل شیر خان پولیس کو بتا دے۔ اس لیے وہ اس کے گل شیر خان کے ہاتھ لگنے اور ایک دن پہنچنے کے ہاتھ لگے۔ اس نے اپنے ساتھ اورنگی گاؤں سے گیا اور اپنے دوست کے ہاتھ لگے۔ اس نے شرب پانی اور پھر شہسوی کے ہاتھ لگ کر دیا۔ "ماموں! زار کے گھر کے قتل ہو چکا۔"

"اس مرد نے یہ نہیں بتایا کہ اس واردات کے لیے اس نے اورنگی گاؤں کیس کا کیا تھا؟ سب کو گھبراہٹ۔" برا علاقہ تھا تو یہ وہاں کیس کر سکتا تھا۔"

ہاں قتل قتل کے لیے اس سے یہ سوال بھی۔



دیدہ ور

سائنسی موضوع پر اس جوں مفت ولولہ انگیز سے بھر پور سلسلہ دار کہانی

جس پر اس نے بتایا۔ "میرا خیال یہ تھا کہ بری بند لاش کی وحشتانی کے بعد یہی سمجھا جائے گا کہ یہ کتل اور گھسی کے کچھ تعصب پسند لوگوں نے کیا ہے۔"

"اس نے اپنے جن ساتھیوں کا نام بتایا ہے انہیں گرفتار کیا گیا؟" اب کی بار مہاراجہ ریز صاحب نے سوال کیا۔

"نہیں تھے..... ابھی تک وہ دستیاب نہیں ہوئے ہیں۔"

کئی دنوں کے بعد شہباز خان اور رستم پٹھان کو پولیس نے گرفتار کر لیا اور گرفتاری کی وجہ انہیں بتائی کہ تم لوگوں نے سردار خان کے ساتھ حمل کرکے شہر خان کو قتل کیا ہے۔

"یہ سراسر جھوٹ ہے لعلہ ہے ہم پر بہتان ہے کہ ہم حمل شہر خان کے کتل میں سردار خان کے شریک تھے۔ البتہ حقیقت یہ ہے کہ گھر شہر خان سے ہماری ایک باجی تھی۔ پٹھانوں کی ہونگئی اور اب تک اس سے میل چال بندھی۔"

سردار خان اسی بات کا فائدہ اٹھا کر کہیں اپنے کسی دشمن میں شامل کر رہا ہے۔ ہم بے قصور ہیں۔ اس سے کہیے وہ ہماری موجودگی کا کوئی ثبوت پیش کرے۔ بہر حال پولیس نے سردار خان سے اس کے سینہ دونوں ساتھیوں کی واردات کے وقت ثبوت فراہم کرنے کو کہا تو اس نے بڑی کردار مکمل دی۔ "میں تو یہاں سے کتل شہر خان کے ساتھ خالی ہاتھ گیا تھا۔ آگ لگے اور بوری دیر کے ساتھ وہ دونوں پہلے سے سوخت واردات پر موجود تھے۔ مگر پولیس نے اس بات کو کوئی زیادہ اہمیت نہیں دی۔ آگ لگے اور بوری دیر کا بند دوست پولیس کے خیال میں وہ پہلے سے بھی کر سکتا تھا۔ البتہ جب تحقیقی عملے نے شہباز اور رستم کے بارے میں چھان بین کی تو معلوم ہوا وہ واردات سے دو دن پہلے سے پٹنار کے جوئے تھے وہاں ان کی موجودگی کا ثبوت مل گیا تھا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اس کتل کے بعد تیسرے دن وہ کراچی پہنچے تھے۔ یعنی وہ بے قصور ہیں۔ سردار خان نے پاؤں پولیس کو پکڑ دینے کے سلسلے میں

ان ساری کارروائیوں کے بعد ایک دن ماموں نے جب اپنے بھائی کے حمل اپنے بھائی لوداس کے دوست فضل کوئی کو اس بات کی اطلاع دی کہ اس کتل میں کس کا ذریعہ ہیں۔ تو وہ دونوں بہت خوش ہوئے اور کہا "پچھلے کھائی ختم ہوئی۔"

"ہاں یہ کانی تو ختم ہوئی۔" ماموں بولے۔ "مکراس کہاں سے ایک کانی کھائی شروع ہو گئی ہے۔"

"کراس طلب.....!"

"مطلب یہ ہے۔" بھائی کو اس کی جمان بین کے سلسلے میں یہ بات سامنے آئی کہ وہ کانی اور کتل کے کسوں میں مطلوب بہت سے غریبوں کا سواپ گھٹہ ہے۔ افغان مہاجرین جن میں سے بہتوں نے پاکستانی شہر کراچی کا رخ ہوا رکھے ہیں بھاپہ تو قانونی کام وعدے کرتے نظر آتے ہیں مگر ان میں سے بیشتر در پردہ لوٹ باؤں کتنی اور بھولے ان کے کام کرتے ہیں۔ اس کتل کیس کے سلسلے میں کہیں کچھ بہت ہی اہم معلومات حاصل ہوئی ہیں۔ البتہ اظہار حال اس کے بہت مثبت نتائج سامنے آئیں گے۔"

"یعنی ایک مجرم نے دنیا سے جاتے جاتے بہت سے مجرموں کی نشاندہی کر دی ہے۔" فضل بولا۔

"ہاں، یہی سب برائیوں کی کوکھ ہے اچھا نیاں بھی جنم لیتی ہیں۔"

☆☆☆

●●●



(الف صدیقی)

دیدہ ور

سائنسی موضوع پر اس جتن صفت ولولہ انگیز بھیرپور سلسلہ وار کہانی

ڈاکٹر نے جراثیم کی بیماری کو کنٹرول کرنے میں سے کمال کرغوظ کیا اور باقی جراثیم کو کال جراثیم کی مدد سے ہلاک کر دیا۔

دیگر ضروری کام انجام دینے کے بعد وہ بالا غروبے کے لیے چلا گیا۔ اب صبح بالکل قریب تھی اور ڈاکٹر کو تھوڑے سے آرام کی ضرورت تھی۔

اگلے دن جب ڈاکٹر ناشتے کی میز پر بیٹھا ہوا تھا تو اس وقت وہ اپنے آپ کو دنیا کا آسودہ ترین انسان محسوس کر رہا تھا۔ اس نے وہ اہم ترین اختصار حاصل کر لیا تھا جس کی مدد سے وہ دنیا کی غیر کے عظیم کام کا آغاز کر سکتا تھا۔ اس کے تمام تجربات مکمل ہو گئے تھے۔ اس کی خوش قسمتی تھی کہ اسے پہ آسانی دو باغی افرامی دستیاب ہو گئے جن پر اس نے اپنی ایجاد کا کامیابی کے ساتھ آزما دیا۔

وہ صبح رہا تھا کہ بعض اوقات اسے غیر متوقع واقعات درپیش آ جاتے ہیں کہ مختلف کڑیوں کی ایک پوری زنجیر بنی چلی جاتی ہے۔ اگر وہ اتفاق سے اس دن سارا ویڈیو کا پرک نہ دیکھ لیتا تو شاید آج حالات مختلف ہوتے۔ اسے اپنے تجربے کے لیے زندہ اور باغی انسانوں کی تلاش میں نہ جانے کیا کیا کرنا پڑتا۔ لیکن انسانوں کو رہائش کا دیکھ لانا انہیں زبردستی حیا جاتی لیم ہٹاری میں پہنچانا ان ساری چیزوں کے لیے نہ جانے کون کن سے مراحل سے گزرنا پڑتا۔ ڈاکٹر خوش تھا کہ قدرت نے اس کی مدد کی۔ سارا ویڈیو نے اس کے لیے کامیابیوں کا دروازہ کھول دیا۔ وہ غلطی سے حرکت کر کے اس کے ساتھ ساتھ جو کہ اس کے لیے ایک معمولی کام تھا۔ اپنے تجربے کے لیے انسانوں کو بھی حاصل کر سکا۔

یہ تھا گزشتہ قسط کا خلاصہ
اب آگے بڑھیں

پہلی ہی نظر میں اسے اندازہ ہو گیا کہ اس فلم کا تعلق فوجی رازوں سے ہے۔
ڈاکٹر نے جین یا ڈاکٹر کو سامنے کی میز پر لاد دیا اور اس کا تفصیل جاننے کی آڑ میں جلدی جلدی فلم لہو لہو کیے کی کوشش کرنے لگا۔

ڈاکٹر کو تمام تر تفصیلات میں جانے کی ضرورت نہیں تھی اس نے جلدی اس بائیکرو فلم کی نوعیت کو جان لیا یہ ایک انتہائی خفیہ سرکاری فائل کے چند اہم ترین صفحات کی بائیکرو فلم تھی اس فائل کا تعلق امریکا اور فرانس کے درمیان ہونے والے ایک خفیہ معاملہ سے تھا۔ جس کی رو سے بعض جہاز تین تین کے ایک ہتھیار فرانس کی زمین میں پر خفیہ جہازوں پر پھینکے گئے اور پھر ہندو پر نصب کئے جانے لگے۔ اس فائل میں ان صفحات کی نشاندہی کی گئی تھی۔ جہاں ان ہتھیاروں کو خفیہ طور پر نصب کیا جاتا تھا۔ یہ ہتھیاروں کے بارے میں پوری تفصیلات بھی فراہم کی گئی تھیں ڈاکٹر نے تمام باتوں کو جلد جلد ذہن نشین کر لیا۔ اس کے بعد وہ جین یا ڈاکٹر کی بنیاد کے بارے میں معلوم کرنے لگا تھوڑی دیر کے بعد اس نے معاملہ ختم کر لیا اور جین سے کہا کہ وہ گھر کر بیچے جانے اور کسی پر بیٹھ جائے کوئی سابقہ میڈیکل ریکارڈ ڈاکٹر نے پوچھا۔ لیکن وہ شلا نے اس پر مریض کی آمد پر کوئی میڈیکل ریکارڈ ڈاکٹر کے سامنے پیش نہیں کیا تھا۔ جب کہ مریض کی آمد کے ساتھ ہی شلا اس کا سابقہ میڈیکل ریکارڈ جو مریض اپنے ساتھ لاتا تھا۔ ڈاکٹر کے سامنے پیش کر دی گئی۔ بعض مریض ایسے بھی ہوتے تھے جو کوئی میڈیکل ریکارڈ ساتھ نہیں لاتے تھے۔ جین بھی ایسے ہی مریضوں میں سے ایک تھا۔

بات یہ ہے ڈاکٹر کو مجھے کریش کانفی کرے کسی ڈاکٹر کے پاس جانے کی ضرورت نہیں پڑی ہے جین نے سکرما سے کہا۔ یہ صحت ہمیشہ بہت اہم رہی ہے۔ جس کریش جنوں سے یہ تکلیف ہوئی ہے۔

تم کیا کام کر رہے ہو۔ ڈاکٹر نے جین سے پوچھا میں دراصل ڈاکٹنگ میں رہتا ہوں ڈاکٹر۔ جین نے جواب دیا۔ اور وہاں میں فرانسیسی سفارت خانے میں ملازم ہوں۔ ان دنوں میں جینیوں میں لاس انجلس آیا ہوا ہوں۔

اگر مجھے نہیں معلوم ہوگا کہ تم اس انجنیر میں کب تک قیام رکھنا ارادہ رکھتے ہو تو میرے لئے تمہارا علاج کرنا مشکل ہو گا ڈاکٹر نے کہا۔

اوہ۔ یہ کیوں میزانی بات ہے ڈاکٹر جین نے سکرما سے ہونے کہا۔ میں چند دن تک لاس انجلس میں ہی ہوں۔ اس دوران میں تمہاری دوا کی دستیابی کر سکتا ہوں۔ اس کے بعد جب میں ڈاکٹنگ واپس چلا جاؤں گا تو وہاں بھی علاج جاری رکھ سکتا ہوں۔ میرا خیال ہے کہ میں نوں پر تم سے مشورہ کر سکتا ہوں اور اپنا حال بیان کر سکتا ہوں۔

شاید اس کی ضرورت پیش نہ آئے ڈاکٹر نے کہا۔ میں جیسوں دوا تمیں دے کر چہ ماہ کے بعد دوبارہ سامنے کے لیے ملاؤں گا ڈاکٹر کا انگریزی تیزی سے کام کر رہا تھا۔

اوہ۔ بہت شکریہ ڈاکٹر جین نے کہا۔ لیکن اس کے لیے مجھیں ابھی اور ایک دوا کی ضرورت ہے۔ میں دوا مل جائے گا ڈاکٹر نے جین سے کہا۔ بعض ضروری قسم کے نمٹ فوری طور پر کر لے ہیں۔ ان کے لیے مجھیں شام تک رہنا ہو گا۔

اور جین کی سوچ میں پڑ گیا۔ میرا خیال ہے ڈاکٹر کے میں کل آ کر یہ نمٹ نہیں دے سکتا ہوں۔ ڈاکٹر نے جین کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھا۔ اور ایک دم عجیبہ ہو گیا۔

جین میں ایک اصول ہے اور وہ ہے کہ میں اپنے مریضوں کو خوفزدہ نہیں کرتا ڈاکٹر نے کہا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی میں ان کو خوش بھی میں جیلا رکھنا پسند نہیں کرتا۔ تمہاری بنیاد کی نوعیت معلوم نہیں ہے۔ تم میرے پاس اگرچہ بہت دیر سے آئے ہو تاہم میں تمہارے لیے کچھ نہ کچھ

کر سکتا ہوں۔ ہر ایک مزید ایک لمحہ ضائع کے بغیر تمہارا علاج شروع کر دیا جائے۔

جین ڈاکٹر کی بات سن کر گھبرا گیا۔ وہ ابھی طرح جانتا تھا کہ ڈاکٹر آخر غیب کی معمولی دوا ہے کہ ڈاکٹر نہیں ہے۔ وہ ملک کے کئی زمین داروں میں سے ایک ہے اور جین الاقوامی شہرت کا مالک ہے۔ اس کی کئی کوئی بات بھی بے وزن نہیں ہو سکتی تھی۔

کیا میں اپنی بنیاد کی نوعیت کے بارے میں جان سکتا ہوں ڈاکٹر۔ جین گھبرا کر پوچھا۔

ابھی نہیں ڈاکٹر نے سمجھ کی سے کہا۔ میں حتیٰ نتیجے پر پہنچے بغیر کوئی بات نہیں کہتا اور حتیٰ نتیجے پر پہنچنے کے لیے ضروری ہے کہ تمہارے نمٹ کیسے جائیں۔ فوری طور پر اگر تم اپنا دوا لے کر مجھ تک ایک نمٹ علاج کرنے میں دیکھی رکھتے ہو تو فورا داخل ہو جاؤ۔ ورنہ تمہاری مرضی اس صورت میں تمہارے لیے کوئی دوا یا علاج تجویز نہیں کر سکتا ہوں۔

جین نہیں ڈاکٹر جین نے جلدی سے کہا۔ میں بڑی مشکل سے تو تم سے اپنا نمٹ حاصل کرنے میں کامیاب ہو سکا ہوں۔ میں اس موقع کو ضائع نہیں کرنا چاہتا۔ میں تیار ہوں۔ تم مجھے فورا داخل کرنا اور ضروری نمٹ ہیں وہ کرواؤ۔

مجھ سے ڈاکٹر نے کہا۔ مجھے تو تمہارے ساتھ چلنا پڑے گا۔ شلا جین کو آج ڈاکٹر کو کہا ہو گیا ہے۔ اس نے بھی کسی مریض کے ساتھ اس طرح کا راز نہیں کیا تھا۔ اول تو ڈاکٹر بہت کم کسی مریض کا نمٹ کر داتا تھا اور اگر نمٹ کر داتا تھا تو اس میں اس نے اتنی قلت اور احتیاط کا مظاہرہ نہیں کیا تھا۔ شلا برسوں سے ڈاکٹر کے ساتھ کام کر رہی تھی اور اس حیرت سے دوران بہت ہی باور اور ان کے طریقہ ہائے علاج کے بارے میں بہت کچھ جان لے چکی تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس کے لئے چھٹی آدمی کو خود مجھے میں اپنی طرح حدت سے ڈونا

نظر آ رہا تھا اور جس کے گالوں سے جیسے خون ٹپک رہا تھا۔ اس کیوں ہی جھلک بانی لائق ہو گئی کہ ڈاکٹر کو اس کے نمٹ میں دن کی بات تاخیر بھی گوارا نہیں تھی۔ لیکن ہے جو کسی شہر کی کچھ کچھ ہو شلا نے سوچا۔ ڈاکٹر آخر قلب جیسا اور ہوا پر ڈاکٹر کوئی بے وقوفوں کی ہی حرکت تو نہیں کر سکتا۔

ابھی باہر اور کتنے مریض باقی ہیں۔ ڈاکٹر نے شلا سے پوچھا۔

شلا نے اپنے ہاتھ میں موجود فورسٹر سے نظر ڈالی اور بولی۔ پانچ۔

ٹھیک ہے ڈاکٹر نے اٹھتے ہوئے کہا۔ ان سے کہہ دو کہ انہیں کچھ دیر انتظار کرنا ہو گا۔ میں ایک ایمریسی کیمس میں مشغول ہو گیا ہوں۔

بہتر ہے شلا نے کہا۔ میں انہیں بتا دیتی ہوں۔

آؤ میرے ساتھ ڈاکٹر نے جین سے کہا اور اپنی نشست سے اٹھ گیا۔ جین کی کھڑا ہو گیا۔

شلا ایک بار پھر حیرت میں ڈوب گئی۔ ڈاکٹر آخر فریڈ مریض کو اپنے ساتھ کسی نمٹ کے لیے لے جا رہا تھا۔

ابھی آج تک نہیں ہوا تھا۔ انتہائی عجیب صورت حال میں بھی ڈاکٹر کو اس کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ انظر پر متعلق شے سے ڈاکٹر کو کھلب کھل کر مریض کو ان کے ساتھ لے کر گیا تھا اور اس کی پری دیالیٹ میں وہ سکا تھا۔

ابھی مریض پر جلدی کا بھی خاص پر مابریک ہوا تھا۔ لیکن آج ڈاکٹر ایک مریض کو خود ساتھ لے کر ہسپتال کے کسی شعبے میں جا رہا تھا۔ شلا کو نہیں معلوم تھا کہ مریض کا کون سا نمٹ ہونا ہے اور اس کے لیے اس کے شعبے میں جانا ہو گا۔ وہ باہر نکلیں گی اور اس نے وہاں موجود باقی پانچ مریضوں کو بتا دیا کہ ایک ایمریسی کیمس کے باعث ڈاکٹر صرف وہ ہو گیا ہے اور فوری دیر کے بعد آئے گا۔

ڈاکٹر جین یا ڈاکٹر کو اپنے ساتھ لے ہوئے ایمریسی دارو میں آ گیا۔ شلا اس دارو میں موجود راکم اور دوسرے مسئلے

کے لیے ڈاکٹر کی اس وقت کی آمد بالکل غیر متوقع تھی۔
کیونکہ ان کے پاس اس وقت کوئی ایسا کسبوس وجود نہیں تھا
جس کے لیے ڈاکٹر آفرقی ضرورت ہوئی۔

آرام اور ادم میلے کے سینٹر اور ان فوڈ ای اپنے اپنے
ضروری آلات سنبھالے ہوئے ڈاکٹر کے ساتھ ہو گئے
سارے لوگوں کی ضرورت تھیں ڈاکٹر نے اسٹاف سے
کہا۔ میں سسر گریس میرے ساتھ چلی آئیں اس نے
ایک دو جوان نرس کی طرف اشارہ کیا۔
میں موجود ہوں ڈاکٹر سسر گریس نے جلدی سے آگے
بڑھ کر کہا۔

گرہر پانچ تو خالی ہے۔ ڈاکٹر نے سسر گریس سے
پوچھا۔
ہاں اس کرے کبھی آدھے گھنٹے سے زیادہ آج نہیں
رہ سکے آرام اور ادم نے کہا۔

مریض کو اسی کرے میں سے ملے چلو ڈاکٹر نے نرس سے کہا
اور خود وہیں تک گیا۔ اسے آرام سے سسر پر لادو۔
گرہر پانچ وہ کمرہ تھا جہاں حادثات یا کسی ایک
بیماری کے لوگوں کو لایا جاتا تھا اور یہاں وہ تمام سباز
سامان موجود تھا۔ جوسی مریض کی جان بچانے کے لیے
فوری طور پر ضروری ہوتا تھا۔ یہاں پر مریض کو کھڑکی سے
بند کئے اور اس کی حالت کا جائزہ لینے کے بعد بعد اسے
مزید علاج کے لیے دوسرے یونٹ میں بھیج دیا جاتا تھا۔
یہ ایک قسم کا کمرہ معائنہ تھا۔

گریس تین کو لیے ہوئے کمرہ نمبر پانچ میں داخل ہو گئی
اور اس سے کہا کہ وہ سسر لیٹ جائے۔ ڈاکٹر نے نرس کو یہ
جاہت نہیں دی۔ مریض کو اسپتال کے کپڑے پہنانے
کے لیے نہیں کہا۔ تین صرف اپنے جوتے اتار کر سسر پر
لیٹ گیا۔

کیا یہی بہت بریں کس ہے ڈاکٹر۔ آرام اور ادم نے
ڈاکٹر آفرقی سے پوچھا۔

بہت بریں ڈاکٹر آفرقی نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور
ایک دوسری نرس کو پھنڈرین کا ایک انجکشن تیار کر کے
لانے کی ہدایت کی۔ نرس فوڈا وہاں سے ایک قرعہ
کرے میں چلی گئی۔

اس مریض کوئی الجھل صرف سونے کی ضرورت ہے
ڈاکٹر نے آرام اور ادم سے کہا۔ لیکن اسے یہ بات نہیں معلوم
ہے۔ میں اسے انجکشن لگاؤں گا اور وہ فوڈا سوجائے گا۔
اس کے بعد تم اسے کسی دوسرے کمرے میں منتقل کر دو گے۔
میں چاہتا ہوں کہ وہ کم از کم دو گھنٹے تک کوئی نیند سوار ہے
تھیک ہے ڈاکٹر آرام اور ادم نے کہا۔ کیا اس مریض کا
داخلہ کاڈرین کیا ہے۔

اس کی ضرورت نہیں ڈاکٹر نے کہا۔ ویسے میں جہیں
تا دوں کہ اس کا نام بینا یاد ہے۔ تم نرس دہی کر دو جس
کہہ پاہوں اور باقی ساری باتیں بھول جاؤ۔
اس انتہاء میں نرس انجکشن تیار کر کے آئی۔ ڈاکٹر
نے کڈنی ٹرے اپنے ہاتھ میں لے لی جس میں دوا سے
بھری ہوئی سرنگ اور رولڈی وغیرہ رکھی ہوئی تھیں اور وہ گریس
نمبر پانچ میں داخل ہو گیا۔ تین سسر پر لیٹا ہوا تھا اور کمرہ
اس کے سامنے کھڑکی ہوئی تھی۔ تین کمرہ نمبر پانچ کے سباز
وسان سے بڑا حاشیہ نظر آ رہا تھا۔
یہ کمرہ تو کسی سائنسی میوزیم معلوم ہوتا ہے ڈاکٹر تین
نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اس میں چار ترین سباز وسان موجود ہے ڈاکٹر نے
کہا اور تین کے بازو میں انجکشن لگا دیا۔
تین مریض سے اور اس انجکشن کے روگل کا شہادہ کر دیا
گا ڈاکٹر نے کہا۔ تم اپنے ہاتھ پر ڈھیچے چھو ڈاکٹر اور بالکل
آرام سے لیٹ جاؤ۔

☆☆

تین نے ڈاکٹر کی ہدایت پر عمل کیا اور ڈاکٹر کمرے سے
باہر نکل گیا۔ اس نے گریس کو بھی باہر بلا دیا
تم دن صحت بعد مجھے مطلع کرنا کس کی کیا کیفیت ہے

ڈاکٹر نے گریس سے کہا اور داپس اپنے کمرے میں چلا
آیا دس منٹ کے بعد اس نے ایک اور مریض کو کھینچا۔
اس کے بعد فون کی گھنٹی بجی گریس نے اسے مطلع کیا کہ
مریض سوچکا ہے۔ ڈاکٹر نے اس کا شہرہ پر ادا کر کے فون
بند کر دیا۔

آدھے گھنٹے کے بعد اندر اس نے قبیلہ چار مریضوں کو
بھی منٹا دیا اور ان کے بعد بیٹلا سے کہا کہ وہ ٹیبلٹیں دیر
مصرف نہ کرے گا۔ اسے ڈسٹرب نہ کیا جائے اور کوئی فون
کال بھی نہ دی جائے۔ شلا باہر اپنے کمرے میں چلی گئی۔
ڈاکٹر نے اپنے کمرے کا دروازہ اندر سے لاگ کر دیا
اور اس انجکشن کے پریس چیف دلم بھلے کے کنبہ ڈاکٹر
کرے لگا۔ وہ سب کچھ ایک سوچے سمجھے منصوبے کے
حت کر رہا تھا۔

میں ڈاکٹر آفرقی پر بول رہا ہوں سلسلہ ملنے پر اس
نے کہا۔ وہ دلم بھلے سے ضروری بات کرنا چاہتا
ہوں۔

چند منٹ کے بعد دلم بھلے نے لائن پر تھا۔
میرے لیے ڈاکٹر آفرقی قلب سے بات کرنا اور از کا
باعث ہے پریس چیف نے کہا۔ میں تمہاری کیا خدمت
کر سکتا ہوں ڈاکٹر۔

سسر بھلے نے ڈاکٹر سے کہا کہ کیا تم فوری طور پر یہ معلوم
کر سکتے ہو کہ ڈاکٹر تین فرامیسی غارت خانے میں
بینا یاد کوئی کوئی شخص کا کام کر رہا ہے۔

موجودہ ہیچ ٹرانزوسٹم کے تحت یہ معلوم کرنا چند منٹ
کا کام ہے بھلے نے کہا۔ اگر تم لائن کو روک دو تو میں
جہیں بھی جاتا ہوں۔

تھیک ہے میں انتظار کر رہا ہوں ڈاکٹر نے کہا اور دوسری
طرف لائن پر خاموشی طاری ہو گئی۔

چند منٹ کے بعد ڈاکٹر نے بھلے سے کہا کہ دوبارہ ڈاکٹر تین
فرامیسی غارت خانے میں اس کا ایک ملازم موجود
ہے بھلے نے ڈاکٹر کو اطلاع دی۔ لیکن وہ ان دونوں

ڈاکٹر تین میں سے دو پھنسی پر کھینچا باہر گیا ہوا ہے۔
بالکل تھیک ڈاکٹر نے کہا۔ اب میں ایک اہم مسئلے کی
طرف آؤں گا۔ لیکن بات یہ ہے چیف کس معاملے کا
تعلق ہو سکتا ہے اس سے اور میں فون ہاں کے بارے
میں بات کرنا مناسب نہیں سمجھتا کیا تمہارا لیے یہ ممکن
ہے کہ تم تکلیف کر دو اور داپس کے لیے میرے پاس آ جاؤ
میں اب آدھے گھنٹے کے بعد تمہارے پاس پہنچ رہا
ہوں ڈاکٹر پریس چیف نے ڈاکٹر کو بتایا۔

میں تمہارا انتظار کروں گا ڈاکٹر نے فون بند کر کے
ہوئے کہا۔

ڈاکٹر ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت کام کر رہا تھا۔
اس نے اپنے ذہن میں ایک پوری کھانی ترتیب دے لی
تھی۔ اسے کبھی سلاطی وغیرہ کے مسائل سے نہ جو کوئی
دیکھی تھی اور وہ ان میں ہاتھ ڈالنا پسند نہ کرتا تھا۔ اس کے
تواپے بیٹلا پر دم کر رہے تھے۔ وہ چاہتا تھا تین یاد کو بلیک
میل بھی کر سکا تھا۔ لیکن وہ تین جیسے چھوٹے سونے اور
معمولی درجے کے لوگوں سے الگ تھا اب اپنے لیے کسر
شان سمجھتا تھا۔

آدھے گھنٹے کے بعد پریس چیف دلم بھلے سے ساتھ
کپڑوں میں بیٹلا ڈاکٹر آفرقی قلب کے کمرے میں موجود
تھا

میں نے ایک ایسی خلاف قانون حرکت کی ہے چیف
کہ تم چاہو تو میرے خلاف مقدمہ درج کر سکتے ہو ڈاکٹر
نے مسکراتے ہوئے کہا۔ میں نہیں جانتا کہ تم یہاں
میرے خلاف پراسیڈیو کیا کرنا چاہتے ہو۔

دلم بھلے نے کچھ نہ نہ۔ وہ عجیبہ ہو گیا۔

کیا کس مریض کے ساتھ کوئی غلطی ہو گئی ہے۔ اس نے
کہا۔ قانون ہر حال اگر مریض کا تحفظ کرنا ہے تو ڈاکٹر
کے ساتھ بھی دیکھی نہیں کرتا۔ تیس کا انحصار تو طبی کی
قویہ پر ہوگا۔ ڈاکٹر نے تازہ کس تمہاری کیا مد
کر سکتا ہوں۔

اس نامعلوم فون کال کا ایک ایک لفظ روت تھا۔ ڈاکٹر ہملر نے آہستہ سے کہا۔ اس فلم میں سب کچھ وہی ہے جیسا کہ تانے والے نے بتایا ہے۔

شکر یہ ڈاکٹر نے کہا۔ مجھے خوشی ہے کہ میری کوشش رایگان نکل گئی۔

میرے ساتھ آؤ ڈاکٹر ہملر نے کہا۔ پیٹر اس کمرے میں رو کر بین پر نظر رکھے گا۔ نہ جانے کس وقت یہ بیدار ہو جائے۔ اس کو اب یہاں سے جانا نہیں چاہیے ڈاکٹر اور ہملر نے وہاں سے کل کر ایک دوسرے کمرے میں آگئے۔

یہ اب سی آئی اے کا کیس ہے۔ ڈاکٹر آفرق قلب ہملر نے ڈاکٹر سے آہستہ سے کہا۔ بین کے بیدار ہونے کے فوراً بعد میں اپنی فیصلی رپورٹ اور فلم کے ساتھ سی آئی اے کے حوالے کر دوں گا۔ میری پہلی رپورٹ میں تمہارا ڈاکٹر ایک مرکزی کردار کے طور پر ہوگا۔ اگر کرتے احساس ذمہ داری کا مظاہرہ نہ کیا ہوتا تو یہ خطر

ناک ایجنٹ اپنا کام کر جاتا۔ میں اپنی رپورٹ میں تمہیں ذمہ داری کا مظاہرہ میں خراج تحسین پیش کرنا چاہتا ہوں۔

بہاں اصل مسئلہ تھا۔ یہی وہ مفقود تھا جس کے لیے ڈاکٹر نے اس کیس میں پولیس کو طلب کر لیا تھا۔ اس سے پہلے اس نے کسی بھی معاملے میں پولیس کو روت نہیں دیا تھی اور زیادہ تر معاملات تو جیسے ہی ایسے میں وہ پولیس کے پاس جانے کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن یہ سوچا جسے اتفاق سے مل گیا تھا اور وہ اس سے پرہیز کا نام نہ لے سکتا تھا۔ چاہتا تھا۔ اس کی خواہش تھی کہ ایک شرعہ بن جائے اور قانون پسند میری حیثیت سے اس کا ڈاکٹر کا روتی فائلوں میں موجود ہو۔ کسی کارنامے کے ساتھ آئی آندہ کسی وقت اگر اتفاق سے کوئی گڑبڑ ہو جائے تو ڈاکٹر کی ذات کو برہم کے شک و شبہ سے بالاتر سمجھا جائے اور پولیس کے ریکارڈ پر یہ بات موجود ہے کہ ڈاکٹر نے حسب التوفیق کا

تمہاری مرضی سے چیف ڈاکٹر نے سکرتا سے ہوئے کہا۔ میں نے تو اپنے سے میڈیکل کیئر کے لیے اچھا خاصہ مفقود ہول لے لیا تھا۔

تم نے اپنی حاضر دہائی سے کام لیتے ہوئے بہترین کارنامہ سر انجام دیا ہے چیف نے کہا۔ اب یہ فیصلی ہماری تحویل میں ہے۔ تمہیں اب اس کے سلسلے میں پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے ہم اس کے بیدار ہونے سے پہلے ہی اس کی پورے طور پر حفاظت کیے لیں گے۔ شاید اس کے پاس سے کوئی اور کام کی چیز نکل آئے۔

میری طرف سے اجازت ہے ڈاکٹر نے کہا۔ اب وہ تمہارا کیس ہے جوا چاہو کرو۔

ڈاکٹر وہاں سے چلا آیا۔ اس نے ڈیوٹی پر موجود آرمی اوف تاویا کر بین کے ہوش میں آنے کے بعد پولیس چیف وٹھم ہملر سے ملنے اپنے ساتھ لے جائے گا۔

کیا کوئی بحرم ہے۔ آرمی اوف نے حیرت سے ڈاکٹر سے پوچھا۔

ہاں ڈاکٹر نے جواب دیا۔ لیکن اس کے بارے میں زیادہ پوچھ کر آنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ غیر اچھل کی

چادر ہے اور آج سے پولیس جان چکا ہے۔

ہوش میں آنے کے بعد بین کو روت لڑکھائی گوارا پولیس اسٹیشن پہنچا دیا گیا۔ ابتدائی چھ کچھ کے بعد سی آئی اے کے حوالے کر دیا گیا۔

کسی اخبار میں بین بڑا ڈانٹہ فیصلی کی گرفتاری کی خبر نہیں شائع ہوئی۔ پولیس کے ذرائع نے اس معاملے میں ذمہ داری راز داری سے کام لیا تھا اور خود ڈاکٹر آفرق قلب کی مشورہ دیا تھا کہ وہ کسی سے اس کے بارے میں ذکر نہ کرے۔

اس واقعے کے چند روز کے بعد ڈاکٹر کو سی آئی اے کے ایک بہت بڑے اور با اختیار افسر دارکن کا فون موصول ہوا۔ اس نے فون پر اپنا تعارف کمانے کے بعد کہا۔ میں

تمہارا شریک رہا اور کرنے کے لیے ذاتی طور پر تمہارے پاس آنا چاہتا ہوں۔ ڈاکٹر آفرق قلب مجھے تمہارا غیر فخریہ کمرے کے بڑی خوشی ہوئی دارکن ڈاکٹر نے کہا۔

ڈاکٹر اور دارکن کے درمیان ملاقات کا وقت اور دن مقرر ہو گیا۔ ڈاکٹر نے اپنی رہائش گاہ پر دارکن کو بلانے کے بجائے ہسپتال میں اپنے کمرے میں ہی بلانا مناسب سمجھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ کوئی پریس یا نظریہ نویس کا آئی آئی اس کمرے میں داخل ہو۔

ڈاکٹر نے جب دارکن کو دیکھا تو چند لمحوں کے لیے اسے گھبراہٹ کی محسوس ہوئی۔ دارکن پیشہ کار ایک آئی آئی تھا۔ اس کی آنکھوں میں اس قدر گہرائی تھی کہ انسان زیادہ دیر تک اس کی طرف دیکھ نہیں سکتا تھا۔ اس کی قیادت کی آنکھیں جس میں فیصلی کی تجسس صلاحیت کی پختہ بین نہ کرنے والی۔

دارکن نے ڈاکٹر کا شکر یہ ادا کرنے کے بعد اس سے درخواست کی کہ وہ نامعلوم فون کال کے بارے میں اسے تفصیل سے بتائے۔ ڈاکٹر کو اس چیز کی توقع تھی۔ وہ جانتا تھا کہ یہ ایک انتہائی سنگین معاملہ ہے اور سی آئی اے والے اس کی مکمل چھان بین میں کوئی کسر نہ ڈالیں گے اس لیے وہ ہملر سے لفظ وہی داستان دارکن کو سنائی جو اس سے پہلے وہ ہملر سے کسنا چکا تھا۔ اس نے اس داستان کی ساری تفصیلات کو اپنے ذہن میں محفوظ رکھا تھا۔

کاش نہیں کسی طرح سے پتا چل جاتا کہ فون کرنے والا کون شخص تھا اور دارکن نے کہا۔ دیکھیں ہمیں اس میں لے کر یہ بتاؤں ڈاکٹر آفرق قلب کے بین بڑا کوئی مضبوط آدمی ثابت نہیں ہوا۔ اس نے دوسرے ہی دن ہتھیار ڈال دیے اور انہیں سب کچھ بتا دیا۔ ہم ڈاکٹر اور لاس انجلس میں اس کے کھوکھلوں پر چھاپے مار کر بہت سا مادی سامان اور جدید ترین آلات برآمد کر چکے ہیں۔ اس نے قبول لیا ہے کہ وہ مرے سے ایک غیر ملکی طاقت کے لیے

جاسوسی کرتا رہا اور فرنیسی سلطنت خانے سے اہم اطلاعات کے اخراج فرحت کرتا رہا تھا۔ یہ سارا کام پیچھے خاطر کرتا تھا۔ ہم نے اس کی نشاندہی پر دو اور آدمیوں کو بھی گرفتار کیا ہے۔ ان ساری کامیابیوں کا سوا انہماک ہے۔ سرے سے انغلا یہ اس سلسلے میں تمہاری مدد شکر گزار ہے دارکن نے اس کی تیز آنکھوں سے ڈاکٹر کو گھورا ڈاکٹر کو یوں لگا کہ وہ دارکن کی پرچی جیسی نظر میں اس کے دل میں اتاری جا رہی ہیں۔ اسے گھبراہٹ کی محسوس ہونے لگی۔ نہ جانے کیوں وہ دارکن سے کچھ خود وہ سا لگ رہا تھا۔ گو کہ دارکن بہت ہی عزت احرام اور زری کے ساتھ اس سے گفتگو کرتا رہا۔ تاہم اس کے رویے میں کوئی ایسا بات تھی جو ڈاکٹر کے لیے ناقابل فہم تھی۔ دارکن کی تیز آنکھوں سے کچھ ایسی باتیں سامنے آ رہی تھیں جن کی بات کیات تھی۔ یہ ہے ڈاکٹر آفرق قلب کے عالمی کشمکش کی بڑھ رہی ہے دارکن نے کہا۔ سر و جنگ کی شدت میں اضافہ ہو رہا ہے اگرچہ دونوں سپر پاور کی جانب سے یہ امن جتانے باہمی اور خفیہ سطح پر تبادلہ راز دیا جا رہا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ دونوں اپنی اپنی جنگی قوت میں بھی اضافہ کے جاری ہیں۔ دنیا کے کسی ملک میں دونوں سپر پاور کے مفادات کا ٹکراؤ ہو رہا ہے۔ چھوٹی مولتی جنگیں تو درجی عالم جنگ کے بعد ہی سے جاری ہیں۔ ہاں اس سے کوئی جنگ بھی بڑھ کر پھیل بھی سکتی ہے۔ میں پورے طور پر چوک اور باخبر رہتا ہوں اور اپنے اتحادیوں کے مفادات کی بھی تحریک کرتی ہے۔

دارکن کچھ دیر تک سیاسی گفتگو کرنے کے بعد رخصت ہو گیا اور ڈاکٹر سوچ میں پڑ گیا۔

وہ کیوں آیا تھا۔ ڈاکٹر نے سوچا۔ کیا وہ صرف میرا شکر یہ ادا کرنے آیا تھا یا اس کا کوئی اور مقصد بھی تھا۔ اس نے نامعلوم فون کال کی ساری گفتگو وہ بارہ سے سننے کیوں اسرار کیا ہے۔ جب کہ میں ہملر سے اس ساری گفتگو

217

کے بارے میں سب کچھ بتا چکا تھا اور پھر جب بین ریاض نے سب کچھ کوئی کر لی کیا ہے تو اس بارے میں مجھ سے گفتگو کرنے کی ضرورت تھی۔

لیکن ڈاکٹر نے جلد ہی سارے شہادت کو اپنے ذہن سے جھٹک دیا۔ غائب رہے کہ اس سارے معاملے سے اس کا کوئی تعلق نہیں تھا۔ بین ریاض کو اس نے زندگی میں پہلی بار دیکھا تھا اور وہ دونوں ایک دوسرے کے بارے میں کچھ نہیں جانتے تھے۔ لیکن اس کے بارے میں پولیس کو کیا بتا سکتا تھا۔

دارکن نے صرف اپنا فرض ادا کیا ہے ڈاکٹر نے سوچا۔ مجھ جیسے سب سے آدنی نے پولیس کے ساتھ ایک نہایت اہم معاملے میں تعاون کیا ہے تو پولیس کے ہنگاموں کا فرض تھا کہ وہ پورا شہر پر ادا کرتے۔ اس میں کوئی فریضہ معمولی بات ہے۔ ڈاکٹر نے اپنے آپ کو کبھی دیکھ کر نہیں دیکھا۔

اس کے چند ہی روز بعد اسٹوڈنٹ فون کر کے ڈاکٹر سے ملاقات کی اور اسے بتایا کہ دیرپے پتے پر پہنچی انگریز دہلیس آگیا ہے۔

بڑی خوشی کی بات ہے ڈاکٹر نے کہا۔ میں کل رات کو آؤں گا۔ ہائی ٹیکنکس سے ملے ہوئے بھی کافی دن ہو گئے ہیں۔

سب لوگ تم سے ملنے اور باتیں کرنے کے خواہش مند رہے ہیں ہاں اسٹوڈنٹ نے کہا۔ جس دن تم آئے ہو وہ ہم سب لوگوں کے لیے ایک جہت نامیام دن ہوگا ہے۔ ہم اس دن کا انتظار کرتے رہتے ہیں۔

میں کل رات کا گمان تھا لوگوں کے ساتھ کھانا کھاؤں گا ڈاکٹر نے خوشگوار مسودہ لکھا۔ دیرپے پتے کی دہلیس کی خوشی تھی۔

اگر ملے کو جب ڈاکٹر بیٹے کو اور پتہ پتہ تو دوسری سے اس کی دور بین اور دونوں بین نظروں نے دیکھ لیا کہ اندر وہی کرے میں ایک بڑی سی ڈانٹ بھیل لگا دی تھی ہے اور اس بھیل پر قدر قدر الفاظ کے ساتھ انواع و اقسام کے

کھانے اور شرابیں موجود تھیں کہ بڑی بڑی دھڑکنوں میں اتار اٹھائیں تھا۔

میں ہوں۔ میں ڈاکٹر نے بڑے سبک کے ساتھ سوچا۔ یہ سب کچھ میرے لیے ہے۔ میں ان لوگوں کا آکا ہوں۔ یہ خاصوں کی طرح میرے لیے کام کرتے ہیں۔ اپنی زندگیوں کے لیے میرے محتاج ہیں۔ ان کا مقدور میری خواہشات کے ساتھ وابستہ ہے۔

ڈاکٹر نے انگریز عرف دیرپے کو بھی باہری سے دیکھ لیا تھا۔ وہ واقعی بالکل بدل گیا تھا۔ اس کے چہرے پر نفرون دہلی کے پار ہوں کی طرح ایک ایسی ڈانٹ کی سر پر ہوتی ہے کہ اسے ہاتھ دنگا کر ان کا اصلی رنگ تبدیل کر دیتا تھا۔ اس کا لباس بھی بالکل مختلف نوعیت کا تھا سارے لوگوں نے ڈاکٹر کا غیر متقدم کیا۔ وہ سب بہت خوش نظر آ رہے تھے۔ خاص طور پر انگریز عرف دیرپے تو بہت ہی خوش تھا۔

مجھیں اب سننے سے اپنی زندگی شروع کرنی تھی اس ڈاکٹر نے انگریز سے کہا۔

مجھے اس احساس ہے ہاں انگریز عرف دیرپے نے کہا۔ میں ان کے لیے پوری طرح تیار ہوں۔

اس ایک سال کے عرصے میں حالات بہت بدل چکے ہیں ڈاکٹر نے کہا۔ مجھیں باقی ساتویں کی زبانی مضمون ہو چکا ہوگا۔ ہم کہاں سے کہاں پہنچ گئے ہیں۔ ہماری دولت میں کس قدر اضافہ ہو چکا ہے اور میرے خواب بگڑے ہمارے خواب۔ ہم ان کی تعمیر کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ ہمارے ہر ہے۔

ڈاکٹر نے سمجھے میں بڑی ہی خود اعتمادی تھی۔

مجھے ان لوگوں کی زبانی سب کچھ معلوم ہو چکا ہے ہاں دیرپے سے سکرانے ہوئے کہا۔ سب مضمونوں کے بارے میں سننے پر وہ گلاسوں کے بارے میں اور ان ساری اہم باتوں کے بارے میں جو میری عدم موجودگی میں بیان کر رہا ہوں۔

ہم نے دیرپے کو بتا دیا ہے کہ ہم حتی طور پر کس مقصد کی جانب پیش قدمی کر رہے ہیں جس سے کہا۔ اور اس بات کو جان لینے کے بعد دیرپے کے نظریات میں بڑی تبدیلی پیدا ہوئی ہے۔

ہاں ہاں انگریز عرف دیرپے نے کہا۔ ہم کب تک پولیس اور انتظامیہ سے چھپ چھپ کر ڈر کر رہا تھا اور خوف کا مظاہرہ کرتے ہوئے کام کریں گے۔ ہمیں خود واقعی اقتدار کا لگنا ہونا چاہیے۔

ہم اسی جانب پیش قدمی کر رہے ہیں ڈاکٹر نے متعظم سمجھے ہیں کہا۔ اور کامیابی کی منزل اب ہم سے بہت زیادہ دور نہیں ہے۔

میں اس وقت کا بڑی بے چینی سے منتظر ہوں ہاں انگریز عرف دیرپے نے کہا۔

میں تم سے کیسیک براہ رب دلا ملیں امریکہ کے اندرونی حالات کے بارے میں سننا چاہتا ہوں ڈاکٹر نے کہا اور دیرپے کو اسے کچھ بتانے کیلئے ایک انماک کے اندرونی حالات اور وہاں تنظیم کے کام کرنے کے امکانات کے بارے میں بتا دیا۔ ڈاکٹر غور سے اس کی باتیں سنتا رہا اور یہ سوچتا رہا کہ کہاں کہاں کے وسائل سے کس اعزاز میں فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔

کئی ماہ بعد امریکہ میں۔ اس دوران ڈاکٹر کی جیک سے بھی ملاقات ہوئی۔ جیک نے اپنی صفی کے ساتھ اپنے کام میں لگا ہوا تھا اور اسے یقین تھا کہ ڈاکٹر جو جف کی سربراہی اور رہنمائی میں وہ شاید آئندہ سال تک اپنا مقصد حاصل کرے گا اور انسانی ذہن کو کنٹرول کرنے کا سولیدی کا کامیاب طریقہ دریافت کرے گا ڈاکٹر اس دن کا منتظر تھا۔

تنظیم کے کام معمول جاری تھے۔ ڈاکٹر کی دور رس منصوبہ بندی اور رہنمائی کے نتیجے میں تنظیم کامیاب ہو چکا تھا۔ دیرپے اور ان کے ساتھیوں نے انگریز عرف دیرپے کو بھی اپنا پتہ نہیں ہوا تھا۔

ڈاکٹر روزانہ اندازت کو اپنی حیاتیاتی لیبارری میں جاتا تھا اور اپنی وقت وہاں صرف کرتا تھا۔ سب سے زہر سے مخلوق کی تیاری کا کام کرتا تھا۔ قسم ہو چکا تھا۔ ڈاکٹر اس سے مخلوق کا کئی قسم کے جانوروں کے حصوں پر تجربہ کر چکا تھا۔ لیکن اب اسے ایک انسانی جسم کی تلاش تھی۔ وہ حتی طور پر ایک ایسے انسانی جسم کو بنا چاہتا تھا جو ذیلیس کا مرہم ہو۔ یوں تو ڈاکٹر اسے اپنے سے مخلوق کا کبھی نہیں ہو۔ یہ آسانی تجربہ کر سکتا تھا۔ جس سے وہ واقف ہوا اور جس کے بارے میں بعد میں اسے جاں چل سکتا کہ وہ فیض زخمہ دیا گیا مر گیا۔ لیکن محض اتنا کافی نہیں تھا۔ ڈاکٹر کے لیے ضروری تھا کہ جس شخص پر وہ تجربہ کرے اس کی صحت کے بارے میں وہ پوری معلومات رکھتا اور خاص طور سے اسے یہ ضروری معلوم ہو کہ وہ فیض کا ذیلیس کا مرہم ہو تو نہیں ہے۔ حب ہی وہ اپنی اپنی ایجاد کا کچھ طور پر تجربہ کر سکتا تھا۔ ڈاکٹر کو ایک ایسے ہی شخص کی تلاش تھی۔ یوں تو اس کے پاس آنے والے پیرسینوں کی تعداد اتنی زیادہ تھی اور پھر اسپتال میں بھی بہت سے مریش تھے لیکن اسے صرف ایک مریش نہیں چاہیے تھا۔ اسے ایک ایسا انسان چاہیے تھا جو ذیلیس کا مرہم ہو۔ وہ اصرار پھر تھا۔ ہر بار وہ تھا۔ لیکن ابھی تک کوئی کامیابی حاصل نہیں ہوئی تھی۔

اس دن وہ جب شام کے وقت اپنے گھر واپس آیا تو میکس یوں اس کا منتظر تھا۔ آج سکول کی کلاس کے دوران انکی درم کی معافی کرنی تھی۔ میکس یوں کے ہاتھ میں وہی تھا اور وہ بار بار اپنی ہانک اور ہاتھوں سے پانی پر ہنجر رہا تھا۔ کیا ہوا ہے۔ ڈاکٹر نے میکس کو دیکھتے ہی پوچھا مجھے دکام ہو گیا ہے میکس یوں نے کہا لیکن معمولی سا دکام ہے۔ ٹھیک ہو جائے۔ میں اپنا کام کر لوں گا۔

لیکن ڈاکٹر اپنے گھر دکام کے جائزہ سے آکھو نہیں کرنا چاہتا تھا۔ وہ ڈاکٹر کی پیاریوں سے بہت گہرا تھا۔ نہیں نہیں ڈاکٹر نے میکس یوں کو کسخت کرتے ہوئے کہا۔ دکام کی طرف سے بھی لاپرواہی نہیں ہوتی چاہیے۔ یہ بگڑ

جائے تو اس سے بہت کی پیچیدگیاں پیدا ہو سکتی ہیں۔ تم یوں کر دو ایسی رزا کے پاس جے جاؤ۔ تم تہمارے لیے کئی نمینٹ کر لے کر تہاوں۔ تم دو سارے نمینٹ کر دو اکل میں پھر ان میں دیکھ کر تہا سے لیے دو تاج پوز کر دوں گا اور اس کے ساتھ ہی ڈاکٹر کے ذہن میں ایک ناخیاں آیا۔ لیکن ڈاکٹر پر معمولی سا زکام ہے مینکویں نے کہا۔ خود بخود ٹھیک ہو جائے گا۔

نیمیں مینکویں نے ڈاکٹر نے زور دیتے ہوئے کہا۔ میں تم سے جس طرح کہہ رہا ہوں اس طرح کر دو میں اسی وقت رزوا کے پاس جانا ہے۔ میں لکھ کر دتا ہوں دو سارے کام کا بندوبست کروے گی اور کل دن میں میرے پاس اپنٹل میں آ جانا میں بھیجی اس طرح ویکلوں گا

ڈاکٹر نے ایک پرے پر مینکویں کے لیے کئی نمینٹ لکھ دیے۔ جن میں خون اور پیٹاب کے نمینٹ بھی شامل تھے اور اسے اپنٹل بھیج دیا۔ اس نے مینکویں سے کہہ دیا کہ نمینٹ کے بعد وہ اپنے گھر چلا جائے اور آرام کرے۔ اسے اب دوبارہ آنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ڈارنگک روم کی صفائی کام آدمی بھی کر سکتا ہے۔

مینکویں نے ڈاکٹر کا شکر ادا کر کے وہاں سے چلا گیا۔ وہ ڈاکٹر کی رحمہ لی شفقت اور عینت آجیروے سے بے حد متاثر تھا اور اس بات پر بہت خوش تھا کہ اسے ڈاکٹر ڈاکٹر جیسے انسان دوست اور ایک نمینٹ دی آئی کے ساتھ کام کرنے کا موقع مل رہا ہے۔ وہ یہاں رزوا کے پاس پہنچا اور اسے ڈاکٹر کا چودے

دیا۔ آفودہ رزوا نے پرچہ دیکھ کر کہیں کہا کیا کیا تہا یوں لایا ہوئی ہیں۔ وہ بیٹھے گی۔ مجھے کوئی تہا دی نہیں ہے مینکویں نے کہا۔ بس معمولی سا زکام ہے لیکن ڈاکٹر ڈاکٹر فلف ہے مجھے زہر دیا میں بیٹاب

دیا۔ ڈاکٹر ایک بہت ہی مہربان اور مہمہ فلف ہے رزوا نے

کہا۔ وہ انسانوں سے محبت کرتا ہے۔ انسانوں کی خدمت ہی ڈاکٹر کا اصل سبب آہن ہے۔ چلو میرے ساتھ میں تہا سے سارے نمینٹ کر لوں۔ دوسرے دن ڈاکٹر نے اپنٹل پہنچنے کے بعد بس سے پہلے مینکویں کی رہائش طلب کیں جو اسے فوڈ افراہم کر دی گئیں۔ رہائشوں کے مطابق مینکویں کو وہی توہر فافا سے خدمت سے تھکین اس کے خون میں شکر کی مقدار بڑھی ہوئی تھی۔ وہ ڈیٹیکس کا مریض تھا۔ لیکن ابھی تک خود ہی اس بات سے ناواقف تھا۔ ڈاکٹر کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آگئی۔ اسے ایسی ہی آدی کی ضرورت تھی۔ جب وہ اپنے سارے ہی آؤٹ ڈور مریضوں کو دیکھ چکا تو شیلانے اسے بتایا کہ مینکویں آگیا ہے اور ڈاکٹر کا اپنٹل کر رہا ہے۔ اسے اندر بچ ڈاکٹر نے کہا۔

مینکویں اندر آگیا اس کی طبیعت کل کے مقابلے میں آج زیادہ بہتر تھی۔ میرا زور خود بخود کم ہو گیا ہے ڈاکٹر اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

یہ ابھی بات ہے ڈاکٹر نے کہا۔ تاہم جہیں رزوا کی ضرورت ہے۔ جہیں معلوم نہیں ہے لیکن تو ڈیٹیکس کے مریضوں۔ جہیں مسلسل طاعون کی ضرورت ہے۔ گھبراہٹ کی کوئی بات نہیں ہے۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ اور وہ مینکویں کا معائنہ کرنے لگا۔ معمولی سا زکام کافی حد تک ٹھیک ہو چکا تھا

تہا رازنڈل پہلے سے کافی بھر ہے ڈاکٹر نے مینکویں سے کہا۔ تاہم میں تہا سے لیے روا لکھنے دتا ہوں۔ تم ڈھنری سے جا کر لے لو اور اسکے بعد سے جہیں ڈیٹیکس کا علاج کرنا ہوگا۔ میں اس کے لیے الگ سے دو دوائیں تجویز کروں گا اور ہاں آج کام پر ڈرا جلدی آ جانا۔ تم مینکویں کے کا اور دوا نہیں رکھتے۔

رہائشوں نے ڈاکٹر مینکویں نے جلدی سے جواب دیا۔

میں خود کو پوری طرح جاق و چوبند محسوس کرتا ہوں۔ میں شام کو جلدی دواؤں آ جاؤں گا۔ اس کے بعد مینکویں وہاں سے رخصت ہو گیا۔ ڈاکٹر کے ہونٹوں پر ایک پراسرار مسکراہٹ نمودار ہو گئی۔ اس نے مجھ کو بچہ کر ہی مینکویں کو جلدی دیا تھا۔ مینکویں حسب وعدہ جلدی آ گیا۔ ڈاکٹر اس وقت اپنی رہائش گاہ میں ہی موجود تھا مینکویں نے بیرونی دروازے میں گئے ہوئے فون کے ذریعے ڈاکٹر کو مطلع کیا کہ وہ آگیا ہے۔ ڈاکٹر نے دروازہ کھول کر مینکویں کو اندر بلایا۔ ڈاکٹر کا ایک پیچیلے مکمل کر چکا تھا۔ کچھ سی طبیعت ہے تہا دی۔ ڈاکٹر نے مینکویں سے پوچھا۔

میں بالکل ٹھیک ہوں ڈاکٹر مینکویں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

دراصل آج جہیں کچھ زیادہ ہی رکنا پڑے گا مینکویں ڈاکٹر نے کہا۔ اسی لیے میں نے جہیں ڈرا جلدی بلایا ہے۔ میں دراصل ڈارنگک روم میں صوبوں کر میں اور بیروں کی ترتیب میں کچھ تبدیلی کر چکا تھا ہوں اور اس کے ساتھ ہی ڈاکٹر نے اپنی جب میں سے مسکراتے ہوئے ایک پکٹ اور لاکٹر نکالا۔ آج بہت مدت سے گھر کے سرگت کو کچھ گاہہ لگا تھا۔ کھیلوں کے ایک بار نام ہو جانے کے بعد اس نے اسے دوبارہ استعمال ہی نہیں کیا تھا اور وہ اسے اپنی کوئی خاص ضرورت بھی نہیں تھا۔ اسی طرح گزشتہ مہینے نے انتہائی مصروفیت کے عالم میں گزارا تھا اور اپنی خورد و خوراک اپنا یاد میں خود رہا تھا۔ اس کے بعد وہ بے سہ سے کھلون کی تہا دی پر چڑھ کر کھاتا تھا۔ تم جس طرح مجھے بتاؤ گے ڈاکٹر میں اسی طرح چیزوں کو ترتیب دے دوں گا مینکویں نے کہا۔

مینکویں کو حیرت تھی کہ ڈاکٹر نے مسکرتے کب سے چنا شروع کر دیا۔ اس نے آج تک ڈاکٹر کو گھر میں پہنچے نہیں دیکھا تھا۔ اس نے دل میں سوچا کہ شاید ڈاکٹر گھر میں بھی کبھا مسگر لپی لیتا ہو۔ اس کی بہت نہیں پڑی کہ ڈاکٹر اسے پاس سے کوئی سوال کرنا۔ سرگت میں میں دبا کر لاکٹر کا ذلو ہے درست کر کے اس کا شہن وادی پہ شیلانہ رومول ایک ساتھ خارج ہوئے اور ڈاکٹر نے کھلون کی ہلکی ہلکی ہوسوں کی۔ یہ یوسافہ ہوے بالکل حلقہ اس اور بیٹا اپنی ہلکی ہوسوں کی ڈاکٹر کے علاوہ اور کوئی آدی تو اسے محسوس بھی نہیں کر سکتا تھا۔ ڈاکٹر نے آہستہ سے سرگت کا شکریا کیا۔ پھر وہ مینکویں کو بتانے لگا کہ کون کی چیزیں کچھ پر مینکویں نے اس نے اشیاء کی ترتیب میں زیادہ سے زیادہ تبدیلیاں چاہیں تاکہ مینکویں کو اپنا کام کرنے میں زیادہ دقت لگے۔ جب تم ڈارنگک روم کی چیزوں کی ترتیب بدل چکو گے تو پھر اس کے بعد میں جہیں اور کام ہاؤں گا ڈاکٹر نے کہا۔ ٹھیک ہے ڈاکٹر مینکویں نے کہا۔ میں سارا کام کچھ گیا ہوں۔ جب یہ کام ختم کروں گا تو پھر تم مجھے بتا دینا کہ اور کیا کرنا ہے مینکویں نے آہستہ سے اپنی گردن کھائی۔ ڈاکٹر ڈارنگک روم سے چلا آیا۔ اندر چڑھ کر ایک کتاب پڑھنے لگا۔ مینکویں اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔ اس پکار کے فرشتوں کو بھی یہ بات نہیں معلوم تھی کہ جس فلف کو وہ فرشتہ سیرت اور کھل اور مہربانی کا پیکر کچھ رہا تھا۔ وہ ایک شہن وادی صفت اور درندہ دہشت ڈی سے ہارونے جانے سمجھتے تھے کہ گاہہ انسانوں کو اپنی ہوسوں کی جھپٹ چڑھا چکا ہے اور اب وہ اس کو بھی ہلا کر تھانہ بنا چکا ہے۔ ڈاکٹر اپنے مطالعے میں مصروف رہا اور مینکویں اپنے کام میں۔ پھر ایک گھنٹہ گزرنے کے بعد ڈاکٹر نے پانی گرم کر کے کالے تہا کی۔ دو چالیوں میں کافی لے کر وہ ڈارنگک روم میں آ گیا۔ مینکویں ابھی تک کام میں کھانا تھا۔

تھوڑا سا سناٹا مینکویں نے ڈاکٹر نے کہا۔ میں نے کافی تہا کر لی ہے۔ آؤ چڑھ کر پانیو۔

بہت بہت شکر ہے ڈاکٹر میکویل نے کہا۔ مجھے واقف سی ہے کہ شہید ضرورت تھی

میں نے تمہاری کافی میں شکر نہیں ڈالی ہے ڈاکٹر نے کہا۔ اس کے بجائے سر کین کی گولیوں ڈالی ہیں۔ تمہیں اب شکر سے پرہیز کرنا چاہیے

مجھے تو کبھی اس بات کا احساس نہیں ہوا ڈاکٹر کین میں شکر کا مریض ہوں میکویل نے کہا۔ اور اب میں سوچتا ہوں کہ یہ میرے لیے ضرر نفع کا مطالب بن گیا ہے۔ جہاں تک میں نے سنا ہے ڈیپیشن کا ابھی تک کوئی علاج دریافت نہیں ہوا

میں سمجھ رہا ہوں کہ ڈیپیشن کا ابھی تک کوئی علاج ایسا موجود نہیں ہے جس سے یہ بیماری ہمیشہ کے لیے دور ہو جائے ڈاکٹر نے ہنسی کی کہ۔ لیکن اس کو کنٹرول کرنے کے لیے نہایت موثر ذرائع موجود ہیں اور اس لحاظ سے اب یہ ایسا بیماری نہیں رہی کہ اس کے سلسلے میں زیادہ پریشان ہوا جائے اور تمہیں فکر کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ میں جو موجود ہوں۔ یہ سائنس اور ڈاکٹر اندام ہسپتال جو موجود ہے۔ وہ وہ فکر کو دیکھ کر صبر سے کہنے پر تمہارے ہیبت ہو گئے اور ہر وقت اس بیماری کا پتا چل کر رہا ہے یہ بھی ہو سکتا تھا کہ ایک طویل مدت تک تمہیں اس کا علم ہی نہ ہو پاتا

اب مجھے کیا کیا اجمالی اعتبار اختیار کرنی ہوں گی۔ میکویل نے پوچھا

میں کیا تمہارے لیے دواؤں اور دھنوں کا ایک پورا چارٹ بناؤں گا ڈاکٹر نے کہا۔ لیکن میں تمہارا خون اور پیٹیاپ دوبارہ ٹیسٹ کر دوں گی کہ ابھی تم شکر اور شیمی چیزوں سے پرہیز کرو

میکویل ڈاکٹر کی ان باتوں سے بے حد متاثر ہوا۔ سوچ رہا تھا کہ وہ کتنا خوش قسمت ہے کہ اسے ڈاکٹر آفرق تلب جیسے پرچہ شہر اور وسیع انقلاب انسان کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملے۔ جو اپنے ملازمین کے ساتھ اتنا اچھا رویہ نہ کرتا ہے

میرا خیال ہے کہ مجھے آدھا گھنٹہ اور گئے گا۔ میکویل نے اپنی کافی ختم کر کے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا۔ اس کے بعد تم مجھے دوسرا کام بتاؤ

تمہیک ہے ڈاکٹر نے کہا۔ میں تمہیں بعد میں بتاؤں گا اور وہ برآمد کرنا چاہا

آدمے گھٹنے کے بعد ڈرائنگ روم میں داخلہ آ کر ڈاکٹر نے میکویل کو جو چیز کام بتائے ان کو پورا کرنے کے لیے تقریباً "ایک گھنٹے کا مزید وقت دے گا تھا۔ میکویل خاموشی سے اپنے کام میں لگ گیا۔ ڈاکٹر بھی اپنی کتاب لے کر ڈرائنگ روم میں ہی آ بیٹھا اور خاموشی سے پڑھنے لگا

تین بیس منٹ گزر گئے ڈاکٹر کچ جگ میں چند غوروں سے میکویل کو دیکھتا جا رہا تھا

میکویل کے ہاتھ میں ایک بڑی سی پینٹنگ تھی جسے وہ ایک ڈسٹر سے بہت آہستہ آہستہ اور احتیاط سے صاف کر رہا تھا۔ اچانک میکویل کا ہاتھ کا پانا اور پینٹنگ اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر پیچے گر گئی۔ میکویل نے اسے سنبھالنے کی کوشش کی لیکن وہ خود بھی گچہ پڑ گیا۔ وہ بڑی بے چینی کے عالم میں اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنے سینے کو ملنے لگا

ڈاکٹر تیزی سے میکویل کی طرف پکا اور اس نے اسے سیدھا دیکھا کالین پر لٹا دیا۔ اس کے بعد اس نے اس کی نبض ٹولی۔ میکویل کی نبض بہت مدہم تھی اور اس کی سانس بھی رک رک کر آ رہی تھی۔ ڈاکٹر تیزی سے اسے مصنوعی تنفس دلائے کی کوشش کرنے لگا

ڈاکٹر کی ان ساری کوششوں کا مقصد یہ تھا کہ وہ یہ معلوم کر سکے کہ اس کے ہاگرت آفریں مفلوں کے استعمال کی صورت میں بروقت ابتدائی طبی امداد مل جائے نہ کہ مریض کی جان ہوائی جا سکتی ہے

میکویل کی سانس آگزر رہی تھی۔ اس کے دل کی حرکت بند ہوئی جا رہی تھی۔ ڈاکٹر نے اپنی تمام ماہرانہ تدابیر کو

آزما لیا۔ لیکن ایک منٹ کے اندر اندر اسے اندازہ ہو گیا کہ میکویل مر چکا ہے

جب اس نے میکویل کو اس طرح چھوڑا اور جلدی سے فون کی طرف پکا۔ چند منٹ کے اندر دوا درجائش آ گئی اور میکویل کو اس پرچہ پر لٹا کر ہسپتال کے ایمرجنسی وارا میں پہنچا دیا گیا۔ ڈاکٹر خود بھی اس کی ساتھ موجود تھا

کئی ڈاکٹروں نے جن میں ایک ماہر امراض قلب بھی شامل تھا۔ ڈاکٹر آفرق تلب کی قیادت میں سکول میں لگا ہوئی طرح معاینہ کیا اور کتنا غور و خور پر اس پیچھے پر کچھ کموت اچانک دل ڈوب جانے سے واقف ہوئی ہے

مجھے اسے الٹا دکھانے کا بہت افسوس ہے ڈاکٹر نے کہا۔ وہ جب میرے پاس آیا تھا تو بھلا چکا تھا۔ تقریباً "سو" سے دو گھنٹے تک کام کرتا ہوا اور اس دوران اس نے کسی قسم کی کوئی شکایت نہیں کی۔ اور میرا وہ اچانک گر پڑا۔ اس نے مصنوعی تنفس کے ذریعے اسے سنبھالا دینے کی بہت کوشش کی۔ مگر افسوس

سوائے افسوس کے اب کیا کیا جا سکتا ہے ماہر امراض قلب نے کہا۔ مونا "اس قسم کے کیسوں میں کچھ بھی نہیں کیا جا سکتا موت واقع ہو چالی ہے

ڈاکٹر دل وی دل میں بہت خوش تھا اس کا چار کردہ خوش کا خلول بالکل کامیاب ثابت ہوا تھا۔ اس نے ڈیپیشن کے مریض پر بھی بالکل اسی طرح اثر کیا تھا۔ ڈاکٹر کو یوں لگ رہا تھا کہ ایک کھوئی ہوئی دل اس کے ہاتھ آ گئی ہو۔ اس کا شہدہ تھا اسے دوا نہیں لیا تھا۔ اب آگے کے منصوبوں کے لیے اسے اور صاف نظر آ رہی تھی صرف مناسب وقت اور حالات کا انتظار تھا

عالمی کلینک میں مسلسل اضافہ ہو رہا تھا۔ دونوں پہر اور دوں کے درمیان سرزجگ کا دائرہ وسیع تر ہوتا جا رہا تھا

اور دونوں مخالف ہاک اپنے آپ کو زیادہ سے زیادہ مضبوط بنانے کی کوشش میں لگے ہوئے تھے۔ عالمی کلینک کی اور سرزجگ کی اسی تقاضا مل گئے۔ اسے اقوام متحدہ

کی جزل اسٹیج کا اجلاس دانشمندان میں منعقد ہونے والا تھا۔ اجلاس کی تیاریاں زور و شور سے جاری تھیں

انجی دلوں ڈاکٹر نے اخبار میں خبر پڑی کہ اقوام متحدہ کی جزل اسٹیج کے اجلاس سے پہلے امریکہ اور مغربی یورپ کے بعض ممالک کے مندوبین کی ایک میٹنگ برائیکن کے مقام پر منعقد ہوگی۔ اس میٹنگ میں ان قرار دادوں کے مسودے تیار کئے جائیں گے اور ان تبادلوں کا جائزہ لیا جائے گا جو اقوام متحدہ کی جزل اسٹیج میں منعقدی کے لیے پیش کی جائیں گی

برائیکن ڈاکٹر کے ذہن نے سوچنا شروع کر دیا۔ وہ برائیکن کے بارے میں زیادہ نہیں جانتا تھا لیکن اسے اتنا ضرور معلوم تھا کہ برائیکن ایک چھوٹا سا ریاست تھا۔ اس جہاں کی مقامی آبادی بہت مختصر ہے۔ ڈاکٹر نے کہیں کی دوسرے برائیکن کے بارے میں چند ہی گھنٹوں میں سب کچھ معلوم کر لیا

برائیکن پہاڑیوں کے درمیان گھرا ہوا ایک بہت خوبصورت اور پر لفظا تھا ہے۔ اس نہایت مختصر قصبے کی آبادی کوئی چندہ ہزار نفوس پر مشتمل تھی۔ یہ چمک کوئی خاص مقام نہیں تھا اس لیے یہاں باہر کے لوگ بہت ہی کم آتے تھے اور اس ساجوں کے لیے برائیکن میں کوئی غیر معمولی کشش نہیں تھی۔ برائیکن کی خصوصیت یہ تھی کہ پہاڑیوں کے درمیان گھرا ہوا ہے کہ باہر کی دنیا سے آلودگی سے پاک اور صاف سہری تھی۔ برائیکن میں کئی اچھے ہوٹل اور ڈسٹ باؤس بھی موجود تھے جہاں باہر سے آنے والے لوگ قیام کر سکتے تھے۔ مگر ان کی تعداد بہت کم ہوتی تھی۔ اکثر سائنس دانوں کی ٹیمیں مختلف سائنسی تحقیقات کے سلسلے میں برائیکن آتی رہتی تھیں۔ حیاتیاتی ماحول کی تحقیقات کے لیے برائیکن کو ایک مہم جوگ سمجھا جاتا تھا

ڈاکٹر نے جب سے یہ خبر پڑی تھی کہ امریکہ اور بعض مغربی ممالک کے مندوبین کی ایک میٹنگ برائیکن میں

کون پسیلا۔ ڈاکٹر نے پوچھا کیا اس کے سر سے ابھی تک جوتی کے نشن کا بھوت اتر آئیں۔

میں پسیلا کی بات نہیں کر رہا ہوں ہاں اسھ نے کہا۔ پسیلا تو بڑی کامیابی کے ساتھ مجس کی زیر نگرانی کام کر رہی ہے اور کی جی ٹریڈ کو تریبت بھی سے رہی ہے۔ اس کا کام جیسا کہ تجھیں معلوم ہے کالوں اور تعلیمی اداروں کے طلباء و طالبات میں نشیات کے شوق کو فروغ دینا اور انہیں نشیات کیم پچھتا نے۔ بہر حال میں پسیلا کا ڈاکٹر نہیں کر رہا تھا۔ میں گارڈیہ کے بارے میں کچھ کہہ رہا تھا۔

گھڑیسا۔ ڈاکٹر نے صوفی سبیز کر کہا۔ اوہ۔ میں تو اس کو تقریباً بھول ہی چکا تھا۔ کیا اس نے پھر سے کام کرنا شروع کر دیا ہے۔

یہ تو کتنا مشکل ہے ہاں کہ اس نے دوبارہ کام کرنا شروع کر دیا ہے پائیں۔ تاہم ایف بی آئی کی آل کائی ایجنٹ ایک سال تک تو جملی نہیں رہ سکتا

گھڑیسا کو کہاں دیکھا گیا ہے۔ ڈاکٹر نے پوچھا اہاری اطلاعات کے مطابق پوسٹوں وہ برائن میں موجود ہیں جو ایک چھوٹا سا پلازی تیب ہے اسھ نے کہا۔ تم نے شاید اس کا نام بھی نہ سنا ہو

میں نے اس کا نام سنا اور پوچھا ہے ڈاکٹر نے کہا۔ وہ اس ایک ایک حسن اتفاق پر دل ہی دل میں خوش تھا۔ حالات بخوبی وہ اس کی موافقت کی راہ اختیار کر رہے تھے اور اب اسے شاید اسھ کو کچھ سمجھانے کی ضرورت بھی نہ پڑے۔ برائن میں کچھ جانے خود بخود پچھا اور تھا

کی کہیں یہ بات نہیں معلوم کہ برائن میں آئندہ ماہ کی پانچ تاریخ سے اقوام متحدہ میں مغربی ممالک کے بعض مندوبین کی ایک اہم کانفرنس شروع ہونے والی ہے۔ ڈاکٹر نے اسھ کو کھڑے ہوئے پوچھا۔ برائن کی اس مجوزہ کانفرنس کے بارے میں پچھلے چند برسوں سے

کرنا چاہا تھا۔ کیونکہ برائن کانفرنس کی کوئی جی تاریخ ابھی تک نہیں ہوئی تھی۔ لیکن کانفرنس کو بہر حال اگلے ماہ کی ابتدائی تاریخوں میں ہی منعقد ہونا تھا۔ کیونکہ جنرل آسٹی کے اجلاس سے پہلے پہلے تمام قرار اور اس کے مسودوں کو آخری شکل دے دی جانی تھی۔ ابھی اگلا مینڈ شروع ہونے میں پھر وہ دن باقی تھے

ڈاکٹر ہر روز پابندی سے اخبارات کا مطالعہ کر رہا تھا۔ خاص طور سے برائن کانفرنس کے معاملے سے پچھنے والی کوئی خبر اس کی نظر سے چھپی نہیں رہتی تھی

بالآخر اس نے ایک دن اخبار میں پڑھی ایک لمبر برائن کانفرنس کی تاریخ مقرر ہوئی ہے۔ یہ کانفرنس اگلے ماہ کی پانچ تاریخ کو شروع ہو کر نو تک جاری رہتی ہوگی۔ اور ان پانچ دنوں کے دوران تمام مندوبین کے درمیان قراردادوں کے مسودوں پر اتفاق رائے قرار پانا تھا

آج عجیب تاریخ تھی گو بارہن کانفرنس شروع ہونے میں ابھی کچھ دن باقی تھے۔ ڈاکٹر نے سوچا کہ چاروں اہدہ فون کر کے اسھ کو بلانے کا اور اس سے بات کرے گا۔ لیکن چاروں اہدہ خود اسھ کا فون آگیا اور اس نے بتایا

کہ وہ ڈاکٹر سے ملاقات کا خواہشمند ہے۔ ٹھیک ہے ڈاکٹر نے کہا۔ تم میرے برائے گھر پر آ جاؤ اور ڈاکٹر نے اسے رات کا وقت دے دیا

میں آ جاؤں گا اسھ نے کہا اور فون بند کر دیا مقررہ وقت پر ڈاکٹر اپنے پرانے مکان پر پہنچ گیا۔ اسھ بھی فواری آگیا۔ ڈاکٹر نے سوچا وہ پہلے اسھ کی بات سن لے۔ اس کے بعد وہ اس سے برائن کے پراجرام کے بارے میں بات کرے گا

تم ابھی سے کس سے ملنا چاہتے ہو۔ ڈاکٹر نے پوچھا۔ کیا کوئی خاص بات ہے۔

ہاں ہاں اسھ نے جواب دیا۔ ایک بڑی خاص اور دلچسپ بات ہے۔ ہماری ایک پرانی دوست نے پھر میں دعوت ملاقات دی ہے

تو تو اس کا اعتراف کر سکے اور انہیں خراج حسین پیش کر سکے۔ جو اس لئے کچھ غم خورد کھینے والوں میں شریک ہو جو ڈاکٹر پر کرنے والا تھا۔ لیکن اس سلسلے میں راز داری شرط اور بین تھی

ایسا نہیں کون ہو سکتا تھا۔

ظاہر ہے کہ کیا شخص عظیم کی ہائی مکان کے اندر تک میں سے کوئی ہو سکتا تھا۔ ہائی مکان میں کیوں موجود تھے اور ڈاکٹر کو ان میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنا تھا

وہ ہائی مکان سے تعلق رکھنے والے ہر ہر فرد کے بارے میں خبر کر رہے تھے۔ وہ ان میں سے کسی پر اعتماد کرنا تھا۔ ان میں سے کسی ایک کی بھی وہ فاداری شکوک نہیں تھی۔ سب کے سب عظیم کے نام پر جان دینے والے لوگ تھے۔ اور سب کو ڈاکٹر کی قربت حاصل تھی۔ اس کے لیے ان میں سے کسی ایک کو ایک کرنا مشکل تھا۔ تاہم کسی ایک کا انتخاب تو بہر حال اسے کرنا ہی تھا اور کافی سوچ بچار کے بعد اس نے اسھ کا انتخاب کیا

اسھ ایک ایسا شخص تھا جو ایک طویل عرصے میں عظیم اور اس کے پاس ہی ڈاکٹر کے درمیان رابطہ کا کام انجام دیتا رہا تھا۔ اس نے سب کا بڑی دیانت داری اور ایمان داری سے انجام دیا تھا۔ کسی کو اس سے کوئی شکایت پیدا نہیں ہوئی تھی۔ اس کے علاوہ اسھ ہی وہ شخص تھا جو

ابتدائی سے ڈاکٹر کی اصل شخصیت سے واقف تھا لیکن اس نے کسی کو بھی اپنے قریب ترین ساتھیوں کو بھی کسی ڈاکٹر کی اصلیت کے بارے میں نہیں بتایا۔ یہ تو بھل شخص اتفاق تھا کہ ایک دن جس وزیر ایک ڈاکٹر کی شخصیت سے واقف ہو گئے۔ اس میں اسھ کا کوئی

قدردانی نہ تھا۔ پھر اسھ ایک طویل عرصے تک ڈاکٹر کے خاص اہلکار آؤ کی حیثیت سے عظیم کے کام کرتا رہا اور آج بھی اسے خصوصی حیثیت حاصل تھی

ڈاکٹر نے فیصلہ کیا کہ وہ اسھ کو اپنے ساتھ لے جائے گا لیکن وہ ابھی اسھ سے اس بارے میں کوئی بات نہیں

ہونے والی ہے جب سے اس کا دماغ ایک شیطانی منصوبے کا تانے بانے بننے میں مصروف تھا۔ جس مناسب موقع کا اسے انتظار تھا۔ وہ شاید اسے والا تھا۔ وہ برائن کی مجوزہ کانفرنس کے بارے میں اخبارات میں شائع ہونے والی خبروں کا بڑی کبھی نظر سے مطالعہ کر رہا تھا اور اس اشامہ میں اس نے برائن کے موسم آ ب دہوا وہیں کے لوگوں ان کی مصروفیات اور روزگار اور وہاں کی آزادی کے مختلف درجوں کے بارے میں تمام تفصیلی معلومات حاصل کر لی تھیں

ڈاکٹر ایسا تجربہ کرنے کا پروگرام بناتا تھا جو اس کی ساری زندگی کے اب تک کے تجربات میں سب سے زیادہ خوف ناک بلکہ انگیز اور انتہائی دور رس نتائج کا حامل ہوتا۔ اس کے پاس وہ ساری چیزیں موجود تھیں جو اس تجربے کے لیے درکار تھیں۔ اور جو موقع اسے مل رہا تھا۔ وہ بھی بہتر نہیں تھا۔ شاید اس سے اچھا موقع اسے دوبارہ نہیں مل سکتا تھا۔ شاید عالمی شہید کی اور درجہ کا زمانہ تھا۔ پھر باروں کے درمیان کچھ بڑھ رہی تھی۔ دنوں پر باروں تک دوسرے کو قتل نہ پچھتا نے کے مواقع کی تلاش میں رہا تھا جس اور اس سے پھر اپنا رفاقت کا دھانی تھی اور ایسے ہی ایک موقع سے ڈاکٹر اور مغرب بھی فائدہ اٹھانا چاہتا تھا

ڈاکٹر نے کئی دن تک متواتر اپنے منصوبے کے کئی پہلوؤں کا جائزہ لیا۔ اس نے اس کے ضمنوں اس کے اثرات اس کے قوی اور بین الاقوامی نتائج پر ہر پہلو سے غور کیا اور بالآخر اس نے یہی فیصلہ کیا کہ اس وقت درست کام لوے پر ضرب لگانے کی ضرورت ہے

ایک ایک ڈاکٹر کے دل میں اس بات کی شدید خواہش پیدا ہوئی کہ اس کے اخیر باہمی تجربے کے بارے میں پوچھنے کوئی اس کے ساتھ موجود ہو۔ کوئی ایسا شخص جو اس کی سرپرست اور کامیابی میں اس کا حصہ دار بن سکے۔ جو اس کی طاقت اس کی غیر معمولی ذہانت اور اس کی عجیب و غریب

اخبارات میں خبریں آ رہی ہیں

مجھے انہوں نے ہاں اسٹھ نے ایک دم زبردست کہا۔
وہ اس میں ہم سے کسی نے اس کی طرف توجہ نہیں دی۔
اس قسم کی کانفرنس تو..... میرا مطلب ہے.... آئے
دن ہوئی ہی رہتی ہیں
لیکن جب ہمیں اس بات کا علم ہوا کہ گاریشیا کو برہمن
میں دیکھا گیا ہے۔ تو اس وقت بھی تم میں سے کسی کے
ذہن میں یہ بات نہیں آئی کہ برہمن کو اس وقت ایک
خصوصی اہمیت حاصل ہو گئی ہے۔

اسٹھ سخت عجیب نظر آ رہا تھا اور ساتھ ہی اسے اس
بات کا شدید احساس ہوا تھا کہ بصیرت اور دور اندیشی
کے اعتبار سے اس کا ہاں دوسرے لوگوں سے کس قدر
بلند ہے۔ ان میں سے کسی نے اس کے نیچے کی طرف توجہ
نہیں دی تھی جی تو یہ ہے کہ ان میں سے کسی نے اخبارات
میں برہمن کانفرنس کے بارے میں کسی خبر کو پڑھایا نہیں
تھا۔ لیکن اس کی نظر دوسرے کوئی چیز بھی نہیں رہ سکتی
تھی۔ وہ مادی ضرورتوں کا علم رکھتا تھا
جی تو یہ ہے ہاں کہ ہم میں سے کسی نے بھی برہمن
کانفرنس کے بارے میں کچھ نہیں پڑھا اسٹھ نے مزید اٹکا
کرا جیسے کہ

برہمن میں کئی ممالک کے اعلیٰ ترین مندوبین جمع ہو
رہے ہیں ڈاکٹر نے کہا۔ ظاہر ہے کہ اس موقع پر اس
پہلو سے بچنے میں سیکورٹی کے کچھ نہ کچھ خصوصی
انتظامات بھی کئے جائیں گے۔ برہمن ایک چھوٹی سی
معمولی غیر اہم سی جگہ ہے۔ وہ دو توجہات کا بڑا مرکز
ہے اور نہ اسٹھوں کا گڑھ نہ ہی وہ کوئی شہر نہ جی مقام
ہے۔ پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ گاریشیا وہاں کیا کر رہی
تھی۔

اسٹھ اس غیر متوقع سوال پر الجھ گیا۔ اس کی سمجھ میں
نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا جواب دے
گاریشیا کی وہاں موجودگی کی اطلاع تم لوگوں کو کس نے

دی۔ ڈاکٹر نے قدر سے وقت کے بعد پوچھا

تعمیم کے ایک آدمی رالف نے اسٹھ سے جواب دیا۔
وہ اپنی بات سے انتقال پر برہمن کیا ہوا تھا۔ اس کی بات
برہمن میں رہتی تھی۔ رالف نے وہاں گاریشیا کو دیکھا
ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ گاریشیا وہاں کے ہی لائونٹ ہوئی
میں مقیم ہے۔ جو برہمن کا سب سے بڑا ہوش بھجا جاتا
ہے

تم اس بات کا مطلب سمجھو۔ ڈاکٹر نے تیزخوروں سے
اسٹھ کو کہنے لگے ہوئے پوچھا
لیکن حقیقت یہی تھی کہ اسٹھ کچھ نہ سمجھ سکا تھا۔ وہ خاموشی
سے ڈاکٹر کو دیکھا کہ اور اس نے غلٹی میں گردن ہلا دی
اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ گاریشیا کانفرنس
کی اس کے اندر شناخت کے شعبے سے خشک دردی ہو
ڈاکٹر نے کہا۔ یہ یقین ممکن ہے کہ گاریشیا ایک سال کے
دوران اس نے اپنی لائن تبدیل کر لی ہو۔ یا اس کی لائن
تبدیل کرادی گئی ہو اور اب اس کا تعلق سیاسی حلقے میں
ہے وہ اور وہ برہمن میں اس لیے مقیم ہو کر وہاں ہو۔ نے
والی کانفرنس کے موقع پر حلقے کی اقدات کی دیکھ بھال
کر سکتے یا خود بھی ان میں حصہ لے سکتے۔ یہ یقین ممکن ہے
کہ گاریشیا ایک سال کے دوران اسے کئی لائن کی پوری

تبدیل ہو گئی ہو
افو۔ کمال ہے اس اسٹھ نے فروغ عقیدت سے سرشار
ہو کر کہا۔ ہاں صرف اور صرف تمہارا دماغ ہی اتنی دور کی
اور اتنی باریک باتیں سوچ سکتا ہے۔ ہم میں سے تو کسی
کے ذہن میں بھی یہ بات نہیں آ سکتی تھی۔ اب میں یہ کہہ
سکتا ہوں کہ تمہاری بات سے ترین قیاس معلوم ہو رہی ہے
اس کا تعلق کسی بھی شعبے سے ہو ڈاکٹر نے غصیدگی سے
کہا۔ موت اس کا قاتل ہے اور اس بار وہ ہمارے ہاتھوں
سے بچ کر نہیں جاسکتی۔ کیا تم میرے ساتھ برہمن چلنے
کے لیے تیار ہو۔
اسٹھ اس چالاک سوال پر چونک پڑا اور ساتھ ہی

میرت کی ایک لہر اس کے دگ دپے میں دوڑ گئی۔ بھلا
اس سے زیادہ اہم از کی بات اور کیا ہو سکتی تھی کہ ہاں
اسٹھ نے ساتھ کی ہم پر لے جائے
کیوں نہیں ہاں۔ اسٹھ نے بے ساختہ کہا۔ ہم کب
چلیں گے۔

اے جیے تاب ہونے کی ضرورت نہیں ہے ڈاکٹر نے
اسے سکھارتے ہوئے کہا۔ ہم کانفرنس شروع ہونے سے
صرف ایک دن پہلے وہاں پہنچیں گے
لیکن ہاں کانفرنس میں ابھی کئی دن باقی ہیں اسٹھ نے
کچھ سوچے ہوئے کہا۔ فرض کرو کہ گاریشیا کا تعلق حلقے
میں سے ہے وہ اور وہ کسی اور دور سے برہمن میں مقیم ہوا
اور اسے وہاں پہنچنے سے پہلے بھی کانفرنس شروع ہونے
سے پہلے ہی وہاں سے روانہ ہو چکی ہو تو اس صورت میں
وہ ایک باہر ہمارے ہاتھوں سے نکل جائے گی

حقیقت تو یہی تھی کہ ڈاکٹر کوئی اوقات گاریشیا سے کوئی بھی
دیکھی نہیں تھی۔ اس کا تو منصوبہ ہی کچھ اور تھا۔ یہ محض ایک
اتفاق تھا کہ میں اسی وقت گاریشیا میں برہمن میں موجود
تھی۔ لیکن اس کے وہاں رہنے یا نہ رہنے سے ڈاکٹر اپنے
اصل منصوبے میں کوئی تبدیلی نہیں کر سکتا تھا۔ تاہم اسٹھ
کو مطمئن کرنے کی غرض سے اسے کچھ نہ کچھ تو کڑی
قتادہ دیا چڑھوں کے لیے سوچ میں پڑ گیا اس کے لیے
ضروری تھا کہ وہ اپنے وقت میں برہمن پہنچے جب
کانفرنس کے سارے مندوبین وہاں موجود ہوں۔ اس کی
اصل غرض تو اپنی مندوبین سے بھی نہ رہا تھا۔ نہیں
میں اس کا باندھت کر لوں گا ڈاکٹر نے کچھ سوچ کر
کہا۔ میں اپنے خصوصی ذہان کی مدد سے یہ بات معلوم
کر لوں گا کہ گاریشیا برہمن میں موجود ہے یا نہیں۔ ہم
اس کی وہاں موجودگی کی صورت میں جانیں گے۔ ہم
لیکن ہاں میں کانفرنس کے انتظامات کیوں انتظار کرنا
ہے۔ اسٹھ نے اٹھتے ہوئے پوچھا۔ ہمارا اس کانفرنس
سے کیا تعلق۔

اس بات کی وضاحت میں اس وقت نہیں کرنا چاہتا
ڈاکٹر نے زنج ہو کر کہا۔ اسٹھ کے اس نہایت معقول
سوال کا کوئی فوری جواب اس کے ذہن میں نہیں آ جاتا۔
اس نے جب اسٹھ سے ٹھٹھکرتے کے بارے میں سوچا
تھا تو یہ بات لے کر لی تھی کہ اپنے اصل منصوبے کا
انکشاف وہ اسٹھ پر صرف اس وقت کرے گا جب برہمن
پہنچے کے بعد وہ اس منصوبے پر عمل کا آغاز کرے گا۔
اس سے پہلے نہیں لیکن اتفاق ایسا ہو گیا تھا کہ برہمن
جائے گی ایک اور دور نکل آئی تھی اور یہ جب اسٹھ کے
حوالے سے نکلی تھی۔ چنانچہ اب جگہ اور صورت میں بن گئی
تھی کہ ڈاکٹر کا یہ صرف گاریشیا کے حوالے میں برہمن
جانا چاہتا تھا

ٹھیک ہے ہاں اسٹھ نے کہا۔ تم جو کچھ بھی سوچتے ہو
درست ہی سوچتے ہو تمہارے ذہن میں کوئی نہ کوئی وجہ
موجود ہوگی
ہاں اسٹھ ڈاکٹر نے کہا۔ میرے ذہن میں ایک وجہ
موجود ہے۔ مجھے سمجھ نہیں آ رہی کہ اسٹھ کے کوئی احوال اس وجہ کا
انکشاف کرنا مناسب نہیں ہوگا
ابھی بات ہے ہاں اسٹھ نے کہا۔ بھر میں کب چلنے
کے لیے تیار ہوں اور دوسرے ساتھیوں کو اس بارے
میں کیا بتاؤں۔

ہم لوگوں کا چار تاریخ کو یہاں سے روانہ ہو جائیں
گے ڈاکٹر نے کہا۔ میں چار تاریخ کی شام تک برہمن میں
جانا چاہیے۔ باقی ساتھیوں سے تم یہ کہہ سکتے ہو کہ ہم
گاریشیا کو سمجھ کرنے کے لیے برہمن جا رہے ہیں۔ اس
میں چھپانے کی کیا بات ہے
چھپانے کی تو کوئی بات نہیں ہے ہاں اسٹھ نے کچھ
سوچے ہوئے کہا۔ لیکن ان لوگوں کے ذہنوں میں بھی
ایسی سوال ابھرے گا کہ آخر ہم اتنی تاخیر سے کیوں جا
رہے ہیں۔ فوری طور پر برہمن پہنچ کر اپنا کام کیوں نہیں
کر لیتے

تم ان لوگوں سے کہہ سکتے ہو کہ ہاس نے کسی مصلحت کے تحت یہ فیصلہ کیا ہے ڈاکٹر نے فقیر سا جواب دیا۔ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہنا چاہتا تھا۔ کیونکہ جو کچھ وہ ممکن ہیں کرنے والا تھا۔ اس کی خبر بعد میں ان لوگوں تک تو پہنچی ہی تھی۔

اسمبھ ورجیٹ ہو گیا اور ڈاکٹر بھی اپنی اسپتال کی رہائش گاہ میں واپس آ گیا۔ اسے نہیں معلوم تھا کہ کانفرنس کے آغاز تک گارڈیا برائمن میں موجود رہے گی یا نہیں اور نہ ہی اسے اس بات سے کوئی دلچسپی تھی۔ اس کے پھر سے منصوبے میں گارڈیا نہیں موجود تھی۔ وہ تو جاگ ہی بیچ میں کود پڑی تھی۔ ڈاکٹر کے پاس اپنی خیم کے لوگوں کے علاوہ کوئی ایسا ذریعہ موجود نہیں تھا جس کی مدد سے وہ برائمن میں گارڈیا کی موجودگی کے بارے میں جان سکتے اور وہ جاننا بھی نہیں چاہتا تھا۔ اس نے سوچ رکھا تھا کہ اگر برائمن پہنچے کہ بعد اسے اپنی دور بین اور دونوں نہیں تھیں۔ وہ اسمبھ سے کہہ دے گا کہ اس کے خصوصی ذرائع نے اسے اطلاع دی ہے وہ اس کی آمد سے صرف آدھا گھنٹہ پہلے گارڈیا برائمن سے چلی گئی ہے اور پھر وہ اپنے اصل منصوبے کے بارے میں اسمبھ کو اس وقت بتائے گا جب وہ اس پر باقاعدہ مل شروع کر دے گا۔

~*~*~

...y...y... چار تاریخ کی شام تک تقریباً سارے ہی منصوبے برائمن پہنچ چکے تھے۔ اس وقت کے اندھکار و رات کے ملے لوگ اور سیکڑی دیرہ بھی تھے جن کی کل تعداد لاکھ پچاس ساٹھ کے قریب ہو چکی تھی۔ مندوین کی رہائش کے لیے جیہ امانڈ ہونٹ میں بندوبست کیا گیا تھا اور کانفرنس ایک سرکاری عمارت میں ہونے والی تھی جس کا نام ہیزک تھا۔ یہاں قیام کے ایک شخص کے نام سے موسوم تھا۔ جیسے مرے ہوئے نصف صدی سے زیادہ کی مدت گزر چکی تھی۔ لیکن جس

نے اپنی ساری عمر جیسے کے لوگوں کے لیے رفاہی کام کرتے ہوئے بسر کی تھی

اسی شام ڈاکٹر اور اسمبھ بھی برائمن پہنچ گئے۔ وہ دونوں سیاحوں کے ہمیں میں وہاں پہنچے تھے۔ ان کے چلنے اس قدر بدلے ہوئے تھے کہ دونوں ایک دوسرے کو بھی صرف اس طرح پہچان سکتے تھے کیونکہ وہ ایک دوسرے کو جانتے تھے۔ اسمبھ تو سیاہ فام تھا اور ڈاکٹر اپنے سارے جسم پر بھی اس طرح سیاہی چڑھا چکا تھا کہ وہ کسی غلطو جوڑے کی اولاد معلوم ہوتا تھا۔ نہ بالکل سیاہ اور نہ بالکل سفید بلکہ ساوالا اور اس لحاظ سے وہ دونوں سیاہ فاموں کے زمرے میں آتے تھے

ڈاکٹر اور اسمبھ دونوں ساتھ ساتھ برائمن پہنچے تھے۔ لاس انجلس کے اڑے سے وہ دونوں ایک ساتھ ہی روانہ ہوئے تھے۔ لیکن انہوں نے احتیاطاً "پرداز کے دوران ایک دوسرے سے کوئی بات نہیں کی تھی۔ برائمن پہنچتے ہی ڈاکٹر نے پہلے اسمبھ سے بات کی تھی۔ کیونکہ اسمبھ کے لیے یقین کے ساتھ ڈاکٹر کو پہچانا مشکل تھا۔ جب دونوں کا ایک دوسرے سے باقاعدہ رابطہ قائم ہو گیا تو اسمبھ نے ڈاکٹر کی توقع کے عین مطابق سب سے پہلا سوال گارڈیا کی موجودگی کے بارے میں پوچھا

بھری درواگی کے وقت تک کی اطلاعات کے مطابق وہ برائمن میں موجود تھی ڈاکٹر نے اسمبھ کو بتایا۔ یہ بالکل جھوٹ تھا۔ کیونکہ ان کی حقیقت ڈاکٹر گارڈیا کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا تھا

اگر وہ اس وقت تک یہاں موجود تھی تو اسے اب بھی یہیں ہونا چاہیے اسمبھ نے کہا

اس کی اطلاع بھی کچھ دیر بعد مل جائے گی ڈاکٹر نے کہا۔ ہم سب سے پہلے جیہ امانڈ ہونٹ چلیں گے۔ وہاں کرہ حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔ لیکن میرا خیال ہے کہ اس ہونٹ میں ہمیں جگہ ملنی مشکل ہے۔ شاید ہمیں کوئی دوسرا ہونٹ دیکھنا پڑے۔

دوہوں جیہ امانڈ ہونٹ پہنچے اور ڈاکٹر کو اپنی دور بین اور دونوں میں لکھان سے کام لینے کی ضرورت ہی پیش نہیں آئی۔ نیچے ہونٹ کی لابی میں ہی گارڈیا سے نظر آ گئی۔ وہ نیچے رنگ کے چست جنو اور سفید پلاؤز میں لمبیو تھی۔ لابی میں ٹکڑے ہوئے ایک بھاری بھر کم آدی سے آہستہ آہستہ رہتا تھا کہ کسی تھی۔ اسمبھ اور ڈاکٹر دونوں نے گارڈیا کو دیکھا۔ ڈاکٹر نے اطمینان کی سانس لی۔ اب اسے اسمبھ سے مزید بحث ہونے کی ضرورت نہیں تھی

ڈاکٹر نے فوراً ہی گارڈیا اور اس کے ساتھی کی حاشی لے والی۔ دونوں کی جیبوں میں بھرے ہوئے سرس رہا اور موجود تھے۔ ان کے پاس موجود شاخنی کارڈوں کے مطابق ان دونوں کا تعلق ایک ہی آئی کے سیاسی شعبے سے تھا

تو میں نے اندھیرے میں جو تیر چلایا قہارہ نٹا نے پر ٹھیک ہی بیٹھا تھا ڈاکٹر نے سوجا۔ گارڈیا نے اپنی ناخن تبدیل کر لی ہے اور اب وہ ایف لی آئی کے سیاسی شعبے میں کام کر رہی ہے۔ خبردار اسے یہاں سے کیفر فرقی پڑتا ہے

ڈاکٹر پر پہنچنے کے بعد اسمبھ معلوم ہوا کہ جیہ امانڈ ہونٹ میں کوئی کرہ نہیں ہے۔ کانفرنس کے انعقاد کی وجہ سے سارے کرے مندوین اور ان کے لوگوں نے لیے ہیں

میں اور کسی ہونٹ میں کرہ مل سکتا ہے۔ ڈاکٹر نے ڈاکٹر کو ہیزک سے پوچھا

تمہیں ہونٹ مرتھ میں پڑا سالی کرہ مل جائے گا ڈاکٹر ہیزک نے کہا شاید تم لوگ سمجھو۔ کانفرنس کی خبریں حاصل کرنے کے لیے آئے ہو ڈاکٹر ہیزک کے دل میں یہ خیال ان دونوں کی گردنوں میں لگے ہوئے کیسروں کو دیکھ کر آتا تھا

ہاں تم لوگ فری لانک سمجانی ہیں ڈاکٹر نے جلدی

سے جواب دیا۔ کانفرنس کے سلسلے میں ہی برائمن آئے ہیں

میر تمہیں آسانی رہے گی ڈاکٹر ہیزک نے کہا۔ ہیزک ہاں جہاں کانفرنس ہو رہی ہے مرتھ ہونٹ کے بالکل ہی قریب ہے

شکر یہ ڈاکٹر نے کہا اور وہ دونوں مرتھ ہونٹ کا پتہ پوچھ کر وہاں سے روانہ ہو گئے

وہ یہاں موجود ہے ہاس ہونٹ سے باہر نکلتے ہی اسمبھ نے سرگرمی سے ڈاکٹر سے کہا

ہاں اسمبھ ڈاکٹر نے کہا۔ وہ یہاں موجود ہے اور اس کی موت بھی یہاں موجود ہے۔ اس کی موت اس وقت میرے قبضے میں ہے اور اس کی ہی نہیں ہزاروں انسانوں کی موت اس وقت میرے قبضے میں ہے۔ میں جب جاہوں اس موت کو آزاد کرے ان لوگوں کی زندگیوں کو قسم کھاتا ہوں

اسمبھ ڈاکٹر کی باتوں کا صحیح مفہوم نہ سمجھ سکا۔ بلکہ فی الحقیقت وہ کچھ بھی نہ سمجھ سکا۔ ڈاکٹر نے کون سی موت اور زندگی کی باتیں کر رہا تھا۔ تاہم اسمبھ نے اسے سوچے سمجھے کر دیا۔ ہادی۔ ڈاکٹر آہستہ سے مسکرایا

انہیں ہونٹ مرتھ میں پڑا سالی کرہ مل گیا۔ انہوں نے ہونٹ کے رجسٹر میں اپنا اندراج فری لانک صحافیوں اور فوٹو گرافروں کی حیثیت سے کرایا۔ اپنے کمرے میں آ کر انہوں نے قتل کیا اور کپڑے تبدیل کئے۔ ان دونوں کے پاس سامان کے نام پر ایک ایک ہینڈ بیگ کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔ ڈاکٹر نے پہلے ہی اسمبھ کو ہدایت دے دی کہ ایک ایک ہینڈ بیگ کے علاوہ اور کوئی سامان اپنے ساتھ نہ لے لے۔ ڈاکٹر کے پاس جو ایک ہینڈ بیگ موجود تھا اس میں اس کی ضرورت کی تمام اشیاء موجود تھیں۔ وہ کوئی بھی چیز لانا بھولنا نہیں تھا

تھوڑی دیر کے بعد وہ دونوں پہنچے آئے۔ اور ڈاکٹر نے ہونٹ کی رسالت سے ایک کمرے کی کار حاصل کر لی۔

سے نکلے اور جوان لڑکیوں کے جسموں سے جا پھلی ان کا گوشت کھانے کے لیے

... ڈاکٹر نے اسٹھ کے ساتھ ایک میز کے گرد بیٹھنے سے پہلے چار کھانے میزوں کے گرد بیٹھے ہوئے لوگوں کی تصویر بنوائیں۔ اس کے بعد وہ دونوں ایک دور افتادہ میز کے گرد بیٹھ گئے اور فز اسی ان کے آگے گرم گرم کافی اٹکی

بھری بات خور سے سنو اسٹھ ڈاکٹر نے اپنا منہ اسٹھ کے بائیں غریب سے جا کر آہستہ آہستہ کہا شروع کیا۔ میں آج تمہارے سامنے اپنی فوت کا ایک ایسا حیرت انگیز مظاہر کر رہا ہوں جس کی تاریخ عالم میں کوئی مثال موجود نہیں ہے۔ برہمن کے لقبیہ آباؤی تقریر... دس ہزار ہے اور اس کے علاوہ اس وقت تک وہاں کچھ لوگ باہر سے بھی آئے ہوئے ہیں۔ میں نے اس سب لوگوں کو موت کے حوالے کر دیا ہے

کر کہا۔ اسکے دل کی حالت غیر عادی تھی۔ کیا تم نے کوئی خود کارانگی اختیار یہاں نصب کر دیا ہے جو دقت تھرو پر پھٹ جائے گا۔ کیا تمہارے دونوں اس کی ذمہ سے نجات دیں گے۔

میں نے کوئی خود کار یا فیر ڈکار انشی اختیار یہاں پر نصب نہیں کیا ہے ڈاکٹر نے کہا۔ یہ بڑبڑت معمولی بات ہوتی کوئی بھی ایسا شخص ہے کام کر سکتا تھا۔ جسے انشی اختیاروں تک رسائی حاصل ہوئی میں نے بالکل ہی دوسرا کام کیا ہے۔ اس کا نتیجہ برآمد ہونے میں دس پندرہ منٹ لگیں گے۔ کافی فٹ کر دور میرے ساتھ جا رہا ہے ڈاکٹر کے کچے میں اس قدر گہری بھید کی آواز نکلتی ہے۔ انداز شامل تھا کہ اسٹھ کے اوسان خلا ہو گئے۔ نہ جانے ہاں کیا کرے وہ تھا۔ دونوں نے جلدی جلدی کافی ختم کی اور کھیلنے سے باہر نکل آئے۔

☆☆☆☆

انتہائی تقریر امریکی مندوب دالرمین کو کرنی تھی اور حلقہ بین الاقوامی سائنس کی جانب امریکی حکومت کے رویے کی وضاحت کرنی تھی۔ ان لوگوں کو ہال کے اندر داخل ہونے سے تقریباً... پندرہ منٹ کا وقت گزر چکا تھا۔ اس دوران ان لوگوں نے اپنی سختیں سنائیں اپنے کانوں کا وقت دیکھو درست کئے اور اپنے مباحثوں کو ضروری دہرائیں دی اور پھر بالآخر کانفرنس کی کارروائی شروع ہو گئی

دالرمین نے اپنی تقریر اپنا اٹھا کھاتے ہوئے شروع کی۔ اگرچہ سب لوگوں کے سامنے تقریر کے دوران اس طرح اپنا کھانا کھاتے رہتا ہوا برا معلوم ہو رہا تھا۔ لیکن اسکے کان میں اس قدر مدھت سے غارش ہورہی تھی کہ وہ کان کو کھانے بغیر نہ ہی نہیں مسکتا تھا۔ لیکن مشکل یہ ہوئی کہ جیسے جیسے وہ کان کھانا کھا دیتے دیتے غارش کی شدت میں اضافہ ہوتا گیا اور اس کے لیے تقریر کا مشکل ہو گیا ہے۔ لیکن مجبوریہ... غارش تو اسے کبھی ذہنی

میں نہیں ہوتی تھی۔ جواب کان کے علاوہ ناک زخموں ہوتوں اور گردن تک بھینکتی جارہی تھی

ایک چاک اس نے غصوں کیا کہ ہال میں موجود کوئی بھی شخص اس کی تقریر کی جانب متوجہ نہیں ہے۔ بلکہ سب لوگ اپنے کھلے ہوئے جسموں کے حصوں کو بری طرح کھلانے میں مصروف ہیں اس کے ماتن تیزی سے اپنے جسموں کو پھیل رہے ہیں۔ دالرمین نے منظر دیکھ کر گھبرا گیا۔ وہ ڈاکٹر اور مدھت کے سڑم سے بچے اتر آیا اور اس نے پریڈول کو آفیسر لاگ میں کوئلپ کیا

لاگ میں بھی اپنی گردن کھانا ہوا یا یاد رہا ہال کے اندر کا منظر دیکھ کر سخت مدھت زدہ ہو گیا۔ وہ کچھ رہا تھا کہ صرف وہ خود اور باہر موجود سیکور کے لوگ کھانا کھا رہے ہو گئے ہیں اور وہ ان لوگوں کے ساتھ اس ایک چاک میں حال پر منتھو کر رہا تھا۔ گر ہاں ہال کے اندر سارے مندوبین ان کے کانچین اور ان کے ذہنی ملے کے لوگ اسی چیز کا شکار تھے

فرز ڈاکٹر کو طلب کر امریکی مندوب نے پریڈول کو آفیسر کو ہدایت کی۔ لیکن کچے سے یہ کوئی اہم فیہ کی چیز ہے جو ایک کھانے کی چیز ہے۔ لیکن یہ متھی معلوم ہوتی ہے۔ اس کا نوڈا ڈاکٹر کے نامزد ہوا ہے

باہر موجود سارے لوگ کھاتے ہیں اور ہال کا شکار ہو گئے ہیں پریڈول کو آفیسر نے کہا۔ میں تخت پر بیٹھان ہوں۔ میں ابھی ڈاکٹر ڈاکٹر کو نکل کر کے لٹاتا ہوں اور دونوں کی طرف چلا

کچے میں ایک بڑا ہسپتال تھا جس میں کئی ڈاکٹر تھے۔ اس کے علاوہ ہر ماتے بیٹ ڈاکٹر کے بھی کئی کنیک تھے بڑے سرکاری ہسپتال کا گھر ان ڈاکٹر اور تھا۔ اسے جس وقت پریڈول کو آفیسر کا فون لٹا تو اس نے اس کی ساری بات غور سے سنی

اس میں گھبرائے کی کوئی بات نہیں ہے اس نے پریڈول کو آفیسر کو کھلی دیتے ہوئے کہا۔ قالہ! ان سب

لوگوں کی غذا میں کوئی ایسی چیز اطلاق سے شامل ہو گئی ہے جس سے شدید ری ایکشن کیا ہے اور ان کے جسموں میں غارش پیدا کر دیا ہے۔ میرے پاس کافی مقدار میں دوا موجود ہے جو اس قسم کی غارش کا سدباب کر سکتی ہے۔ میں وہ اس کے ساتھ ابھی آ رہا ہوں

☆☆

ڈاکٹر اور اسٹھ کہنے سے باہر نکلے۔ اسٹھ گھبرا گھبرا کر چاروں طرف دیکھ رہا تھا لیکن اسے کوئی غیر معمولی بات نظر نہیں آ رہی تھی۔ ہر طرف بیٹے سکرانے چڑوں کا سلاب درواں اور تھا۔ ڈاکٹر سڑک پر کانچیں لگا دیے یا ایک ڈیپارٹمنٹ اسٹور تک چلا آیا۔ جس کے سامنے ابھی کوئی مین بیٹھ گیا اس نے کچھ لوگوں کی تعداد بنائی تھی۔ وہ اسٹھ کے ساتھ ہی ڈیپارٹمنٹ اسٹور میں داخل ہو گیا

اور وہ پہلی بار اسٹھ کو کسی غیر معمولی بات کا احساس ہوا ڈیپارٹمنٹ اسٹور لوگوں سے گھبرا ہوا تھا۔ لیکن وہ سب کے سب اپنے جسم کے کھلے ہوئے حصوں کو کھانے سے روک رہے تھے۔ وہ ایک دوسرے کی طرف حیرت سے دیکھ رہے تھے۔ اس عجیب و غریب کھانے کے بارے میں خبر سے کہہ رہے تھے اور یہ سب غارش کھاتے چلے جا رہے تھے۔ آخر لوگوں نے اسٹور سے باہر نکلتا شروع کر دیا۔ پندرہ گروہ سڑک پر آ کر کھانے لگے۔ اس میں عورتیں مرد ہیں بوڑھے سب ہی شامل تھے۔ ڈاکٹر بھی اسٹھ کے ساتھ باہر آ گیا

سڑک پر چلنے والوں نے حیرت سے یہ منظر دیکھا اور صور حال در بابت کرنے کے لیے نکل گئے

اس اسٹور کی غذا میں کوئی ذہنی چیز شامل ہو گئی ہے ایک مسوئی کی صورت نے اپنے کھلے کوئی طرح کر دینے ہوئے کہا۔ جتنے لوگ یہاں موجود تھے وہ سب کے سب غارش میں مبتلا ہو گئے ہیں

میں ابھی ہسپتال میں کر کے ڈاکٹر ڈاکٹر کو اطلاع دیتا

ہوں ایک آدمی اسٹور کی طرف بھاگا
لیکن اسٹور کے سچرے نے جو خرگوشی بری طرح غداروں کا
ڈاکر تھا۔ اسے بتایا کہ وہ اسپتال فون کر چکا ہے اور ڈاکٹر
واپس والے ہو موجود ہیں۔ البتہ اس کے دو ساتھی یہاں
بٹھ کر رہے ہیں۔ اسٹور کا سچر اسے اچانک ایک نئے سخت
پریشان نظر آکر رہا۔
یہ ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے۔ اس۔ اسٹور نے خوفزدہ
لچھے میں ڈاکٹر سے آہستہ سے پوچھا۔ وہ دونوں انگ
تھک ایک ایک نے میں فخر سے ہوئے تھے
یہ لوگ موت کی بنیادی میں جلا ہو گئے ہیں ڈاکٹر نے
اسٹور کے کان میں کہا۔ اس کوئی علاج نہیں اور اس راز
سے صرف میں واقف ہوں
کیا یہ سب کے سب مر جائیں گے۔ اسٹور نے
پوچھا

ابھی تو ابتداء ہے! انکار نے جواب دیا۔ کہہ دیتے جاؤ
اسطورے سے کل کر بہت سے لوگ اپنے اپنے گھروں کو
بھاگ رہے تھے۔ یہ گھر اور اپنی بل کی طرف تھا
جلدی جلدی اپنے گھروں میں جا کر پانی میں جراثیم
کشی دوا میں لاکر کھڑا ایک بیڑا چلا آدی اگرچہ ان کو
رکڑے سے ڈرنا تو کون کھشورہ سے رہا تھا۔ ایک کھسورہ کی
طرف دیکھ کر کھسورہ کی طرف چل پڑا۔ اس
کے دیکھنے کی دیکھتے لوگ کہنے سے بھی کل کر بھاگنے
لگے۔ وہ سب کے سب بری طرح کھارہ تھے اور بے
چینی کے عالم میں بھاگ رہے تھے۔ زیادہ تر لوگوں کا رخ
اسپتالی کی طرف تھا۔ کچھ پرانیوے ڈاکٹروں کے پاس
بھاگ رہے تھے۔ سارے بازار میں ایک اپولی میچنگی
تھی۔ انفرنجی کا عالم برہم ہو گیا تھا۔ اسٹور ہسپتالی کے
ساتھ میرے گھر کے کچھ بچے بھاگتا۔ بہت سے لوگ اپنے گھروں
میں سب سے پہلے
آؤ اب کھسورہ کی طرف چلے ہیں ڈاکٹر نے
اسٹور سے کہا۔ اور اسٹور خاموشی سے اس کے ساتھ چل

ہال کی عمارت کے اندر باہر کے کسی آدمی کو جانے کی اجازت نہیں تھی۔ گیٹ بند کر دیا گیا تھا اور سیکورٹی کے سخت لوگ وہاں تعینات تھے۔ لیکن ان کی حالت عجیب و غریب تھی۔ وہ ہری طرح اپنے جھنڈوں کو کھارہے تھے

ڈاکٹر اور اساتذہ ایک طرف کھڑے ہو گئے اور اسی وقت انہوں نے ایک ایبیل سکلر کو دیکھا۔ ایبیل سکلر میں ان کے پیچھے ہونے والی اور بہت سی درد میں کھڑی ہوئی تھیں۔ سیکورٹی والوں نے گیٹ کھول دیا اور ایبیل سکلر اندر داخل ہو گئی

ڈاکٹر اپنی درد میں اور دروں میں نفروں سے اندر کا سفر دیکھ سکتا تھا۔ لیکن وہ ٹھنڈی نہیں سمجھتا تھا۔ جب کہ اساتذہ بوجھ کی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ صرف سوچ سکتا تھا

ڈاکٹر اور انظر جب اپنے دروازوں کے دفتر کے ساتھ عمارت کے اندر دینی سے داخل ہوا تو جو سفر اس نے دیکھا وہ اس کی توقعات سے کبھی زیادہ عجیب اور تشویشناک تھا۔ کافر سکلر کے تمام دروازے شکار بری طرح بند تھے۔ سیکورٹی کے لوگ کھڑے رہے تھے۔ لیکن کافر سکلر کے کچھ دروازے آگ لگ چکے تھے۔ اس میں سے کئی کو ان آداب و تہذیب کو الٹے طاقہ دیکھ کر تعجب نہیں کیا تھا

وہ جسیں اور جو چیز ڈاکٹر والٹر کے لیے سب سے زیادہ تشویش ناک تھی۔ وہ یہ کہ ان میں سے کئی ایک لوگوں کے جھنڈوں سے کھانے کے باعث خون بہنے لگا تھا لیکن وہ بالکل بیکار تھے۔ اس وقت ڈاکٹر والٹر کو احساس ہوا کہ اس نے معاملے کو سمجھنے میں غلطی کی ہے۔

اس نے تو اسے کسی ہری آئین کے طور پر پیدا ہونے والی معمولی سی خدشہ خفاہین صورت حال یوں نہیں تھی

ڈاکٹر والٹر نے جلدی جلدی لوگوں میں درد میں جھیم کیں جو وہ اپنے ساتھ لایا تھا۔ لوگوں نے بے تابی کے ساتھ درد میں کھائیں

آپ لوگ یہ بیان نہ ہوں ڈاکٹر والٹر نے انہیں تسلی

دینے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ میں یقین ہے کہ ایک خاص صورت حال ہے۔ یہ ابتدائی ری ایکشن کسی غذا کی خرابی کا نتیجہ بھی ہو سکتا ہے۔ اس لیے یہ کہ اس درد سے پوری ری ایکشن ختم ہو جائے گا یقین نہ کرنا اور فالو اپ کو خداوندی آواز یقین اور راحت دے خالی محسوس ہو رہی تھی

اسی وقت کسی نے آکر ڈاکٹر والٹر کو اطلاع دی کہ ہسپتال سے اس کے پاس کوئی نیا ہے۔ ڈاکٹر والٹر دوسرے کمرے میں چلا گیا۔ اس کا نائب ڈاکٹر والٹر بول رہا تھا۔ وہ دھن دھن گھبرا ہوا تھا۔ اور اس نے جو کچھ بتایا اسے سر ڈاکٹر والٹر کے دھتے کھڑے ہو گئے۔ ریسیور اس کے ہاتھ میں لڑنے لگا

تات۔ ڈاکٹر نے بتایا کہ ہسپتال میں مردوں کو موقوف اور بچوں کا کیمپ بھی لگایا ہوا تھا۔ یہ سب کے سب مجھ پر غریب قسم کی خدائیں میں جاتا ہوں۔ یہ اپنے بچوں کو بری طرح فوج محسوس دے ہیں اور ان میں سے بعض نے تو اپنے آپ کو کھانچا کھانچ کر ڈیڑھی بھی کر لیا ہے

میں نے باہر سے وہ دکان اپنے بڑے کی ڈاکٹر والٹر نے فون پر اپنے نائب سے کہا کہ پورے شعبے میں بھی ایسی درد میں موجود ہیں جن کو سراسر ریسیور کے لیے کافی ہو سکیں۔ تم ان لوگوں کو ردی درد دو جس میں اپنے ساتھ یہاں لایا ہوں۔ ہر آنیچتہ کیلینکوں اور ڈرگ اسٹورڈس سے اسے اس دوا کی ساری مقدار حاصل کرلو۔ میں ابھی تھوڑی دیر میں وہاں آئے گی کیونکہ یہاں

ڈاکٹر والٹر نے جب ریسیور رکھا تو اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ اتنا تو درد عام پر کچھ زیادہ تھا کہ کوئی نہایت تیزی سے پھیلنے والی بیماری ہے۔ اس نے مجھے بھی دیکھ کر فوراً خاک دبا کی صورت اختیار کر لی کیونکہ اس کا فوراً طبی طور پر تدارک نہ کیا گیا تو قہقہے کا ایک ایک فرد اس کی کھال میں چاٹتا ہے

اسی وقت قہقہے کا شریف اور پولیس چیف کمرے کے

یہ سب کیا ہو رہا ہے ڈاکٹر۔ پولیس چیف نے تشویشناک لہجے میں کہا۔ ہم لوگ ابھی باہر سے آرہے ہیں۔ مارے قہبے میں غدر برپا ہے نہ جانے کتنے لوگ اس خاندان میں جلا ہیں۔ سب کے سب اسپتال اور ہسپتال کیٹیکوں کی طرف بھاگ رہے ہیں میں نے بہت سے لوگوں کے جسموں سے خون نکلنے دیکھا ہے۔ کھوکھرو ڈاکٹر۔ خدا کے لیے شریف نے اپنی گردن کھینچ کر دے گا۔ بھرہو بھانسی چلا گیا

میں سان فرانسسکو میں صحت کے اعلیٰ افراد سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کر رہا ہوں ڈاکٹر والٹر نے کہا۔ اس قہبے میں ڈاکٹر کی جو تعداد ہے وہ اس خوفناک صورت حال پر قابو پانے کے لیے بالکل ناکافی ہے اور پھر ہمارے پاس اتنی دوا بھی نہیں ہیں جس

اور یہ کیا میڈیسن درسی ہے جو دروایش کی تم دے رہے ہو ان سے قاعدہ بھی ہو پولیس چیف نے کہا

تم ٹھیک کہتے ہو ڈاکٹر والٹر نے کہا۔ میں اس بارے میں کسی طرح پر یقین ہو سکا ہوں۔ مجھے اپنی زندگی میں کسی ایسی قسم کی صورت حال کا سامنا نہیں کرنا پڑا

ڈاکٹر والٹر نے ہلکی ہلکی آواز میں فرانسسکو میں باقی حکمران صحت کے سربراہ سے رابطہ قائم کر کے اسے مختصر ترین الفاظ میں صورت حال سے آگاہ کیا۔ مگر جت کا سربراہ بھی یہ سب پکھن کر حواس باختہ ہو گیا اور اس نے یہ کہہ کر فون بند کر دیا کہ وہ فوری طور پر اس صورت حال سے شغف کی خاطر اختیار کر رہا ہے اور وہ اس کے جوابی فون کا انتظار کرے

ڈاکٹر نے شریف اور پولیس چیف کو کھنگو سے آگاہ کیا اور وہ لوگ ایک بار پھر کانفرنس روم میں آ گئے۔ وہیں حالات بدتر ہو گئے تھے۔ زیادہ تر مندوبین اور دوسرے لوگوں کے جسموں میں اب جگہ جگہ سے کھال پھٹ چکی تھی دھڑوں سے بھر رہا تھا۔ فون پر ہوائی فون طرے آئے جسموں کو کھانے مارے تھے۔ کھجلی کی کرسی

طرح ختم ہونے کا نام ہی نہ لیتی تھی
ڈاکٹر والٹر کی وی ہوئی وواؤں نے فورہ برادر بھی اثر
نہیں کیا تھا

اور جب خوف کی ایک سرور لہو ڈالنے لگا تو اکثر کے جسم میں دوڑ
گئی۔ وہ ڈھکیچڑھائی میں اس طب کے پچنے سے اذیت بردار
تھا۔ اور اپنی عمر کا آخری حصہ اچھوٹنے سے ہسکون
فیس میں گزار رہا تھا۔ یہاں کے جیشترین افراد سے وہ
ذاتی طور پر واقف تھا اور جہاں سال سے ایک لوگ اس
بہت زیادہ مدت کرتے تھے۔ وہ ڈھکیچڑھائی میں اس
فیس میں کام کر رہا تھا اور یہاں سے نکلیں اور جانے کا اس
کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ وہ ایک تجربہ کار اور ماہر ڈاکٹر تھا اور
عظیم سے عظیم ترین مہیاں علاج کرتا تھا جیسے لیکن جس
صورت حال سے وہ اس وقت دوچار تھا۔ وہ بالکل منفرد
تھی۔ اپنی ساری ہی زندگی میں اسے ایسے بیماریاں
حالات کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔

وہ دوبارہ کرے میں گیارہ اس نے اسپتال فون کیا۔
اس کے نائب نے اسے اطلاع دی کہ اسپتال میں آنے
والے لوگوں کی تعداد گیارہ بیسی چار ہے۔ وہ اداں کا
خبرجیڑی سے غم ہو رہا ہے۔ اس نے ڈرگ اسٹورڈ
اور گارڈینس لکینکس سے بھی دو جگہ سے
ان کے پاس بھیج دیں۔ وہ جرحہ جرحہ
میں نے سان فرسکو فون کیا ہے وہ آکر واٹر نے
اپنے نائب کو اطلاع دی۔ وہ لوگ جلدی فون کر کے
امدادی کارروائی کے بارے میں اطلاع دیں گے
اگر کہیں نے جلدی نہیں کی تو میں جیتے ہوں کریم
لوگ ایک ایسی تاجی سے دوبارہ جوائیں گے۔ جس کے
بارے میں سوچا نہیں جا سکتا۔ وہ ڈانکر نے کارروا

پر کھڑا ہوا ڈاکٹر آفریقہ قلب سارے اندرونی مناظر کو بغور دیکھ رہا تھا۔ اس نے یہ بھی دیکھ لیا تھا کہ ڈاکٹر نے بھی اپنے جسم کو کھانا شروع کر دیا ہے

ڈاکٹر کرکب جانتا تھا کہ اس کے چمڑے سے
انسانی گوشت خوردہ یا شایعہ کی خوردہ کی ساتھ بیڑ
اور پھیل رہے ہیں۔ انہیں ان کی غذا نہایت اور مقدار
میں دے رہی ہے اور وہ ایک سے دو اور دو سے چار اور چار
سے تھوڑے حساب سے پہلے دے رہے ہیں۔ ان کی
قوت اور توانائی میں اضافہ ہو رہا ہے اور وہ ایک جسم کے
دوسرے جسم تک تیزی سے لپک رہے ہیں۔ چھوٹ رہے ہیں
میں۔ حلقہ دار ہو رہے ہیں۔ وہ جانتا تھا کہ ان کی غذا
پھاڑیوں سے کھرا ہوا ہے۔ قبیلہ قبیلہ میں درجہ بندی سے بھر
جاتے ہیں۔ لیکن اس کے اپنے اعداد سے ان کے مطابق
پھاڑیوں سے کھرا ہوا ہے۔ ان کے اپنے اعداد سے ان کے مطابق
سے بہت کم کھل سکیں گے۔ لیکن وہ دوسرا سہ قصبے کے

لوگوں کو ہلکا کر دیا میں نے
وہ دیکھا جتنا تھا کچھ محنت کے کام اور ڈاکٹر کو
کئی روز تک استعفیٰ کرتے ہیں۔ کئی تدابیر اختیار
کرتے ہیں اور ان تدابیر کا نتیجہ برآ ہو جاتا ہے۔ جو کام
اس وقت اس نے کیا تھا اسے وہ اپنی لیبارٹری میں ایک
انعام سے منسک کیا۔ اس کے لیے بڑے پائے پر ایک
تجربے کی ضرورت تھی۔ کئی سیکل انعام انسانوں پر تجربے
اور ایک طویل انتظار کے بعد ڈاکٹر کو اس کا موقع مل گیا
تھا۔ اب اسے بھی طور پر یہ معلوم ہو جائے گا کہ کیا اس
جانی کو کھولنے کے لیے مجرب دواؤں میں سے وہان جراثیم
دوا کا کام ہو سکتا ہے۔ اپنی لیبارٹری میں وہان جراثیم
تھام رکھتے ہیں۔ استعفیٰ کے لیے تھا اور اس نے ان جراثیم
کو ساری تاریخ الفوت جراثیم کش دواؤں کا عادی بنایا

تھا۔ وہ ان دواؤں کو بہ آسانی جلیل کرتے تھے۔ اب
دیکھنا یہ تھا کہ بڑے پیمانے پر ان دواؤں کے استعمال
سے کیا نتائج برآمد ہوتے ہیں

ڈاکٹر نے ایک نظریہ نکال دیا کہ اگر ہم کوئی طرف ڈالیں۔ ڈاکٹر والٹر ایکن سٹی کی بری طرح کھج ہوا تھا۔ اس کے چہرے پر کرب اور دہشت کے آثار تھے۔ ڈاکٹر آفرق کے ہوشوں پر ایک شکا نہ نہایت مہوار ہو گئی تھی۔ اسی وقت ڈاکٹر والٹر کو سانپس انسٹیٹیوٹ کے کال موصول ہوئی کہ حکومت کا مشرف بھی اس سے گفتگو کر رہا تھا۔

چنانچہ ڈاکٹر والٹر نے ایک مہم ضروری ساز دوسرا نام اور دواؤں کے ذخیرے کے ساتھ بذریعہ ہزار ہائی کھینچنے والی بے اسرافٹلی سے اطلاع دی۔ اس کے علاوہ دو بیلی کا پڑھ لکھا۔ اسی پر اس کے لیے روانہ ہو گئے۔ لوگوں کو جانے دیا اور اس کا خیال رکھ کر رہ گئے۔ کوئی شخص باہر نہ جاتا۔ پانی نہیں چھوڑا۔ شریف کو بات بتا دی۔ اس شدیدی پانی کے چشمہ ڈاکٹر نے بہت کم کی حد سے

اگر نہ جانتے تھے

پس چیف شریف اور خود میں بھی اس بیماری میں جلا ہو چکے ہیں اور انکو دوا ملنے نہ کہا۔ یہ لوگ اس سلسلے میں کچھ نہیں کر سکیں گے۔ مناسب یہ ہے کہ خود بیمار لوگوں کی ناکہ بندی کا بندوبست کر دو۔ تاکہ نہ کوئی شخص یہاں آ سکے اور نہ یہاں سے جاسکے۔ جو حال بہت سنگین ہوگئی ہے۔ کوئٹہ کے جسوں میں ڈی جیکلر ہے ہیں۔ ہماری ساری دوا میں ہے اور ڈی جیکلر نہیں ہیں۔ میں سوسائٹی سمجھ رہا ہوں کہ کسی قسم کی دوا کی بیماری سے اور اس کی احتیاج کیا ہوگی۔ فیصہ نہ آباد کی بیماری اکثریت اس کا علاج ہوگئی ہے اور جو لوگ بیمار ہیں وہ بھی کچھ دین میں اس کی زحمت نہ آجائیں گے

ہم نے دو شخصوں میں حکام کو مطلع کر دیا ہے اور اسطرحی نہ کیا۔ تم کو بھی زحمت ہم ساری ضروری کاروائیاں

ڈاکٹر آفجر فلپ نے ڈاکٹر والٹر کوفون پر بات کرتے ہوئے دیکھا اور اس نے اندازہ لگایا کہ وہ سان فرانسسکو میں کب سے

[illegible]

آسمان کا دروازہ کھولنے لگا جو کچھ ہو رہا تھا۔ دو دوس کے
وہم و گمان میں بھی نہ تھا
آؤ ہم اپنی پہچان کی طرف پلٹے ہیں۔ ڈاکٹر نے آسمان
سے کہا اور دونوں پہچان کی طرف بڑھنا سوچے
قیسے کے زبوا تو ایک پہچان اپنے جسموں کو باخوش سے
کھرچنے کو آئے پہچان کی طرف بھاگ رہے تھے۔
ڈاکٹر اور آسمان بھی ان میں شامل ہو گئے اور جب یہ
پہچان سے کافی دور پہنچے تب آسمان نے کہا کہ کیا آپ
کے سامنے ہزاروں انسانوں کا مجمع ہے۔ لوگ اندر کھستے
کے لیے دھم دھم چل کر رہے ہیں۔ کسی کو کسی کا ہوش نہیں
ہے۔ ایک نفسانیت کا عالم ہے ہر شخص پہچان کے اندر
گھسے جاتا ہے۔ لیکن پہچان کے تن میں ہزاروں میں
پہچانیں ہیں۔ لوگ بھرے ہوئے ہیں کہ اب کسی کے اندر
کون سا کون سا

ذراگ اسٹور اور پرائیویٹ کی ایک دواؤں سے خالی ہو چکے تھے۔ پرائیویٹ ڈاکٹر بھی اس بیماری کا شکار

ہسپتال کا سارا مہل اس بیماری کا شکار ہو چکا تھا
ڈاکٹر سمرت آج میر نظر ہوں سے یہ سارے ماحظر دیکھ رہا
تھا۔

چنگ کے خاتمے کے بعد ڈاکٹر نے باجک کے ذریعہ
ڈوڈن کو اپنے دام میں پھنسا دیا اور اس طرح ڈاکٹر ادا میں
اور اس کے اس کردہ سے واقف ہو گیا جو ڈاکٹر کے لیے
ایک پیچھے کی صورت میں سامنے آیا تھا چنانچہ ڈاکٹر نے
ایک منظر پر غور کیا اور ادا میں اس کے کردہ کو ایک ایک
آدی کو جن پر غور کیا کہ باجک نے ڈاکٹر اور ڈوڈن کو بے
ہوش کی حالت میں ڈاکٹر کی خبر پر گاہ میں پھنسا دیا گیا۔
ڈاکٹر نے سب سے پہلے باجک کے بازو میں ایک انجکشن
لگا دیا۔ وہ اس دیکھ کر انجکشن تھا جو انسانی گوشت خور
جراثیم کا مزاحمت کرنے والی دیکھیں گے۔ اس کے بعد
ڈاکٹر نے دونوں کو خاص قسم کے پتے ہوئے شیشے کے
کنٹینر میں بند کر دیا۔ ان میں سانس لینے کا خصوصی
انتظام موجود تھا۔ اس پر ڈاکٹر کو دونوں کے ہوش آئے اس کے
انتظام تھا۔ باجک اور ڈوڈن کو جب ہوش آیا تو انہوں نے
اپنے آپ کو شیشے کے تابوت میں بند پایا دونوں نے لگتے
کی بڑی عہد وجد کی گھر کا ماب نہ ہو سکے۔ ڈاکٹر نے
انسانی گوشت خور جراثیم کی کافی بڑی تعداد کو پہلے باجک
کے کنٹینر میں داخل کیا اور خود دیکھ کے ڈوڈن کے اندر باجک
لینے کے جراثیم باجک کے جسم سے لپٹ گئے۔ وہ اس کا
گوشت نہیں کھا رہے تھے۔ دیکھیں لے باجک کے گوشت
کا دھڑکا اس کا شیر پیدا کر رہی تھی کہ جراثیم کے لیے وہ
باگل میں داخل تھا بلکہ جن کی کیا تھا۔ اس کے بعد ڈاکٹر نے
جراثیم کی بہت معمولی مقدار کو ڈوڈن کے کنٹینر میں داخل
کیا۔ جراثیم ڈوڈن کے جسم پر پڑے اور اس کی کھال
ادھیرنی شروع کی ڈوڈن خوف و وحشت کے عالم میں
برای طرح پھینکے گا

باجک بڑے غور سے یہ دل دہلا دینے والا منظر دیکھ رہا
تھا اس کی کچھ نہیں آ رہا تھا کہ ڈوڈن کے جسم پر سے

گوشٹ کیوں اڑھتا جا رہا ہے۔ وقت بالکل غیر محسوس
طرے سے گزرتا رہا اور جب ڈوڈن کے جسم کا سارا
گوشت غائب ہو گیا۔ تو وحشت سے باجک بے ہوش
ہو گیا۔ ڈاکٹر نے یہ تمام مشاہدات اپنی ڈائری میں قلم بند
کئے اور پھر باجک کے کنٹینر میں داخل جراثیم کو واپس لے کر
داخل جراثیم نے چند لمحوں میں گوشت خور جراثیم کا صفایا
کر دیا۔ ڈاکٹر نے باجک کو کنٹینر سے نکالا اور باجک خالی
کمرے میں قید کر دیا۔ ڈاکٹر یہ جاننا چاہتا تھا کہ دیکھیں
اڑھتے جسم سے کب قائم رہتا ہے اس پر غور کیا۔ پھر باجک
ڈاکٹر باجک کو اس تجربے سے گزرتا رہا۔ ٹھیک چھ ماہ بعد
دیکھیں کا ماحضر ہو گیا اور گوشت خور جراثیم نے باجک کے
جسم کو مکمل طور پر خور دیا۔ ڈاکٹر اپنے اس تجربے سے بہت
خوش تھا۔ ان ہی دنوں ڈاکٹر نے اخبار میں خبر پڑی کہ
اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے اجلاس سے پہلے امریکہ اور
مغربی یورپ کے بعض ممالک کے مندوبین کی ایک
میٹنگ امریکہ کے ایک شہر برکمن میں منعقد ہو رہی ہے
ڈاکٹر نے سوا چار بج وقت آ گیا ہے کہ وہ اپنے معمولی
پر عمل کرتا نظر آ رہا کرے۔ کانفرنس شروع ہو گئی
ایک دن پہلے ڈاکٹر اس سمجھ کے ساتھ برکمن پہنچ گیا۔
دوسرے دن جب سارے مندوبین کانفرنس میں جمع
ہو گئے تو ڈاکٹر نے پہلے اپنے دور اس سمجھ کے دیکھیں کا
انجکشن لگایا اور پھر اپنی شیطانی کارروائی کی ابتدا کی۔
گوشت خور جراثیم لگتے ہی تمام اجلاسوں پر فوٹ
پڑے۔ ڈاکٹر جاننا تھا کہ یہ جراثیم تیز رفتاری کے ساتھ
بڑھ کر پھیل رہے ہیں وہ ایک سے دودھ سے چار چار
سے آٹھ کے حساب سے پھیلتے جا رہے ہیں۔ وہ ایک قسم
سے دوسرے جسم تک تیزی سے لپک رہے ہیں اور عملہ
آرہور ہے ہیں یہاں تک کہ پورا شہر ان کی لپیٹ میں
آ گیا

یہ تھا کہ شیطانی کارروائی کا خلاصہ آپ کے ہڈیے
ڈنگ اسٹور اور پرائیویٹ ٹیکسٹ ڈوڈن سے خالی

ہو چکے تھے۔ ہائیڈیٹ ڈاکٹر بھی اس بیماری کا شکار
ہو چکے تھے۔ ہسپتال میں ڈاکٹر والٹر کے تمام بھتیجن اور
ہسپتال کا سارا مہل اس بیماری کا شکار ہو چکا تھا
تھا
میں سب کا ہوا ہے ہاں۔ اس سمجھ نے سبے ہوئے لپکے
میں ڈاکٹر نے آہستہ سے چھا
آؤ میں ہمیں ہاتھوں ہاتھ ڈاکٹر نے کہا اور اس سمجھ کو ساتھ
لے ہوئے ایک طرف کو پھل پڑا۔ ہسپتال کی عمارت سے
بچھوٹا نالے پر ایک کینے تھا جو اس وقت بالکل خالی پڑا ہوا
تھا۔ ڈاکٹر اس سمجھ کے ساتھ اس کینے کے ایک بھین میں
جا کر بیٹھ گیا۔ انہیں سر کرنے والا کوئی نہیں تھا
میں نے اس قہقہے میں ہلکے خاش کے جراثیم پھیلا
دیے ہیں ڈاکٹر نے اس سمجھ کو ٹھکرے ہوئے کہا۔ اس
خاش کا کوئی علاج نہیں اور یہ ایک سے دوسرے کو تیزی
سے لگنے والی خاش ہے۔ میں اس کے ابتدائی تجربات
پہلے ہی کر چکا ہوں اور مجھے ان میں کامیابی ہوئی تھی۔ لیکن
میں اس کا بڑے پیمانے پر تجربہ کرنا چاہتا تھا کہ یہ دیکھ
سکوں کہ ایک پوری آبادی پر اس کے کیا اثرات ہوتے
ہیں۔ اس کے لیے میں نے برکمن کو منتخب کیا۔ ایک ایسے
وقت میں جب کہ یہاں کانفرنس منعقد ہو رہی تھی۔ جانتے
ہو گئے۔ اس لیے کہاں موقع پر اس جراثیم کو اس کی باجک
کی خالص قوتوں کی تعریف سرگرمی سمجھا جائے گا اور اس کا
ذہن اس طرف نہیں پھلے گا کہ یہ اس کی سائنس
دان کا ہے۔ لیکن یہ بات۔
ہاں ہاں اس سمجھ نے تم کو لگتے ہوئے کہا۔ لیکن اب
ان لوگوں کا ہوا گیا۔
یہ سب لوگ ذہنی ہو ہو کر بے ہوش ہو جائیں گے اور پھر
مر جائیں گے ڈاکٹر نے انہیں ان سے جواب دیا۔ انہیں
کوئی نہیں پھلے گا
مگر.... میرا مطلب یہ ہے ہاں.... کہ ہمیں

..... ہمیں اس سے کیا حاصل ہوگا۔ اس سمجھ نے ڈرے
ڈرے پے چھا
یہ عالمی اقتدار کے حصول کی جانب ہمارا پہلا قدم ہوگا
ڈاکٹر نے کہا۔ اس عجیب و غریب جاتی کی خبر ساری دنیا
میں پھیل جانے کی۔ سارے ممالک کی حکومتوں کو محسوس
ہو جائے گا کہ امریکہ کے ایک قہقہے کی ساری آبادی اس
طرح عجیب و غریب اعزاز میں موت کا شکار ہو گئی اور اس
کے بعد جس حکومت سے جو کچھ چاہیں گے حاصل
کر لیں گے۔ اس دھمکی کے ساتھ کہ ہمارا جاتی بات نہیں
مانی گی تو ہم جیسے پرے کے ہرے شہر کو کوسوں کو اس
طرح چاہو۔ ہر بار کرویں گے۔ ہملا کوئی ہی حکومت ایسا
ہوگی جو جاتی اس خوفناک دھمکی کے آگے ہٹے نہیں بلکہ
دے گی
میں تم کو اس سمجھ سے ہواں اس سمجھ نے آہستہ سے کہا۔ لیکن
اس دور میں اس بیماری سے اب تک کس طرح بچتے ہوئے
ہیں۔
بہت عمدہ سوال ہے ڈاکٹر نے مسکراتے ہوئے کہا۔
جنہیں معلوم ہے کہ میں کوئی کام کیا اور وراثتیں کرتا۔
میں نے یہ تجربہ اپنے ابتدائی تجربات کے ہرے ایک
سال کے بعد کیا ہے۔ جنہیں پادہوگا کہ رات کو میں نے
اپنے اندر تھارے ایک ایک انجکشن لگایا تھا۔ وہ اس بیماری
کی دیکھیں کا ایک انجکشن تھا۔ وہ میرا حیا کر رہے ہے۔
اس دیکھیں کے جسم میں دخل ہونے کے بعد اس بیماری
کے جراثیم جسم پر عمل پڑاؤ دیکھیں ہوتے۔ اس کے علاوہ اگر
میں چاہوں تو انہی توڑی درمیں سے یہ بیماری یہاں سے فٹم
ہو سکتی ہے۔ میرے پاس اس کا بھی ہندوستان موجود ہے
گو یا صرف تم ہی اسے فٹم کر سکتے ہو۔ اس سمجھ نے پچھا
ہاں ڈاکٹر نے جواب دیا۔ صرف میں ہی اسے فٹم کر
سکتا ہوں۔ جانتے ہو اس سمجھ میں ہمیں اپنے ساتھ کینوں
لایا ہوں۔
اس سمجھ خالی آنکھوں سے ڈاکٹر کو دیکھنے کا

حقیقتیں اپنی سب بناہوت کی ایک جھلک دکھانے کے لیے ڈاکٹر نے کہا۔ میں جانتا تھا کہ جس وقت میں اپنا یہ تجربہ کروں اس وقت ایک ایسا حقیقت میرے ساتھ موجود ہو جس سے میں سب سے زیادہ مجرب و سارکرتا ہوں اور میں نے جس سبب سے زیادہ احمق کے قاتل سمجھا میں اس اعزاز کے لیے بدول سے تیار ہوا مگر گزارہ ہوا اس احمق نے چیلنجی سے کہا۔

اب تم اپنی آتماں آتماں سے دیکھو کہ کیسے پورا قہر کس طرح موت کے منہ میں جا رہا ہے۔ آج کی رات اس قہر سے کوئی انسانی آواز سنائی نہیں دے گی۔ کسی کمرے سے میری عجیب سرگوشیاں ابھر رہی ہیں۔ گھبراہٹ سے کوئی قہر بدلتا نہیں ہوگا۔ ہر طرف کھانا کا آواز ہوگا۔ ریلے پور اور نیوی کی بھی کوئی آواز سننے میں نہ آئے گی۔ سوائے اس صورت کے میں باقی اسے آواز نہیں کروں گا۔

اسمہ ڈاکٹر کی باتیں سن رہا تھا اور اس کی دل دہل رہا تھا۔ اس کے دہم رگمان میں بھی نہیں تھا کہ اس کا دل اس قدر خوف کا قوت تو کافی حاصل ہو سکتا ہے۔

کیا حقیقتیں معلوم ہے کہ ایک اور ڈوٹن کا کیا ہوا۔ ڈاکٹر نے سکرانے ہوئے اسمہ سے پوچھا۔

نہیں ہاں اسمہ نے جواب دیا۔ مجھے نہیں معلوم۔

میں نے ان دونوں کے ذمہ جسون کو اپنے تجربے کے لیے استعمال کیا ڈاکٹر نے کہا میں اس سے چاروں کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے اپنی موت سے میرے انتہائی تجربات کی تکمیل کی۔

تو کوئی نام سے سب سے پہلے ان جرائم کو اپنی پر آدیا۔

تھا۔ اسمہ نے پوچھا۔

یہ تو کچھ لو ڈاکٹر نے جواب دیا۔ وہ نیکی کا ذکر جان بوجھ کر نہیں کرنا چاہتا تھا۔

تم ایک نہایت غیر معمولی انسان ہو اس اسمہ کو یہ کہنے پر مجبور ہوا ہوا۔

جرائم کی پہلی عیب کو چھوڑ دوئے تقریباً ایک

معدنہ گزر چکا ہے ڈاکٹر نے کہا۔ آؤ ہم کانفرنس ہال کی طرف چلتے ہیں۔

وہ دونوں کانفرنس ہال کی طرف روانہ ہو گئے۔ سارے راستے انہیں لوگوں کی ہتھیلیں لگا رہیں اور سکیاں سنائی دیتی رہیں۔ بہت سے لوگ بے دم اور بے مددھ ہو کر فاقوں پر سڑکوں کے کنارے گرے ہوئے تھے۔ ان میں انہیں کی حالت نہیں تھی مگر وہ تھا شاید بے جسون کو سمجھانے جارہے تھے۔ ان کے جسموں سے جگہ جگہ سے خون کی دھاریاں بہ رہی تھیں۔ اسمہ کے دل پر جیسے گھونسا سا لگا۔

پتھر کا ہل کا گیت بھلا ہوا تھا۔ سیکڑے رٹی کے محلے کے لوگ گیت کے اس طرف بے ہوشی کے عالم میں پڑے ہوئے تھے۔ ان کے چہرے گردن میں اور جسم کے دوسرے حصے لپکنا ہو رہے تھے اور اسمہ نے پہلی بار یہ بات دیکھی کہ ان کے جسموں کے کچھ حصوں سے گوشت عائب ہو گیا تھا۔

ابھی کوئی میں اسمہ کو گارڈ شیا بھی ایک طرف پڑی ہوئی نظر آئی۔ اس کے دائیں کان کی آؤ کی لو عائب ہو چکی تھی۔

اسمہ اور ڈاکٹر باہمی روک ٹوک کے کانفرنس روم میں چلے گئے۔ تمام مدعوین ان کے تاہین اور محلے کے سارے لوگ فرش اور کرسیوں پر اگلے سیدھے پڑے ہوئے تھے۔ سب کے سب لپکنا ہو رہے تھے۔

کیا یہ سب مر چکے ہیں۔ اسمہ نے کزور اور ڈاکٹر میں پوچھا۔

انہی نہیں ڈاکٹر نے کہا۔ ابھی تو یہ بے ہوش ہیں لیکن کچھ دیر کے بعد مر جائیں گے اور ان کے جسموں کا گوشت عائب ہو جائے گا۔

اب میرے خدا اسمہ کی زبان سے بے ساختہ لگا۔

یہ میری حالت کا ایک معمولی سا کرم ہے اسمہ ڈاکٹر نے سکرانے ہوئے کہا۔ اور تم خوش قسمت ہو کہ یہ سب

پکھا پکائی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو۔

وہ دونوں وہاں سے نکل آئے اور برابر والے کمرے میں داخل ہو گئے۔

ڈاکٹر والٹر فرنی حالت میں ایک ہاتھ سے فون کا ریسیور تھا۔ ہونے پر پتھر چار ہاتھ لگنا دوسری طرف سے کوئی جواب نہیں آ رہا تھا۔ شاید ٹیلی فون اس بیچ کے سارے لوگ بھاری کا فٹار ہو کر بے ہوش ہو چکے تھے۔ ڈاکٹر والٹر کے جسم سے بھی جگہ جگہ سے خون بہ رہا تھا۔ اس کا کچلا ہونٹ پٹا ہوا تھا اور دائیں طرف کے نشتے کے گوشہ کا کچھ حصہ عائب ہو گیا تھا۔ وہ اپنی زبردست قوت ارادہ کی سے کام لیتے ہوئے اپنے آپ کو سنبھالے ہوئے تھا۔

بالآخر اس نے ریسیور واپس رکھ دیا اور ان دونوں کی طرف دیکھا۔

تم..... دونوں..... ابھی تک محفوظ ہو۔ اس نے لڑتی ہوئی آواز میں کہا۔ خدا کرے تم محفوظ..... محفوظ رہو۔

..... جہاز آنے والا ہے۔ ایئر پورٹ فاسلے پر ہے۔

..... کوئی گاڑی کے کر ایئر پورٹ چلے جاؤ۔ ڈاکٹر..... ڈاکٹر..... آ رہے ہیں..... آہ..... انہوں اور وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا۔

بے ہوشی گیا ڈاکٹر نے سکرانے ہوئے کہا اور وہ دونوں وہاں سے نکل آئے۔

کیا تم ایئر پورٹ جاؤ گے۔ اسمہ نے پوچھا۔

ہرگز نہیں ڈاکٹر نے جواب دیا۔ میں اپنے آپ کو ان ڈاکٹر کی نظروں سے چھپا کر رہنا ہے ڈاکٹر نے کہا۔ آؤ ہسپتال کی طرف چلتے ہیں۔

ہسپتال کے سامنے انہوں نے جرمزور دیکھا۔ دیکھ کر اسمہ کے منہ سے کھڑے ہو گئے۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ یہ قاتل کھڑے ہیں۔ یوں لگ رہا تھا کیوں دوسری عالمی جنگ کا کوئی منظر ہو جس میں نادین کے انہوں نے تقریباً کیوں میں جبراً ہی ان تعداد میں اکٹھا کرنے والے

انسانوں کو ذبح کرنے پر پڑے ہوئے دکھایا گیا ہو۔ ہزاروں کی تعداد میں مرد و عورتیں بچے اور بڑے ہسپتال کے سامنے ہسپتال کے قریب اگلے میں برآمدہ میں اور کمروں میں ڈھکی اور بے ہوش حالت میں پڑے ہوئے تھے۔ بہت سے تو مکمل طور پر بے ہوش حالت میں پڑے ہوئے تھے۔

تعداد بہت سے ایسے تھے جو نہ بے ہوشی کے عالم میں ہاتھ پیر مار رہے تھے۔ لیکن ان میں سے کوئی بھی اپنے جیروں پر کھڑے ہونے کے قابل نہیں تھا۔ ان کے زخموں سے خون بہہ رہا تھا۔

اور تب ان دونوں نے فضا میں ایک جہاز کی گونجواہٹ کی آواز سنی۔ پھر انہیں ایک جہاز بچی پر راز کرتے ہوئے نظر آیا۔ جہاز نے قہقہے کی فضا میں بھی چکر لگائے۔ شاید وہ ایئر پورٹ کے قریب سے گزرتے ہوئے مکمل ٹاکہ ہاتھ لگنا مکمل نہیں کر رہا تھا۔ ایئر پورٹ کا سامرا ملہا ہے ہوش ہو چکا تھا۔

آؤ کئی چکر لگانے کے بعد جہاز نے اتر گیا۔

اب ان لوگوں کا ایئر پورٹ سے یہاں آنے تک مشکل دس صد گلیس کے ڈاکٹر نے اسمہ سے کہا۔ وہ ایئر پورٹ پر موجود کسی بھی گاڑی میں چڑھ کر یہاں آ سکتے ہیں۔ ہم اب وہاں اپنے ہوش میں چلتے ہیں اور وہاں ہمیں چھپ جانا ہے۔ اس وقت تک کہ یہ جگہ تک ہے ڈاکٹر کی اس بھاری کا فٹا نہیں ہو جائے۔

وہ دونوں اپنے ہوش کی طرف روانہ ہو گئے اور زمین اس وقت ان کے سروں پر ایک بار پھر گونجواہٹ کی آواز سنائی دی۔ ان دونوں نے ایک ساتھ سارا غما کر دیکھا۔ وہ پہلی کا پڑنا تھا جس پر راز کر رہے تھے اور پھر ان سے غما سارا نکل کر فضا میں پھیلنے لگا۔ وہ قہقہے پر کسی طاقتور جراثیم ختم دوا کا سپرے کر رہے تھے۔ فضا میں دوا کی بو پھیل گئی۔

ڈاکٹر اس دوا سے واقف تھا۔ وہ گوشت جراثیم ختم دوا کا تجربہ کر چکا تھا۔ اس کے ہونٹوں پر ایک فضا ختم دوا سمجھتا ہوا ہوا۔ اسے معلوم تھا کہ جراثیم ختم دوا کو کافی اثر

نہیں ہوگا

نبی کا پیڑ پارے قصبے کے اوپر چکر لگا رہے تھے اور دودا
کا اسیرے کر رہے تھے۔ ڈاکٹر اور اسمتھ اپنے ہوش بچنے
مگے جواب شہر خوشاں کا منظر پیش کر رہا تھا۔ جگہ جگہ لابی
میں برآمدے میں محن میں زخمی انسان بے ہوشی کے عالم
میں پڑے ہوئے تھے

ڈاکٹر نے اسے کرے میں بیچ کر کھڑکی کا پردہ کھنکھاتا
 سر کیا اور اسے کھڑکی کے قریب آنے کا اشارہ کیا۔ یہاں
 سے دھڑک دھڑک کر اور دھڑک کے دوسری طرف واقع پیڑک
 ہال کو سرخوئی دیکھ سکتے تھے۔ ڈاکٹر کی دیریں اور دروں
 میں نظروں نے دیکھ لیا کہ پیڑک ہال میں موجود مقام کے
 قیام لوگ ڈاکٹر اور الزبتھ میں عمل بے ہوشی کے عالم میں
 تھے۔ ان کے جسموں پر سے گوشت جیڑی سے غائب ہو
 رہا تھا

ہر طرف گہرا سناٹا تھا اور سناٹے میں صرف اسپرے کرنے والے ٹیلی کابڑوں کی گونگواہٹ سنانی دے رہی تھی۔ اس کے ساتھ ہی جراثیم کش دوا کی تیزبو ساری فضا میں پھیلی ہوئی تھی

اس گونگواہٹ میں ان دو کابڑوں کی آواز نہ سنانی دے سکی جابیز پورٹ کی طرف سے تیزی سے چبڑک پھل کی طرف ہی پڑتی چلی آ رہی تھیں

☆☆

سان فرانسسکو میں عکس صحت کے اہل طبی کو بیٹھے
برکمن نے ڈاکٹر والٹر کا فون موصول ہوا ہے اس
نے ریاستی وزارت صحت سے رابطہ قائم کیا اور اسے
صورت حال سے مطلع کیا۔ برکمن میں ہونے والی
کانفرس کے باعث اس معاملے کی توجہ اور بھی زیادہ
تکلیف دہ ہو گئی تھی۔ وزیر صحت نے فوری طور پر دس طبی
پائے کے فریڈریش کو طلب کیا جن میں جلدی امراض کے
دواہر بھی تھے اور ان کے اسباب سے ان میں کئی
شے کی طبیعت واضح کے بغیر ان سے زیادہ نرسرید

اور جو ہے کارنیشن ڈاکٹر واث کے لیے سرکاری باجے
ڈاکٹر واث پر مشتمل بجٹ کی کمی تیار کی جس میں ڈاکٹر
واث کے علاوہ ڈاکٹر رفیع واث ڈاکٹر واکار اور
ڈاکٹر بی بی شال تھے۔ ڈاکٹر بی بی شال نے
اس طرح ملکہ تھانہ ان ڈاکٹر واث سے درخواست کی کہ وہ
ضروری ادویہ کے بھاری ذخیرے کے ساتھ چند مٹ
کے انعام پر ان کے پر والوں کرنے کے لیے تیار ہو جائیں۔
اسی کے ساتھ ہی برطانیہ کے چاندروں کے ساتھ نہایت
دو دو اور تیز چارم جس کو ادویات کے اسہرے کا کافی
بندوبست کر گیا۔ اس کے علاوہ مکمل بجٹ کی صورت
حالی تیار ہی شروع ہو گئیں

میلنگ ختم ہونے کے بیس منٹ بعد ان کا جہاز سان فرانسسکو کے ہوائی اڈے سے پرواز کر چکا تھا۔ یہ ایک جہوز سلاسلہ تھی جس پر کابل میں جہاز فراہم کرنے والے قاتل قتلہ ملے کے لیے ہدایت تھی کہ وہ ایئر پورٹ کی عمارت میں ہی رہے گا۔ وہاں سے انہیں پکڑ جائے گا

علیٰ راہ جب برائے کے ہوائی اڈے کے علاقے میں داخل ہوا تو اس نے کنٹرول ٹاور سے چپے اترنے کی اجازت مانگی۔ لیکن کنٹرول ٹاور سے کوئی جواب موصول نہیں ہوا۔ وہاں کوئی سٹفل وصول نہیں کر رہا تھا۔

مطارے سے ہوا باز سے اس صورت حال سے ڈاکٹر
واٹ کو مطلع کیا۔ اکثر واٹ کے چہرے کا رنگ بدل گیا
کیا تم اجازت لیے بغیر اترنے کا خطرہ مول لے سکتے
ہو۔ اس نے ہوا باز سے پوچھا
مجھے رن وے خالی نظر آ رہا ہے ہوا باز نے کہا۔ میں اتر
سکتا ہوں

اتر جاؤ ڈاکٹر واث کہہ لیکن اس سے ساتھ ہی
اترنے کے بعد سامان فرانسکو کے ہوائی اڈے سے رابطہ
قائم کر کے انہیں اس صورت حال کی اطلاع دواوران
سے کہ کوہ روم پر صحت مشر جون کو فوجی اہت بتا دی جائے
ہوا باز نے طیارہ رن دے پر اتر دیا۔ کوئی آدمی نظر

نہیں آ رہا تھا۔ سوال یہ تھا کہ حیار سے میں بیڑی کوں لگانے لگے۔ اس کا بندوبست بھی محلے کے لوگوں نے کیا۔ وہ لوگ کوڈو کو حیار سے اپار لے گئے اور پھر انہوں نے بیڑی میں لگا دی کہ جو قریب ہی موجود تھی۔ ڈاکٹر واٹ اپنے ساتھیوں کے ساتھ چلے آ رہا۔ وہ سب درشت زدہ ہو کر ہوائی اڈے کی لمرات میں دور دور تک کوئی زندہ انسان نظر نہیں آ رہا تھا۔ البتہ کبیں کبیں فاصلے پر ایک دو آدمی دُرجی حالت میں پڑے ہوئے دکھائی دے رہے تھے۔ ڈاکٹر واٹ نے اور حیار کے محلے کے لوگوں نے اپنے چہرہ پر حقائق پاک جڑ چالے تاہم وہ ٹھنکر سکتے تھے اب یہ امتیاز بھاری کھلے کے لوگ ایئر پورٹ کے فاصلے سے ابہر نہ لگیں۔ چاہی تو ایئر پورٹ تک پہنچ سکتی تھی۔

یہ سب کیا ہو گیا؟ اکثر واٹ، ڈاکٹر بیرز نے آنکھیں
پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ یہاں تو
موت کا راج معلوم ہوتا ہے۔

خدا رحم کرے! انکڑاواٹ نے کہا۔ مجھے تو مصورت حال کی بیگنی کا بالکل اندازہ نہیں تھا۔
وہ قریب ترین دفنی کے پاس پہنچے۔ انہوں نے دیکھا کہ اس کا سارا جسم لہلہاں تھا۔ وہ بے ہوش تھا اور اس کے چہرے پر جگہ جگہ سے گوشت غائب ہو چکا تھا۔

انہوں نے جلدی جلدی دوڑ دوڑ کر آس پاس پڑے ہوئے ہائی ڈیوٹوں کا بھی جائزہ لیا۔ ان کی حالت بھی مختلف نہیں تھی۔ انہیں اس چھوٹے سے ایئر پورٹ پر کوئی

جلدی امراض کے ماہر ڈاکٹر یزید نے جلدی جلدی
کچھ دواؤں کا ٹیس اور لوگوں کو ان کا ٹکشن لگانے شروع
کے ہیں جلدی قیسے کے اندر چلنا چاہیے ڈاکٹر واٹ نے
کہا۔ معلوم نہیں وہاں کیا صورت حال ہوگی
وہ لوگ ایسے ہوں گے جو کمر بٹھا کر کھڑے ہوں گے۔

کر وہاں سے روانہ ہو گئے۔ ڈاکٹر جیڑے نے ان سے مریضوں کو انگلیشن ٹو کاغذ پر تے لیکن اس کی کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔ انھیں کوئی آدھی چلا چلا نظر نہیں آ پآ۔ ان لوگوں نے خودی ملایا سے کے سسکی کی حد سے انہر مارٹ سر جو دو ایک دین میں دو انہی لاؤں اور ہر مارٹ سمیت تین ڈاکٹر ایک دوسری کاڑی میں بیٹھے تھے۔ ملایا سے کے پانٹ سے ڈاکٹر وارٹ نے کہا کہ وہ سران فراسکو سے رابطہ کر کے سمورے حال سے ملنے لگے۔

کافی تھی اور دن اس کے پیچھے۔ دن ڈاکٹر وارٹ اور چار ہاتھ۔ دو لوگ قدم قدم پر ہر مارٹ کا سامنا کر کے ہوئے تھیں کے اسپتال کے پاس پہنچے اور یہاں انہوں نے جے جی کو کھادو انہیں پاگل کر دینے کے لیے کافی تھا ہم کچھ نہیں کر سکتے ڈاکٹر وارٹ ڈاکٹر جیڑے نے نہرانی ہوئی ڈاکٹر نے کہا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس تھیں پر کوئی آسانی یا نازل ہو گئی ہے۔ یہاں تو تھیں کے ساری ساری آداری جاعن کا شکار ہے۔ آخر یہ ہوا کیا ہے۔

دو لوگ آج میں بن گئے کہ ہوتے ہوئے ہریک ہال تک جا پہنچے۔ ڈاکٹر وارٹ ضرب و کشتار اس سہ سے اپنے ہونک کے کر کے کی تھیں۔ انہیں سب سے اترے دیکھا۔

دو لوگ مہارت کے اعتراف میں ہوئے۔

انہوں نے اپنے منہ پر حقائق کی ایک چادر کے لیے
 ڈاکڑے استعمال کیے۔ لیکن اس سے کوئی فائدہ نہیں
 ہوا۔ جو حیران کن صرف منہ پر ڈاک کے ذریعے جسم کے اندر
 داخل نہیں ہوتے بلکہ پورے جسم کے ماسوں کے ذریعے بھی
 اندر داخل ہوا کرتے ہیں۔ ان کی تلاش کو روکا نہیں جاسکتا۔
 صرف میں انہیں غصے میں کر دے گا۔ مگر اس وقت
 کوئی میں نہیں سنتا کہ بعد وہ لوگ عمارت میں سے
 اُڑا کر نکلے۔ اب وہ سب کے سب تمہارے تھے

وہ گاڑی میں بیٹھے اور ایئر پورٹ کی طرف روانہ ہو گئے۔ اکثر واٹ بڑی مشکل سے گاڑی چلا رہا تھا۔

وہ کسی طرح ایئر پورٹ تک پہنچ گئے تھے جہاز کے نکلنے کے چاروں اراکین تیار کیا کھار ہو چکے تھے۔

ڈاکٹر واٹ نے ہوا باز سے کہا کہ وہ جہاز کو داپس سامان فرانسسکو لے چلے اور وہاں ہی اطلاع دے دے کہ کثرت ترین ترافیک کا بندوبست کیا جائے۔ کیونکہ سب لوگ اس پر اسرار تیار کیا کھار ہو چکے ہیں

میں صرف پیغام دے سکا ہوں ہوا باز نے اپنا بیڈنا کھرچے ہوئے کہا۔ میں جہاز نہیں اڑا سکتا۔ ہم میں سے کوئی جہاز نہیں اڑا سکتا۔ ہم سب اس سوڈی تیار کیا میں گرفتار ہو چکے ہیں

ڈاکٹر واٹ ڈاکٹر براؤن نے کہا۔ ہمیں یہاں کسی اور کو بلانے کی حواش نہیں کرنی چاہیے۔ ہمیں صرف سامان فرانسسکو اطلاع دے دینی چاہیے اور یہ فیصلہ ان لوگوں پر چھوڑ دینا چاہیے کہ وہ ہمیں داپس بلانے کے لیے دوسرا جہاز بھیجیں ہیں یا نہیں

سامان فرانسسکو کے انتظامی حلقوں میں اس وحشت ناک خبر سے مکمل ہی کچلی گئی لیکن اس کے ساتھ ہی فیصلہ کیا گیا کہ سب کسی بھی شخص کو براؤن نہ بھیجا جائے۔ بلکہ مسلسل لفظی اسیرے کے ذریعے ہر اسرار تیار کیا کے جراثیم کو ہلاک کرنے کی کوشش کی جائے

اگلے چار گھنٹوں کے دوران دقتے دقتے سے براؤن کی فضا میں بیلی کا پھر مڑنا شروع رہا اور طرح طرح کی دواؤں کا اس پر سے کر رہے تھے

ڈاکٹر آفری اور اس پر سے تھے کہ قہر کا پھر لگایا۔ ہر طرف موت طاری تھی! کوئی شخص زندہ نہیں بچا تھا۔ لاشوں سے جگہ جگہ سے گوشت قابو ہو رہا تھا۔ اسٹھ سے یہ منظر دیکھا نہیں جا رہا تھا۔ لیکن وہ دیکھنے کے لیے مجبور تھا۔ سامان فرانسسکو سے آنے والے سب لوگ بھی مر چکے تھے۔ قہیے میں موجود پالتو کتے بلیاں اور دوسرے جانور بھی موجود تھے۔ سارے پرندے بھی ہلاک ہو چکے

تھے۔ اسٹھ نے موت کی ایسی بے رحم حکمرانی اس سے پہلے کی نہیں دیکھی تھی

جیرونی دینا سے براؤن کا رابطہ ہر طرح سے کٹ چکا تھا۔ ریڈیو ڈائریس نیکی فون کسی بھی ذریعے سے کوئی رابطہ ہائی نہیں رہا تھا۔ کیونکہ پیغام وصول کرنے اور جواب دینے کے لیے کوئی زندہ نہیں تھا

سامان فرانسسکو میں حکام بھی ایک اس وحشت ناک خبر کو چھپاتے ہوئے تھے لیکن انہیں معلوم تھا کہ وہ ریڈیو پر تک اسے تکلیف چھپا نہیں گے۔ امریکہ کے علاوہ سات مغربی ممالک کے مندوبین اپنے اپنے کھلے کے ساتھ براؤن میں موجود تھے مگر انفرنگی اخذی ہر خاکہ دل کی ایک خاص ہی تعداد وہاں تک بھی اور اب یہ سب کے سب ہلاک ہو چکے تھے

ان کثرت چار گھنٹوں کے دوران ڈاکٹر آفری رقب نے اسٹھ کے ساتھ براؤن کے قہیے کے دو چکر لگائے لیکن ان دونوں کو کافی احتیاط سے اور حفاظت کا پڑنا پڑ رہا تھا۔ ان کے سروں پر مسلسل کئی بیلی کا پھر پڑاؤ کر رہے تھے اور بعض اوقات تو وہ کئی بیلی پر واڑ کر دیتے تھے۔ ڈاکٹر جیرونی جہاز تھا کہ بیلی کا پھر نہیں ہونے لوگ اسے اور اسٹھ کو دیکھ نہیں۔ وہ کوہ وہ بے ہوشے ہوئے تھے۔ تاہم مسلسل نہیں تھا۔ بات یہ تھی کہ ڈاکٹر نہیں جانتا تھا کہ کسی کو یہ معلوم ہو کہ براؤن میں اس وقت کئی زندہ انسان بھی موجود تھے۔ وہ جانتا تھا کہ اس قہیے کو طرح پر مردہ سمجھا جاتا ہے

براؤن کی فضا میں طرح طرح کی جراثیم غش وادوں کی مسلسل بارش ہوری تھی اور ان کی تیز بے اسٹھ کا سر پکڑا جا رہا تھا۔ لیکن ڈاکٹر ان ساری دواؤں سے دانت تھا اور ان سب کو وہ پہلے ہی گوشت خور جراثیم پر آڑا چکا تھا۔ ان میں سے کوئی بھی دوا ان جراثیم کو ہلاک نہیں کر سکتی تھی

پانچ گھنٹے کے اندر اندر براؤن مکمل طور پر ایک مردہ

قہیے میں تبدیل ہو چکا تھا۔ یہاں اب جہازوں لاشوں کے سوا کچھ نہیں تھا۔ ڈاکٹر آفری اور اسٹھ صرف دوزخہ انسان ان مردہ قہیے میں موجود تھے

اسٹھ نے اپنی زندگی میں اس سے زیادہ ہولناک اور دل دہلا دینے والا منظر نہیں دیکھا تھا۔ وہ آگ اور خون میں کھیلنے والا انسان تھا۔ خطرات سے الجھتا اس کی زندگی کا ایک جڑ تھا۔ اس نے اپنی زندگی میں کتنے ہی لوگوں کو موت کے گھاٹ اتارا تھا اور ان کے اپنے لیے کچھ یا شخص نہیں ہوا تھا۔ یہی اس کے دل میں یہ خیال بھی آ رہا تھا کہ جو چمکہ وہ کر رہا ہے وہ اخلاقی انسانی اور قانونی نقطہ نظر سے کس درجہ غلط اور لائق توبہ ہے۔ لیکن آج جو چمکہ ہوا تھا۔ اس نے اس کے دل و دماغ کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔

جہازوں انسان کتے بیلیوں کی طرح بے بسی کی موت مر گئے تھے۔ ان کی لاشوں کو دفن کرنے والا بھی کوئی نہیں بچا تھا۔ اسٹھ کو اپنی دیکھی ہوئی وہ بہت سی فلیس یاد آگئیں جو دوسری عالمی جنگ کے موصوع پر بنائی گئی تھیں اور میں نے اکثر یہ یاد کیا تھا کہ کتنی بڑی سے کس طرح مشرقی یورپ کے ساتھ میں جہازوں انسانوں کو نظر بندی کے کیسوں میں طرح طرح کے اذیت ناک طریقوں سے ہلاک کیا۔ جہازوں انسانوں کو کسی بے سے ہل میں جانوروں کی طرح غولس کر اس میں زہریلی گیس چھوڑ دی جاتی تھی اور باہر پھٹنے کے سارے راستے بند کر دیے جاتے تھے۔ وہ سب کے سب ایک جگہ مگھنے کی جگہ سے ہلاک ہو جاتے تھے۔ اسٹھ کو یہ بھی معلوم تھا کہ نئی ڈاکٹر زندہ انسانوں پر طرح طرح کے خونخوار ہلاکتیں کھینچ رہا تھا کہ اسے اسے ایسا محسوس ہوا کہ اگر ڈاکٹر رقب سے اس کی نظر کی روٹ سا گیا ہے۔ انسانی لاشوں کا ڈن، مطاریک بار بھرا پٹی تمام تر خفاشوں کے ساتھ جاگ اٹھا ہے

تم دیکھ رہے ہو کہ وہ اپنی پوری کوشش کر رہے ہیں کہ اس طوفان پر قابو پائیں۔ ڈاکٹر نے سسٹرا سے ہونے

اسٹھ سے پوچھا

ہاں ہاں اسٹھ نے جواب دیا۔ وہ طرح طرح کی دوا میں چمکر رہے ہیں

مگر سب بے سود ڈاکٹر نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ میں اس جراثیم پر ان ساری دواؤں کو آڑا چکا ہوں۔ وہ ان سے نہیں مرے گی

بھریہ کسی طرح مرے گی ہے اس۔ اسٹھ نے پوچھا کیا براؤن سے باہر کچھ نہیں کھیل جائیں گے۔

اگر میں جانوں تو قیاساً بھی ہو سکتا ہے۔ اسٹھ ڈاکٹر نے فحش لہجے میں کہا۔ اس وقت سب کچھ میرے ہاتھ میں ہے۔ میں ان جراثیم کے دائرہ کار کو براؤن سے باہر تک پھیلایا سکتا ہوں۔ آس پاس کے تمام علاقے اس کی زد میں آسکتے ہیں اور بھریہ یہ سلسلہ بدلتا جائے گا۔ یہاں تک کہ پوری انیسٹھ ہر ملک اس کی لپیٹ میں آسکتا ہے اور پھر دوسرے تمام ملک بھی اور ساری دنیا بھی۔ جہاں جہاں تک جراثیم سے متاثر لوگ اور اڑا چکے جائیں گے وہاں وہاں جہاں چلتی جائے گی۔ اس جہاں کو روکنے کے لیے ان کے پاس کوئی راستہ نہیں ہے اور شاید اگر وہ اس کا توڑ دہاؤں پانچ کر کے میں کاماب ہو سکی جائیں تو اس کے لیے انہیں ایک عرصہ درد کا ہوگا۔ اس عرصے کے دوران بات کہاں سے کہاں پہنچ جائے گی۔ ہو سکتا ہے کہ توڑ دے والے خود ہی ملامت خیز رہیں۔ جیسا کہ یہاں ہوا۔ تم نے دیکھا کہ براؤن کے تمام ڈاکٹر اور وہ ڈاکٹر جو باہر سے یہاں آئے تھے۔ سب کے سب اس طوفان کا کھار ہو کر ختم ہو گئے۔ دیکھتے ہی دیکھتے

ڈاکٹر بے جاوش و خروش کے عالم میں بول رہا تھا اور اسٹھ مردہ سامان کی باتیں سن رہا تھا

میں۔ صرف میں ڈاکٹر نے فضا میں مکا لہراے ہوئے کہا۔ اس کہہ ارض پر میں وہ واحد انسان ہوں جسے اس طوفان کو روکنے کا راستہ معلوم ہے اور میں اس کی پوری پوری قہت وصول کر گا۔ انہی نہیں۔ آئندہ وہ کل کر

لیکن ہاں اس سمجھنے کے قدرے خوفزدہ آواز میں کہا۔ ہم قہرے کے کسی پتھر کا پتھر تھے ہیں اور اب تک یہاں کوئی جاندار زندہ نہیں چاہے تمہارے پاس اس طوفان کو روکنے کا جو علاج ہے میرے خیال میں اب اسے آزمانے کا وقت آ گیا ہے۔ اگر تم فی الحال اس طوفان کو برہنہ کر کے آگے نہیں بڑھنے دیا جائے تو آگے نہیں بڑھ سکتے ہو۔ ڈاکٹر نے فیصلہ کر لیا۔ میرے خیال میں تم ٹھیک ہی کہتے ہو۔ اب وقت آ گیا ہے کہ میں اس کی روک تھام کا بندوبست کروں چلو اس وقت آج تم بہت سی ایسی ہی اور انوکھی چیزیں دیکھو گے جو تم نے اس سے پہلے زندگی بھر نہ دیکھی ہوں گی۔

وہ دونوں ملکی جہازوں سے پیچھے چماتے اپنے ہونے کی طرف روانہ ہو گئے۔

☆ ☆

سان فرانسسکو اور واشنگٹن میں ایک عجیب و غریب صورت حال پیدا ہو چکی تھی۔ سان فرانسسکو میں عکس صورت کے اصران اور ڈاکٹر واث اور اس کے ساتھیوں سے رابطہ پیدا کرنے میں ناکام ہو چکے تھے۔ ٹیلی فون کے ذریعے ڈاکٹر کو پتہ چل گیا تھا کہ ہوا کا پھر سے برہنہ کر کے کوئی شخص فی الحال ریلوے پر نہیں کر رہا تھا۔ سان فرانسسکو کے حکام نے سخت پریشانی اور دشت کے عالم میں پہنچ گیا کہ برہنہ کر کے ٹیلی فون ایکس پیجنگ سے فکا کرنا چھوڑ دیا ہے اور ہوا کوئی شخص ڈیوٹی پر موجود نہیں ہے۔ اس کے بعد انہوں نے حیدر علی کے آواز سے۔ لیکن برہنہ کی طرف سے عمل خاموشی تھی۔ کسی ٹیلیکس مشین سے کوئی جواب نہیں آ رہا تھا۔ کوئی ٹیلی گراف پیغام موصول نہیں کیا جا رہا تھا۔ کوئی ریڈیائی پیغام موصول نہیں کیا جا رہا تھا۔ برہنہ کر کے بھی کسی کوئی ریلوے سٹیشن یا ہوائی اڈا نہیں کر رہا تھا۔ سان فرانسسکو کے حکام نے ایئر پورٹ سے اس جہاز

سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی جس کے ذریعے ڈاکٹر واث اور اس کے ساتھیوں کو برہنہ کر دیا گیا تھا۔ لیکن یہاں سے کوئی جواب نہیں ملا۔ اس اثنا میں عکس صورت کے حکام کی طرف سے عکس واث اور عکس واث کے ساتھ ایک ہنگامی صورت حال کی اطلاع برسرِ عدی گئی۔ فزوائی اطلاع واشنگٹن پنکھڑی کی راسخا صدر کا کو اس سے مطلع کر دیا گیا۔ واشنگٹن میں کی سرکاری ایجنسیاں "آنا" "فانا" حرکت میں آ گئیں۔ ڈاکٹر واث سائنسدانوں اور بعض دیگر برہنہ کے علاوہ واثی کی آئی سی آئی آئی اور پریس کے ملکی حکام اور باہرین کی پرائیویسی آدھے گھنٹے کے اندر اندر سان فرانسسکو پہنچ گئیں۔ صورت حال کو سمجھنے اور کنٹرول کرنے کا

قرب ترین مرکز سان فرانسسکو ہی تھا۔ سان فرانسسکو کے عکس صورت کے حکام نے ابتدائی دور ٹیلی کا پڑھ لیا۔ یہ تین تین نہایت زوردار جرائم پیشہ اور اب اس طرح جس کو انہیں یقین تھا کہ اس کا ردائی کے نتیجے میں صورت حال قابو میں آ جائے گی۔ لیکن ان کی توقعات کے بالکل برعکس ایسا نہ ہوا۔ ڈاکٹر واث کی سرکردگی میں بھیجی جانے والی ڈاکٹر واث کی ٹیم کے اصران سے بھی ان لوگوں کا رد بار بار رابطہ قائم نہ ہو سکا۔ ملکی حکام کی حیرت اور شوشیل کی انتہا زبردستی اور انہوں نے فزوائی واشنگٹن کو اس صورت حال سے مطلع کر دیا اور اس کے ساتھ ہی وہ اپنے طور پر ڈاکٹر واث اور اس کے ساتھیوں کی ایک ہنگامی طور پر قائم کردہ کوشش کی زیرِ نگرانی تحلف اصران کی واثوں کا ٹیلی کا پڑھنے کے ذریعے برہنہ کر چکے ہوئے کرتے رہے۔ واشنگٹن سے بھی انہیں ٹیلی کالیں ملنے لگیں کہ وہ اس کام کو مکمل کرنے کے ساتھ جاری رکھیں اور کسی شخص کو برہنہ نہ دیکھیں۔ چنانچہ سان فرانسسکو کے حکام نے اپنی کارروائیاں جاری رکھیں۔ دو تین اشرار واشنگٹن کے حکام پر اس سان فرانسسکو سے رابطہ قائم کیے ہوئے تھے۔ لیکن انہیں کوئی حوصلہ فراہم نہ تھا۔ اطلاع نہیں مل رہی تھی

واشنگٹن سے آنے والے پہلی ترین باہرین نے فزوائی سان فرانسسکو کے ان باہرین سے گفتگو کی جن کی ذمہ داری اب تک جرائم پیشہ اصران کی کارروائی کا چھڑکا گیا جا رہا تھا۔ انہوں نے بعض نئی دوا بھی تجویز کیں۔ سان فرانسسکو میں دوا ساز کمپنیاں کے حکام بھی اسے خالی ہو گئے۔

اب ساری کم کاموں کا ڈاکٹر برکے تھا جو واشنگٹن سے آیا تھا اور جس کا شمار دوا کے چند پہلی ترین باہرین جرائم میں ہوتا تھا۔ ڈاکٹر برکے اب پریس میں سرکاری کارروائیوں کی تنظیم کر رہا تھا۔ وہ ہوائی اڈے پر خود موجود تھا۔ جہاں سے ٹیلی کا پڑھ دوا میں سے کر پڑا کر رہے تھے۔ اس بار جو دوا چھڑکی جاری تھی وہ بہت ہی منفرد تھی۔ اس ٹیلی کا پڑھ کارروائی میں ہوا باز اور ہوا ہوا اور ان کے برکے تھا۔ یہاں میں یہیں ہوائی اڈے پر کنٹرول پر موجود ہوں۔ تم ذرا بیٹھی پر دوا کرنا اور دوا کرنا صورت حال کو اچھی طرح دیکھنے کے بعد مجھے مطلع کرنا میں کنٹرول پر تمہارے پیغام کا انتظار کروں گا

ٹھیک ہے ڈاکٹر اردن نے کہا۔ دینے اس سے پہلے ہوا اور دوا لگائیں واث کی تھیں۔ انہوں نے جو پورٹ دوا تھی وہ دیکھ کر ہوا لگائی۔ خدا کرے کہ میں اس سے کچھ بہتر پورٹ سے سکوں۔ لیکن اردن نے کچھ دیر کے بعد ڈاکٹر برکے کو جو پورٹ دیا وہ اس قدر دشت ناک تھی کہ ڈاکٹر برکے کے ہوش بے حس ہو گئے۔

میں نے اصرار سے کرتے ہوئے پھر سے کہے کہ جازہ لے لیا ہے اردن نے کہا۔ اور میں نہایت افسوس کے ساتھ ہی اطلاع دے رہا ہوں کہ مجھے کوئی زندہ چھڑک حرکت کرتے ہوئے دکھائی نہیں دی۔ کوئی گاڑی کوئی سواری کوئی انسان کوئی جانور کوئی پرنده بھی زندہ نہیں ہے۔ تم کو یاد پھرے ہو۔ ڈاکٹر برکے نے ہماری آواز میں اس سے پوچھا

مجھے پھر سڑکیں پر گئیں میں مایوس میں صرف پیچے بڑے ہوئے انسان نظر آ رہے ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ یہ مردہ ہیں یا بے ہوش ہیں۔ اس کے علاوہ جو چیز جہاں ہے سکتے ہیں۔ سڑکیں پر گاڑیاں چپ چاپ کھڑی ہوئی ہیں اردن نے کہا

کسی شخص نے غلامی اڑا ہوا کوئی پرنده نظر آ رہا ہے۔

ڈاکٹر برکے نے پوچھا

نہیں اردن نے جواب دیا۔ مجھے کوئی پرنده نظر نہیں آ رہا ہے

کیا تم یہاں کی فضا میں کوئی خاص قسم کا رنگ کوئی ایسا بات کوئی ایسا چھوٹی سی بات محسوس کر رہے ہو جو بظاہر غیر اہم نظر آ رہی ہو۔

یہاں کی فضا بالکل صاف و شفاف ہے۔ اردن نے جواب دیا۔ فضا میں کوئی خاص اور منفرد بات نہیں ہے۔ صرف جرائم پیشہ اصران کی تیز آواز کو گوارہ ہو گئی ہے

ٹھیک ہے ڈاکٹر برکے نے ایک غصہ مائل سانس بھرے ہوئے کہا۔ اپنا کام ختم کر کے واپس آ جاؤ

ڈاکٹر برکے ایئر پورٹ سے واپس اس عمارت میں آ گیا۔ جہاں حکام اور باہرین کی جماعت اس کے انتظار میں بیٹھی ہوئی تھی

مجھے ڈارے کہ برہنہ کر کے زندہ نہیں چاہے ڈاکٹر برکے نے اپنے ہماری ہمہ جہت کم و اکہ کر کے پگڑے ہوئے کہا۔ ہمیں ہر طرف سے برہنہ کی ناک بندی کر دی جا چکی۔ سخت احتیاطی تدابیر اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ برہنہ کی فضا میں اب مزید کوئی ٹیلی کا پڑھ کر نہ بھیجا جائے۔ فضا اور زمین دونوں مانتے بالکل مدد کر رہے ہیں

مگر ڈاکٹر برکے ڈاکٹر انجلا نے کہا جو پھر بالاجی (خود جلیات) کی ایک مشہور عالم باہرین۔ پتہ مسئلہ کا حل نہیں ہوا۔ اس طرح ہم کے کسی طرح بڑھ کر کے

اور میں اس طرح مظلوم ہوئے گا کہ یہ سب کچھ کیا ہے۔
تم غیب کی ہواؤں اور آگیاؤں کو دیکھ کر بے گناہ۔ یہ
مسکے گا کیونکہ۔ جن انسانی جانوں کا اٹاف ہو چکا ہے
ظاہر ہے ان کے لیے تو ہم نہیں کر سکتے۔ لیکن حریہ
جانوں کے اٹاف کو روکنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم
زائد تخت اقطاعیہ تدابیر اختیار کریں۔ ہمارے کام کے
دوسرے ہیں۔ پہلا مرحلہ ہے کہ اقطاعیہ تدابیر اختیار
کے جائیں اور برائے شہر کی فضا یا زمین سے اب کسی
دوسرے انسان کا رابطہ نہ ہو۔ کسی مسکن سے کسی دیک
ہو اور دوسرا مرحلہ ہے کہ اس سارے عذاب کی تھک
چھٹ جائے

مگر کس طرح ڈاکٹر برکے۔ ہایو کی میسٹری (حیاتیاتی کیما کے ماہر پروفیسر ڈاکٹر وارنسکی نے کہا۔ کیا تمہارے ذہن میں اس سلسلے میں کوئی تجویز ہے۔ اگر ہے تو بتاؤ

میرے ذہن میں ایک تجویز ہے اور اکثر بکسے نہ کیا۔
 کہو کہ اس میں شدید خطرہ ہے لیکن ہمیں یہ خطرہ مول لینا
 پڑے گا۔ اس کے علاوہ اور کئی چارہ ہیں۔ ہم میں
 سے کسی ایک کو کوئٹہ کا پٹر میں بھیج کر خود براہمن جانا ہوگا۔
 تمام براہمنیاتی تہذیبوں کے ساتھ مل کر یہ سب سے بڑا نیک

جراثیم خن اور جراثیم روک لباس پہن کر ہم سب جانتے ہیں کہ اس قسم کے لباس موجود ہیں اور پھر ہم ممالکین کے قصبے سے وہاں کی فضا کے فوٹوے اور کسی مردہ انسان کے جسم کا قوڑا سا حصہ اپنے ساتھ لے کر آئیں گے تاکہ اس کا فوڑی طور پر لہار میں شریجز یہ کر کے چاٹا جا سکے کہ یہ سب کچھ کیا ہے

تمہاری تجویز تو بہت معقول ہے ڈاکٹر ڈاکٹر انجینا نے کہا۔ اور ہم سب یہ بات جاننے ہیں کہ طبی خصوصیات کے حامل مائع جراثیم لباس موجود ہیں۔ لیکن یہاں دو سوالات پیدا ہوئے ہیں۔ پہلا سوالیہ تو یہ ہے کہ جس شہادت کے ساتھ اور جس پیمانے پر برائین میں یہ عذاب نازل ہوا ہے اس کے پیش نظر اس بات کا کس حد تک

اور آخری اطلاع کے مطابق قیسے میں کوئی شے حرکت کرتے ہوئے نظر نہیں آ رہی ہے۔ اس نے صدر امریکا کو اپنے منصوبے سے بھی آگاہ کیا

اس کی تہا راعی چان ضروری ہے واکٹر برکے۔ صدر امریکا نے پوجہ تمام جانتے ہو کر وزارت دفاع کے راسخ سے میں شیعہ جرائم کو تہار می قدر ضرورت ہے۔ ہر تم سے اعلیٰ پائے کے امیر کی جان کو خطرے میں نہیں ڈالنا چاہیے

ٹھیک ہے صدر امریکا نے کہا۔ تمہاری واپسی کے بعد تمہیں اور تمہارے بیل کا ہر کوئی قریب سے دیکھتا ہے ایسا ہی ہو گا اگر تم بڑھنے لگے

مجھے اس کا احساس ہے جناب صدر ڈاکٹر برکلی نے کہا۔ میں جلد از جلد ضروری انتظامات کی تکمیل کے بعد اسکا سن جانے کے لیے تیار ہو رہا ہوں

تہماری عدم موجودگی میں ڈاکٹر انجیلا اس کم کم گھراں
ہوں گی صدر امریکہ نے کہا۔ یہ بات ہم کے سامنے
لوگوں کو بتائی جائے
بہتر ہے جناب صدر ڈاکٹر برکے نے کہا
میں تمہاری کامیابی کا جتنی خواہش کروں صدر امریکہ نے کہا
شکر ہے جناب صدر ڈاکٹر برکے نے کہا اور فون بند
کر دیا

واپس آئے۔ فیصلہ غلط ثابت ہوا۔ خانوں میں یہ سمجھا جا رہا تھا کہ دوپہر کے کھانے کے وقت کے بعد مندرجن اپنے اپنے اپنے متعلقہ سفارت خانوں سے رابطہ قائم کر کے انہیں ایک نئی پیش رفت سے مطلع کریں گے اور اگر ضروری ہو تو کاروبار جاری رکھیں گے۔ باوجود کہ ان کے پاس یہ نہیں تھا کہ دوپہر کا وقت کر ڈیڑھ گھنٹہ سے زیادہ ہو چکا ہے۔ لیکن سفارت خانے کو اپنے مندوب کی جانب سے کوئی پیغام نہیں ملا۔ خاص طور سے فرانسیسی سفیر کو لڑائی کے مندوب کے پیغام کا یہ بھی سے انتظار تھا۔ کیونکہ جن امور پر برطانیہ کا تعلق ہے بحث کی جا رہی تھی۔ ان میں سے کسی کی ایک ایسے تھے جن کے بارے میں امریکہ اور فرانس کے درمیان بحث اختلافات موجود تھے اور دونوں میں موجود فرانسیسی سفیر کو فرانسیسی حکومت کی جانب سے ساری صورت حال ایسی طرح آگاہ کی کہ وہ تاہم رابطہ قائم کر دے گا۔ لیکن فرانس کے دوران مندوب سے رابطہ قائم کر کے مصلحت مشورہ کرے گا۔ لیکن پوری دوپہر گزرنی لگی

شٹلر نے کہا کیا یہ عذر انتہائی معقول نہیں ہے۔

شاہد سبجور نے جواب دیا۔ لیکن شہری ہوا بازی کے کام سے ہمیں کیا بتایا ہے

تم نے خود براہین سے رابطہ قائم کر کے صحیح صورت حال معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی۔ واران نے بڑے چھپا میرا خیال ہے کہ براہین کے لیے روانگی سے پہلے تم لوگوں نے بھی وہاں سے فون ملی پر تزیلیٹیکس کے ذریعے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی ہوگی سبجور نے واران کو مگھورے ہوئے کہا کیا تم رابطہ قائم کرنے میں کامیاب ہو سکتے۔

ان تینوں کے پاس اب کہنے کے لیے کچھ نہیں تھا۔ وہ سبجور کے پاس سے واپس آ گئے

ہمیں فوڈا اپنے اپنے ایئر بیڑوں کو اس بات کی اطلاع دینی چاہیے ڈانکا نے کہا۔ کئی بہت ہی پر اسرار اور شدید قسم کی ڈیوڈ معلوم ہوئی ہے۔ اس کی قومیت اتنی خوف ناک ہے کہ حکومت اسے سب سے چھپا رہی ہے ضرور کوئی دہشت ناک بات ہوگی واران نے اس سے اتفاق کر کے ہونے کہا۔ میں لگتا ہے کہ براہین کو بالکل

اگر حتمہ کر دیا گیا ہے خدا جانے کیا معاملہ ہے اس میں خیر یا بے گاری کے امکان کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا شٹلر نے کہا۔ وہاں ہونے والی کارفرماں زبردست اہمیت کی حامل ہیں

ڈانکا شٹلر اور واران ذرائع ابلاغ کے دو اہل وادہ نمائندے ہیں جسے جو براہین جانے کے لیے ایئر ہارٹ پیپیر اور وہاں سے واپس لوٹے۔ ان کے علاوہ بھی ذرائع ابلاغ کے شیڈوں اور بھی نمائندے اور سائنس فریسکوس میں عظیم بعض سطاری نمائندے بھی جنہیں وائٹس سے اپنے سفارت خانے سے اس بات کی جانیت جی ایئر ہارٹ پیپیر لیگن اس سب کو ایک ہی جواب دیا گیا کہ براہین کا ایئر ہارٹ بند کر دیا گیا ہے۔ سراسیمگی کی لہر تیز ہو جاتی رہی گی

ڈانکا شٹلر اور واران نے فوڈا اپنے ایئر بیڑوں سے رابطہ قائم کیا اور پھر اسی وقت تینوں ایئر بیڑوں کی سینک منفرد ہوئی جس میں ڈانکا شٹلر اور واران بھی شامل تھے ایک ایئر بیڑے نے کہا۔ میں وزارت اطلاعات و نشریات کے کئی اہل افسروں سے اس بارے میں گفتگو کر چکا ہوں لیکن وہ کہات احفانہ باتیں کر رہے ہیں۔ خود ذریعہ اطلاعات و نشریات غائب ہیں۔ ان سے رابطہ ہی قائم نہیں ہو سکا۔ مجھے اس بات کا افسوس ہے کہ اس معاملے میں براہین کو کام میں نہیں لیا جا رہا ہے

میرا خیال ہے کہ میں اس مسئلے میں کچھ زیادہ ہی صبر و تحمل کا ثبوت دینا چاہیے دوسرا ایئر بیڑہ فوڈا اور واران سے یہ خبر پہنچا رہا ہے کہ یہ قریبی سلامتی کا ایک ہیہات اہم معاملہ بن گیا ہے اور خود حکومت ابھی تک یہ طے نہیں کر پائی ہے کہ اس مسئلے میں کیا اقدامات کرے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس مرحلے پر ہمیں حکومت کی مشکلات میں اضافہ نہیں کرنا چاہیے اور قریبی مفاد کے پیش نظر تقارن کا مطالعہ کرنا چاہیے

میں تمہاری بات سے متعلق ہوں تیسرے ایئر بیڑے میں خیر اور کوئی ہوائی جہاز بات ہوگی کہ پور حکومت اسے چھپا رہی ہے۔ ہمارے لیے ضروری ہے کہ کہ اصل حقائق سے واقف حاصل کریں۔ کا فیصلہ کرنا بہت حقیقت معلوم کرنے کے بعد ہی کر سکتے ہیں کیا چیز شائع کی جانے اور کیا نہ کی جائے۔ حقیقت معلوم ہوجانے کے بعد وزارت اطلاعات و نشریات کے افسروں سے اس کے بارے میں عمل کر سکتا کی جاسکتی ہے

ٹھیک ہے پہلے ایئر بیڑے نے کہا۔ ہم قریبی سلامتی کے مفادات کو برقرار رکھنا ضروری ہے۔ لیکن ہمارے لیے حقائق جاننا بڑی ضروری ہے۔ براہین سے ملنے کیلئے ہمیں کے تمام راستے منقطع ہو چکے ہیں۔ وہاں کے لیے ساری پروگرامیں بند کر دی گئی ہیں۔ سب

جاتا ہے اور وہ یہ کہ مرکز کے راستے براہین کی پینچے کی کوشش کی جائے

لیکن واحد ذریعہ ہے دوسرا ایئر بیڑہ۔ سائنس فریسکو سے براہین کا قاطع ایک سوئیں ٹھوس ہے۔ اگر حتمہ کار کا کے ساتھ گاڑی چلائی جائے تو ڈیوڈ کتنے میں بہ آسانی براہین پہنچا جاسکتا ہے میرا خیال ہے کہ ہم لوگوں کو فوڈا روانہ ہو جانا چاہیے ڈانکا جلدی سے شٹلر کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔ لیکن

شٹلر۔

تینوں ایئر بیڑوں کا اس حرکت پر سکرانے لگے تم نے یہ خودی فرض کر لیا کہ تم تینوں کو ہی بھیجا جائے گا۔ ایک ایئر بیڑے کا

ہم تینوں سے زیادہ اس معاملے میں اور کوں مددگار ثابت ہو سکتا ہے۔ ڈانکا نے کہا

ٹھیک ہے تم تینوں ہی جاؤ گے دوسرے ایئر بیڑے کا ایک منٹ کے اندر روانہ۔ تینوں۔ زیادہ نہ کیجئے۔ واران کے پاس گاڑی تھی اس میں ٹیلی فون کے علاوہ ڈائریکٹ سسٹم بھی موجود تھا۔ اس کے ذریعے وہ قریبی طور پر اپنے اپنے دفاتر سے رابطہ قائم کر کے وہاں صورت حال کی اطلاع دے سکتے تھے۔ انہیں بتایا گیا تھا کہ ان کے دفاتر میں ان کے پیچھے کام پھینکی سے انتظار کیا جائے گا

گاڑی شٹلر چلا رہا تھا اور وہ گاڑی خطہ دارائی تک گرا رہا تھا۔ کیونکہ انہیں جلد از جلد براہین پہنچنا تھا۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ تیز رفتاری کی وجہ سے کوئی حادثہ پیش آجائے یا پھر نہیں چاہتے ان کے پیچھے میں ان کا وقت ضائع ہو یہ وہ دھماکہ دار گاڑی تھی جس کے ذریعے کچھ حادثہ کی نمائندہ سے براہین جا رہے تھے۔ ان کے پیچھے تقریباً

ایک درجن گاڑیاں اور آری تھیں یہ سب کے سب ذرائع ابلاغ سے منتخب رکھے والے لوگوں کی گاڑیاں تھیں جنہیں ہوائی سفر کے سلسلے میں اپائی ہوئی تھی اور اب وہ کاروں کے ذریعے براہین پہنچنا چاہتے تھے۔ لیکن شٹلر

دفعہ کی گاڑی سب سے آگے تھے کیونکہ سب سے پہلے وہی لوگ روانہ ہوتے تھے۔ ہائی نمائندہ کے بعد میں چلتے تھے

راستے میں وہ تینوں موجودہ صورت حال کے بارے میں تبادلہ خیال کرتے رہے۔ ڈانکا اپنے ایئر بیڑوں کی بات بالکل نہیں سنی آئی کی قریبی سلامتی کے تقاضوں کے پیش نظر اس صورت حال کی اشاعت صرف حکومت کے مشورے کے بعد ہی ممکن کی جاسکتی تھی

ہمارا کام یہ ہے کہ ہم لوگوں تک صحیح اور اصل اطلاعات پہنچا دیں اس نے کہا۔ تاہم اخبارات کی خریداری پر اپنے پیسے اے خرچ کرے ہیں کہ وہ یہ جانا چاہتے ہیں کہ ہمارے ملک میں اور دنیا میں کیا ہو رہا ہے۔ ان کو صحیح اطلاعات ہم نہ پہنچا سکتے کیونکہ یہ بد باطنی ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر کار چین کو احساس میں کیوں نہیں لیا جاتا۔ کئی بری اور ہولناک خبر کو چھپانے سے کہیں بہتر سب کر تے ہیں کا اظہار کر دیا جائے۔ لوگوں کو اس بارے میں تادیب دینا کہ وہ اپنے آپ کو قرضی طور پر اور اگر ضرورت ہو تو باقی طور پر بھی اس کا سامنا کرنے کے لیے تیار کر لیں۔ میری خبر دہر کر دینا کہ وہ عجیب و غریب ہے تمہاری بات میں بڑی حد تک صداقت بھی ہے اور وزن کی اور انکار دینا کہ۔ اور یہ بھی حقیقت ایک نکتہ ہے کہ آج کل کے دور میں کئی خبر کو چھپانا "ملائم" لیکن ہے لیکن اس حقیقت کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کہ ایک نکتہ کی ہولناک خبر کو فریبوں کا بھی باعث بن سکتی ہے اور براہین میں جو کچھ ہوا ہے یا ہو رہا ہے اس کے بین الاقوامی صورت میں جانے لگا ہوا ہے۔ ہمیں تو معلوم ہی نہیں کہ کہاں ہوا کیا ہے

لیکن میں وزارت اطلاعات و نشریات کے اس رویے سے بڑے اتفاق نہیں کر سکتی جو انہوں نے اختیار کیا ہے ڈانکا نے کہا کہ اگر وہ ملک "اشرار" ہی نہ بتا سکتے تھے کہ کسی عظیم صورت حال کا سامنا ہے اور اس کی

وضاحت بعد میں کی جائے گی
خبر ہر برہمن کچھ کرب بکھو معلوم ہو جائے گا شلڑ
نے کہا تھوڑی دیر میں ساری حقیقت سامنے آ جائے گی
لیکن حقیقت ان لوگوں کے سامنے نہ آ سکی۔ وہ برہمن
جائے دہلی سرک پر دواں تھے اور جب ان کی گاڑی نے
دھڑکا تو گاڑی جہاں سے سرک سیدھی برہمن کو پانی میں اوری
وہاں سے برہمن کا قاصد صرف دو کلومیٹر کے قریب تھا
تو دوری سے انہیں پولیس کی گاڑیاں گزری نظر آئیں
جنہوں نے سرک کو روک رکھا تھا
لوہیں ہو گیا کام۔ ڈانٹا نے ذہر شرمکی ساتھ کہا۔ یہاں
بھی راتہ بند ہے
کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر بات کیا ہے۔ شلڑ نے
پریشانی کے ساتھ کہا۔ معلوم ہوتا ہے کہ پورے شہر کی ہر
طرف سے تاکہ بند کی گئی ہے۔ کسی شخص کو بھی اندر
نہیں جانے دیا جا رہا ہے
ان کی گاڑی جیسے ہی قریب پہنچی۔ پولیس کے ایک
سارجنٹ نے فوڈ ایجنٹ اٹھا کر انہیں رکھنے کا اشارہ دیا۔ شلڑ
نے جو گاڑی کی رفتار کچھ پیچھے سے پانی کی کمر چکا تھا۔ گاڑی
روک دی۔ ڈانٹا تیزی سے دروازہ کھول کر گاڑی سے باہر
نکل
آخر یہ کیڑا لڑا ہے۔ ڈانٹا بو سے زور سے سارجنٹ پر
چلائی۔ کیا برہمن پر تاناکاری کا حملہ ہو گیا ہے یا کسی
دوسرے کسی بارے کی کوئی طرفت یہاں اتر پڑی ہے۔ آخر
لوگوں کو اس سے دور کیوں رکھا جا رہا ہے اور خود برہمن
کے لوگ
بلیز سارجنٹ نے ڈانٹا کی بات کاٹتے ہوئے فری
سے کہا۔ واپس چلی جاؤ۔ برہمن میں داخل ہونے کی کسی
گواہی نہیں ہے
مگر کیوں۔ ڈانٹا زور سے چیخا۔ ایک شہری کی حیثیت
سے یہ کیا جاہد اترتا ہے کہ اپنے ہی ملک کے ایک شہر میں
داخل ہونے کے لیے دیوار پائیسجٹ کی پابندی کب

سے لگا دی گئی۔ ہم لوگ اخباری نمائندے ہیں اور یہ
جاننے کے لیے یہاں آئے ہیں کہ خبر برہمن پر کیا لگائی
انکا ڈر پڑی ہے۔ جسے ساری دنیا کی نظروں سے چھپانے
کی کوشش کی جا رہی ہے
یہ ایک عارضی پابندی ہے کس سارجنٹ نے کہا۔
حالات درست ہوتے ہی پابندی اٹھائی جائے گی
کون سے حالات۔ کیسے حالات۔ وارن بولا۔ انکی
حالات کے بارے میں تو ہم جانتا چاہتے ہیں
اگر کچھ بچے ہو دوست تو یہاں بھی کئی پولیس فوڈر
موجود ہے مع افسران کے ان میں سے کسی کو بھی نہیں
معلوم کہ حالات کیا ہیں۔ ہمیں جتنی کے ساتھ ہے جانتہ دو
گئی ہے کسی شخص کو کسی قیمت پر بھی برہمن کے اندر
داخل ہونے دیں
اور اگر ہم زبردستی ہمیں کی کوشش کریں تو۔ ڈانٹا نے
بھری جڑ حائلے ہوئے پوچھا
تو اس صورت میں ہم زبردستی جھیں روک دیں گے
سارجنٹ نے اپنے روبرو ہاتھ مارے ہوئے کہا
لیکن یاد رکھو معلوم تو ہو کر کیا معاملہ ہے۔ وارن۔
اوپر لپٹے سے کام لیتے ہوئے سارجنٹ کے منہ سے
ہاتھ دھو کر دوستانہ انداز میں پوچھا۔ تم تھوڑی سی جانا
کی طرف روڑی نہیں کریں گے۔ لیکن ہمیں کچھ بتانا
سہی کہ آخر یہ پابندی کیوں لگائی گئی ہے۔ کیا کوئی خطرہ
سرگرمی.....
مجھے اس بارے میں واقعی کچھ نہیں معلوم سارجنٹ۔
کہا۔ اور وہ برہمن آ رہا ہے۔ اٹھا ہاں اس سے پوچھ
شاید وہ تمہارا کچھ دکر سکے۔
اس دوران برہمن ان لوگوں کے قریب آ گیا سارجنٹ
اسے ان لوگوں کے بارے میں بتا کر وہ اخباری نمائندہ
بھی
جیسے محسوس ہے دوست وارن اس نے تنبیہ کی ہے کہ
برہمن میں داخلہ ایٹل ایٹل ممنوع ہے

لیکن اس کی کوئی معقول یا نامعقول وجہ تو ہونی چاہیے
ڈانٹا نے کسی بھی نام کی طرح پوچھا۔ تو نے کہا
کہاں سے اس کی وجہ معلوم ہوئی برہمن نے ایک کسی
سائنس کچھ کر کہا کہ لوگ اخباری نمائندے ہو اور برہمن
میں بھی اس وقت دنیا کے مختلف ملکوں سے تعلق رکھتے
والے سیکڑوں ہی اخباری نمائندے موجود ہوں گے۔
لیکن تم میں آج میں رابطہ قائم نہیں ہو سکتا۔ وارن
جہاں تک میری اطلاع کا تعلق ہے آج صبح کے تھوڑی
دیر کے بعد سے برہمن ساری دنیا سے کتا ہوا ہے۔ میں
اعزاز۔ یہ کہہ سکتا ہوں کہ اس شہر میں موجود سارے
سائنس دانوں کو ایک کسی چار کا ٹکڑا ہو گئے ہیں
جینے کو ہم شہر پر پانی کی طرح بند کی روڑے نے تو
تائی نہیں چلائی ہے ڈانٹا نے کہا۔ یہ کیا جاسکتا ہے کہ
یہاں اچانک حال میں یا ہینڈر یا بیچک پھیل گیا ہے۔ پھر
آخر اس چار کی نوعیت کیا ہو سکتی ہے۔ کسی وجہ سے تاب
کاری کا حملہ۔ بدولتی غلا سے کی نقصان رساں گئے کا
نفوذ۔ کوئی بلا کیٹ ٹکڑے آلودگی۔ آخر کیا سبب ہو سکتا ہے۔
فی الحال تو ہم اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتے
برہمن نے کہا۔ جو کچھ ہوا ہے حکومت اس کے بارے میں
بائبل حاصل ہے۔ ممکن ہے شام تک حکومت کی جانب
سے اس مسئلے میں کوئی اعلان کر دیا جائے۔ فی الحال تو
تاکہ بند کی جا رہی ہے
کیا ہم لوگوں سے پہلے بھی کوئی اخباری نمائندہ
یہاں آئے تھے۔ وارن نے پوچھا
ہم تاکہ بند کی وجہ سے تقریباً "بچاس گاڑیوں کو
واپس کر کے ہیں برہمن نے کہا۔ لیکن ان میں سوار کسی
بھی شخص نے نہیں کہا ہے کہ اس کا تعلق اخباری دنیا سے
ہے۔ ہم لوگوں نے ہی بتایا ہے کہ اخباری نمائندے ہو
ایک بات برہمن اچانک ڈانٹا نے چوک کر کہا کہ تم نے
یہ کیا ہے کہ اتنا بند کی وجہ سے تقریباً "بچاس گاڑیوں
کو برہمن میں داخل ہونے سے روک جا چکا ہے تو ذرا یہ تو

بتاؤ کہ تاکہ بند کی وجہ سے تقریباً "کتنی گاڑیاں
برہمن سے باہر نکلیں۔
برہمن سے باہر۔ برہمن جیسے چوک پڑا۔ شاید اس
نے صورت حال کے اس دوسرے پہلو پر غور نہیں کیا تھا
ہاں برہمن سے باہر۔ وارن نے کہا۔ کیا برہمن میں
لوگ نہیں رہتے۔
مرد رہتے ہیں برہمن نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔
لیکن حقیقت یہ ہے کہ آج صبح سے کوئی گاڑی برہمن سے
نکل کر اس طرف نہیں آئی
تینوں اخباری نمائندوں نے سنی خبر نظروں سے ایک
دوسرے کی طرف دیکھا
ادھو کی پیل کوئی سائیکل سوار شلڑ نے پوچھا
نہیں برہمن نے نئی میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ کوئی
نہیں
تو کیا یہ کچھ لیا جائے کہ پورے شہر میں کوئی انسان زندہ
باقی نہیں بچا ہے۔ ڈانٹا نے برہمن کی آنکھوں میں
آنکھیں ڈال کر پوچھا
تم جو لکھا بات کو سوچتے ہوئے بھی ڈرتا ہوں برہمن
نے جھرمجری سے کہا لیکن ہو سکتا ہے تمہارا خیال ٹھیک
ہو یا ٹھیک نہ ہو
برہمن کے آگے اوپن قصبہ ہے وارن نے کہا۔ کیا
اوپن قصبہ سے بھی برہمن میں داخل ہونے کی پابندی ہے۔
سرک کے تمام راستوں سے برہمن میں داخل ہونے
کی پابندی ہے برہمن نے کہا
دو پہلو دخل چکی ہے وارن نے اپنی گزری دیکھتے ہوئے
کہا۔ ہم تھوڑی دیر انتظار کرتے ہیں۔ شاید تم لوگوں کو کوئی
نئی جاہت ملے۔
میں نہیں انتظار کرنے سے تو میں روک سکتا برہمن
نے کہا کہ تم خبردار چاہتے ہو تو ضرور لیکن اس طرف نہیں۔
گاڑی کو سرک سے اتار کر کسی کے پاس پارک کر دو
ٹھیک ہے ڈانٹا نے کہا۔ ہم ابھی ہی کر لیتے ہیں اور وہ

لوگ گاڑی میں بیٹھ گئے۔ شلڑے گاڑی کے میں اتار دی اور اندر بند کر دیا۔

میں اب یہ بات دوسرے سے کہہ سکتی ہوں کہ برکٹن میں کوئی شخص زندہ نہیں بچا ہے۔ ڈاکٹا نے بڑی جھکی ہوئی آواز میں کہا۔ تم لوگوں نے رہائش کی بات پر غور کیا۔ صبح سے کوئی شخص رہائش سے باہر نہیں نکلا ہے۔ کیا یہ باقیات یقیناً جانتے ہیں۔

اگر اندر سے بھی برکٹن کی ہاک بندوقی کردی گئی تو ظاہر ہے کہ ہاک بندوقی کرنے والے لوگ تو موجود ہوں گے اور اگر وہ لوگ موجود ہیں تو پھر میرا یہاں کیوں ہے کہ ہرم کے ٹیلی فونک اور لیڈائی رابطے کی منتقلی ہو گئے ہیں۔ اس بات کو صرف ایک ہی مطلب لیا جا سکتا ہے اور وہ یہ کہ انہی وہاں اب کوئی زندہ نہیں ہے۔ خدا کرے کہ ہمارے وحشت ہاک خیال غلط ہو اور ان کے دکھ بھری آواز میں کہا میرا خیال ہے کہ ہمیں اپنے الیٹریڈوں کو اس صورت حال سے مطلع کر دینا چاہیے شلڑے لگے گا۔ لیڈا لال تو انہیں بتانے کے لیے ہمارے پاس نہیں اتارائی تھو کہ ہے۔ اگر اس کے بعد کوئی اور بات معلوم ہوئی تو پھر ہمیں گئے ہیں اس لیے اخبار کے ایڈیٹر مسٹر آئزک سے بات کرتی ہوں ڈاکٹا نے کہا

شلڑا اور دونوں نے اس کی اس بات سے اتفاق کیا اور ڈاکٹا نے بذریعہ فون اپنے اخبار کے ایڈیٹر آئزک سے بات کی اور اسے موجودہ صورت حال کے بارے میں ساری باتیں بتاتے ہوئے اپنے اور اپنے ساتھیوں کے اس اندیشہ کا بھی اظہار کیا کہ شاید برکٹن میں کوئی زندہ انسان موجود نہیں ہے

تہمارے خیال میں اس مفرورہ بڑادی کا کیا سبب ہو سکتا ہے۔ آئزک نے ہماری آواز میں پوچھا۔ تم خود ایک بہت کامیاب سائنسی نامہ نگار ہو

میں نے کئی مفرورے قائم کیے ہیں ہاں ڈاکٹا نے کہا۔ یہ بات میرے علم میں ہے کہ برکٹن میں ایک خیر خیر انہی

ری ایکٹریٹھ لکھ ہے۔ جس کا انتظام دواہرم منکر قمار کے ہاتھ میں ہے اور عام لوگ اس ری ایکٹر کے وجود سے واقف نہیں ہیں۔ مجھے زیادہ امکان اس بات کا نظر آتا ہے کہ اس ایٹمی ری ایکٹر میں کوئی ذہوریت گزرو ہوگی۔ یہ شاید کسی وجہ سے آئی بڑی مقدار میں لپاک تاب کاری کا اخراج ہوا ہے جس نے فوری طور پر پورے قصبے میں تباہی پھیلا دی ہے

لیکن ایٹمی ری ایکٹر سے خارج ہونے والی تاب کاری کے نتیجے میں فوری طور پر اتنے بہت سے انسانوں کا نقصان اہل بن جاتا آئزک نے کہا۔ یہ کیا بات وائرہ امکان میں آ سکتی ہے۔

اس کے امکانات کو مکمل طور پر رد بھی نہیں کیا جا سکتا ڈاکٹا نے کہا۔ یہ تو ایک مفرورہ ہے اور باتیں بھی ہو سکتی ہیں۔ نہ جہاں میں ایک کسی شدید قسم کی فوری کار کھور ہروئی خلا کے کوئی اذیتا لے اثرات وغیرہ۔ میرا حال ہم لوگ یہاں بالکل مستعد بیٹھے ہیں۔ اب تک کی حاصل شدہ معلومات سے میں نے تمہیں آگاہ کر دیا ہے۔ جیسے ہی کوئی اور بات معلوم ہوگی میں تمہیں آگاہ کروں گی۔ اب ان باتوں کو اخبار میں چھاپنا یا نہ چھاپنا تم لوگوں کی مرضی ہے

ہاں ڈاکٹا آئزک نے کہا۔ یہ تمہارا دور نہیں ہے اور اس نے فون بند کر دیا

☆☆

ہوئی تک پہنچے کچھ اسٹھ کوئی بار آگئیں بند کر لی پڑیں۔ اسے کئی ایسے مناظر دیکھنے پڑے کہ اسے یوں لگا کہ اس کے اعصاب جواب دے جائیں گے

ایک بڑی صورت کی لاش اس حالم میں پڑی ہوئی تھی کہ اس کے ایک طرف کی آنکھ کا پورا دھوا پورا ایک تھنا ایک دشوار اور اسی طرف کی آدھی گردن بالکل قاصب تھی۔ اس کا پایاں ہاتھ اس کے سینے پر تھا اور ہاتھ کی انگلیوں پر سے سارا گوشت اوجڑ چکا تھا۔ صرف سفید سفید

پٹیاں ہائی ہو گئی تھیں۔ جن پر جاہا خون کے دھبے لگے ہوئے تھے

پندرہ سال کا لڑکا اس حالم میں پڑا ہوا تھا کہ اس کی عین گردن کا گوشت قاصب تھا اور اس کا سر اپنے دھڑ کے ساتھ صرف گردن کی ہڈی کے ذریعے پڑا ہوا تھا

ایک جوان عورت کا جسم اس حالت میں پڑا ہوا تھا کہ اس کے دونوں ہونٹ مکمل طور پر قاصب ہو چکے تھے۔

گاؤں سے بھی جاہا گوشت ڈاکٹا تھا اور مڑوئی کی ہڈی نچر آئے تھے لیکن

قدیم قدم پر ایسے ہی بھیاک اور دل دہلا دینے والے مناظر تھے۔ اسٹھ کہاں تک اپنی انہیں بند کرنا آتے تو یہ سب بھگدیا جاتا تھا۔ اس کا سر تیس ساتیس کر ہاتھ اور اسے ہر طرف موت کا بھیاک بیکھر کر کھڑے کرتے ہوئے نچر آ رہا تھا۔ وہ ان مناظر کو دیکھنا چاہتا تھا۔ وہ یہاں سے فوری ذہنی ہماگ جانا چاہتا تھا۔ لیکن اسے معلوم تھا کہ وہ وحشت ہاک تھیں۔ جس پر اس وقت موت کا راج تھا صرف اسی صورت میں نکل سکتا تھا جب کہ اس کا پاس چاہے۔ اگر اس نہیں جانتا تو پھر وہیں نکل سکتا اسٹھ کو اپنی بے بسی اور کم بائیں کا اور ڈاکٹر آقر قلب کی بے پایاں قوتوں اور صلاحیتوں کا پورا پورا جائزہ لینے کا موقع مل رہا تھا

کئی کاہڑوں کی پرواز مسلسل جاری تھی اور وہ لغائیں دواؤں کا کھیرے کر رہے تھے

جس وقت وہ دونوں ہوئی کے احاطے میں داخل ہوئے تو وہاں بھی جاہا انسانی لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ ایک لاشیں جن میں سے ایک جگہ سے گوشت قاصب تھا۔ لاشی میں بھی کبھی کبھار۔ ہر طرف کہ اساتھا کوئی آواز نہیں سنائی دے رہی تھی۔ سوائے دھوا تو قاتلی کا کاہڑوں کی گونگ بولت کے۔ ڈاکٹر نے لطف کے سامنے کھنچ کر اس کا شہنہ دیا۔ لیکن لطف میں کئی حرکت پھیلا دیں ہوئی اس کے اور ان سے جو توں بند رہے۔ ڈاکٹر

نے دو بار ہٹن دیا۔ لیکن لٹ کے پھٹل پر روشنی بھی نمودار نہیں ہوئی اور وہ اسی طرح بند کی بند سکت و صامت رہی

میرا خیال ہے کہ لٹ میں کوئی خرابی پیدا ہوئی ہے۔ اسٹھ نے کہا۔ اور اسے ٹھیک کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ یہ بات نہیں ہے۔ مگر زین کوں ڈاکٹر نے سکرانے ہوئے کہا۔ لٹ میں کوئی خرابی نہیں ہے۔ یہ بالکل ٹھیک ہے۔ جانتے ہو اصل بات کیا ہے

کیا۔ اسٹھ نے ہونٹوں کی طرح ڈاکٹر کو دیکھتے ہوئے پوچھا

اصل بات یہ ہے کہ کئی نہیں ہے ڈاکٹر نے کہا۔ تھائی پاور ہاؤس میں کارکنے والا سارا ملہر چکا ہے۔ کوئی فراہم نہیں چل رہی ہے۔ ٹیلی کونیٹیشن کے نظام کی طرح کئی کا نظام کی معطل ہو چکا ہے

اف میرے خدا اسٹھ کی زبان سے بے ساختہ نکلا ہم اس وقت بھجوں کے شہر میں ہیں ڈاکٹر نے بے ساختہ تجوہ لیا

ہم دونوں کے علاوہ اس شہر میں صرف لاشیں ہیں۔ آڈیٹر جیڈیوں کے ذریعے اپنے کمرے میں ٹھیک سے کئی کئی قدم کر گئے۔ پہلے ان دونوں کو رک جانا پڑا۔ ایک آڈیٹر اور دو مفروروں کی ادھ لگی لاشیں پکلی ہی بیڑی پر اس طرح پڑی ہوئی تھیں کہ ان کو پھلانگتے یا ان کو وہاں سے ہٹانے بھیر آگے نہیں بڑھا جاسکتا تھا

رک کیوں گئے اسٹھ۔ ڈاکٹر نے پرسرت لکھے میں کہا یہ مرہہ گوشت ہے۔ صرف مرہہ گوشت اور مرہہ گوشت کسی کو نقصان نہیں پہنچاتا اور اسی کے ساتھ ڈاکٹر نے ہمایات سٹائی اور پھر دیکھ کے ساتھ ایک لاش کے سینے پر پاؤں رکھا۔ وزن پڑنے سے ہڈیوں کے چھٹنے کی آواز آئی۔ مگر ڈاکٹر اس کی پروا کے بغیر اگلی بیڑی پر پہنچ گیا۔ اسٹھ کا دل کانپ کر رہ گیا۔ اس نے لاش کو دیکھ سے دبانے کے بجائے کوکر بیڑی پار کی اور اگلی بیڑی پر قدم

رکھا۔ تین زینے طے کرنے کے بعد وہ اپنے کمرے میں پہنچ گئے۔

میں اب اس کیل کو ختم کرنے جا رہا ہوں لاکنز نے اپنا سوٹ کس کھولتے ہوئے کہا۔ لیکن اس سے پہلے کہ یہ ختم ہو میں جہیں چند ایسے مناظر دکھانا چاہتا ہوں جو تم نے بلکہ تم ہی نے نہیں میرے علاوہ دنیا کے کسی انسان نے بھی اس سے پہلے نہ دیکھے ہوں گے۔

لاکنز نے اپنا سوٹ کس کھول کر اس میں سے ایک خود بین لٹالی اور ایچ بی سیس بند کر دیا۔

آؤ میرے ساتھ اس نے اسٹو سے کہا۔ اسٹو کسی فرامیڈر خادم کی طرح بالکل خاموشی سے اس کے ساتھ کمرے سے باہر نکل آیا۔

کمرے کے باہر لٹالی میں ابھر اور کئی لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ ان میں سے ایک لاش ایک ایسے نوجوان لڑکے کی تھی جس کے جسم پر ایک جابجہ تھا۔ شاید وہ لباس تبدیل کرنے کے دوران ہی سے پناہ خارش سے پریشان ہو کر اپنے کمرے سے نکل بھاگا تھا۔ اس کی لاش میں سے جبکہ جبکہ گوشت غائب تھا۔

یہ لاش کی فریب پہنچ کر لاکنز آؤ قریب نے خود بین اسٹو کو کھاتے ہوئے کہا۔ اس مردہ جسم کو فوراً دیکھو اسٹو نے دھڑکتے ہوئے دل اور کانپتے ہوئے ہاتھوں کے ساتھ خود بین اپنی آنکھوں کے ساتھ لٹالی اور لاش کو دیکھنے لگا۔ جب کہ اسٹو نے دیکھا اسے دیکھ کر اس کی چیخ لگنے لگنے رو گئی۔

خود بین ہر چیز کو بہت بڑا کر کے دکھا رہی تھی۔ گوشت کے لیے لیے ریشوں پر ان گنت لاکھوں کروڑوں کیڑے چنے ہوئے تھے۔ یہ نہایت بد شکل اور مردہ جسم کے کیڑے تھے۔ لیے لیے اور مونے مونے۔ یہ جلدی جلدی منہ چلا رہے تھے اور گوشت کے ریشوں کے گٹھ سے تیزی سے ان کے منہ میں نخل ہو رہے تھے۔ یہ اس قدر جیروں لٹالی کے ساتھ گوشت کھانے میں مصروف تھے کہ اسٹو دنگ رہ

گیا۔ زیادہ تر کیڑوں کا رنگ سرخ نظر آ رہا تھا کیونکہ وہ خون میں ڈوبے ہوئے تھے۔ کیڑوں کی تعداد بھی بڑی تیزی سے بڑھ رہی تھی۔ اسٹو زیادہ دیر تک اس کرپہ اور گھٹاؤ نے سحر کو دیکھنے کی تاب نہ لاسا اور اس نے خود بین ڈاکٹر کو ابھاس کر دی۔

دیکھا تم نے۔ ڈاکٹر نے بڑے فخریہ انداز میں کہا۔ یہ ہیں وہ گوشت خور جراثیم جن کو ہلاک کرنے کا نسخہ صرف میرے پاس ہے۔

یہ تو واقعی بڑی خوف ناک ایجاد ہے اسٹو نے ہنسل اپنے حواس پر قابو پا رہے ہوئے کہا۔

یہ دنیا کی سب سے زیادہ تباہ کن ایجاد ہے ڈاکٹر نے کہا۔ انہم، ہمارے ایڈورڈ جن ہم سے بھی زیادہ خطرناک انہم اور اپنے درجن ہم تو ہر چیز کو تباہ کر رہے ہیں۔ عمارتوں کو بھی اور اشیا کو بھی لیکن یہ جراثیم صرف جانداروں کو ہلاک کرتے ہیں۔ بے جان چیزوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچاتا۔

اب ان کا تدارک کس طرح ہو گا ہاں۔ اسٹو نے اپنی سرکائی اپنی اس سوال کی کوشش کرتے ہوئے کیا۔

میں خود بین ڈاکٹر نے کہا۔ میرے

باری ہے
☆ ☆ ☆
● ● ●